اِسلام اور اَہلِ کتاب

﴿تعلیماتِ قرآن وسُنّت اور تصریحاتِ اَئمہ دین﴾

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرُالقادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز
MINHAJ-UL-QURAN PUBLICATIONS

اِسلام اور اہلِ کتاب

﴿تعلیماتِ قرآن وسُنّت اور تصریحاتِ ائمہ دین﴾

اِسلام اور اہلِ کتاب

﴿تعلیماتِ قرآن و سُنّت اور تصریحاتِ ائمہ دین﴾

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

تصنیف: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تخریج: ڈاکٹر علی اکبر الازہری

زیرِ اہتمام: فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ - Research.com.pk

مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعت نمبر 1: جولائی 2014ء (1,200)

اِشاعت نمبر 2: دسمبر 2015ء (1,100)

قیمت: -/430 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی CDs/DVDs وغیرہ سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔

fmri@research.com.pk

بسم الله الرحمن الرحيم

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبك خیر الخلق كلهم

محمد سید الكونین والثقلین

والفریقین من عرب ومن عجم

اللهم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه وبارك وسلم

فہرس

پیش لفظ ١٩

بابِ اوّل

قرآن حکیم کی روشنی میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب (کفار و مشرکین) میں فرق ٢٥

١۔ طبقاتِ انسانی کی مذہبی تقسیم: قبل اَز بعثتِ نبوی ٢٧

اَہلِ کتاب سے مراد ٢٨

٢۔ تمام انبیاء و رُسل پر ایمان کے تسلسل کی بنیادی شرط ٣٠

بعثتِ محمدی کی اِمتیازی شان ٣٤

٣۔ اَہلِ کتاب میں بھی دو گروہ تھے ٤٣

٤۔ سب اَہلِ کتاب ایک جیسے نہ تھے ٤٦

٥۔ یہود و نصاریٰ کی نسبت شرعی حکم کیا ہے؟ ٥٣

(١) یہود و نصاریٰ کی نسبت عدمِ قبولِ اِسلام کے باعث کفر کا حکم ٥٤

یہود کا معنی ٥٤

(٢) یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار و مشرکین میں تفریق کا حکم ٥٧

٦۔ اَدیانِ عالم کی تقسیم اور یہود و نصاریٰ کی حیثیت ٦٢

(ا) تاریخی تقسیم پر قرآنی بیان ۶۳

(أ) اِلہامی (سامی) مذاہب ۶۳

(ب) غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب ۶۴

(۲) قرآن میں اَہلِ کتاب کے تذکرے کا اَنداز ۶۵

(۳) قرآن میں غیر اَہلِ کتاب (کفار و مشرکین) کے تذکرے کا انداز ۸۰

۱۔ وحیِ اِلٰہی کی حقیقت کا اِنکار ۸۱

۲۔ وحیِ اِلٰہی کو جادوگری سمجھنا ۸۷

۳۔ وحیِ اِلٰہی کو شاعری سمجھنا ۸۸

۴۔ وحیِ اِلٰہی کو کہانت سمجھنا ۸۹

۵۔ وحیِ اِلٰہی کو شیطانی کلام سمجھنا ۸۹

۶۔ وحیِ اِلٰہی کو عجمی اَتالیق کا سبق سمجھنا ۹۰

۷۔ نبوت و رِسالت کی حقیقت کا اِنکار ۹۱

۸۔ تصورِ رِسالت کا اِستہزاء ۹۳

۹۔ تصورِ رِسالت پر اِستعجاب ۹۳

۱۰۔ اِنکارِ رِسالت کے ضمن میں مضحکہ خیز مطالبات ۹۵

۱۱۔ رِسالت کو جادو سمجھنا ۹۸

۱۲۔ رسول کو دیوانہ سمجھنا ۹۹

۱۳۔ رسول کو شاعر سمجھنا ۱۰۱

۱۴۔ رسولوں پر اِتہامِ کذب ۱۰۱
۱۵۔ رسول کو کاہن سمجھنا ۱۰۱
۱۶۔ رسولوں پر گمراہی کا اِلزام ۱۰۵
۱۷۔ رسولوں پر جاہ طلبی کا اِلزام ۱۰۶
۱۸۔ رسولوں پر سفاہت کا اِلزام ۱۰۶
۱۹۔ کفار و مشرکین کا نفیِ توحید اور شرک پر اِصرار ۱۰۷
۲۰۔ بت پرستی پر کھلا اِصرار ۱۰۹
۲۱۔ بت پرستی پر فخر ۱۱۰
۲۲۔ ایک خدا کے تصوّر پر تعجب ۱۱۱
۲۳۔ کفار کے عقائد کا ردّ ۱۱۲
۲۴۔ بت پرستی کا ذکر اور اس کا ردّ ۱۱۶
۲۵۔ قیامت اور بعث بعد الموت کا قطعی اِنکار ۱۱۷
۲۶۔ بعث بعد الموت کو ناممکن سمجھنا ۱۱۸
۲۷۔ صرف دنیوی زندگی کو پہلی اور آخری زندگی سمجھنا ۱۱۹

باب دوم

سیرتِ نبوی کی روشنی میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب (کفار و مشرکین) میں فرق ۱۲۷

۱۔ کئی اَہلِ کتاب مومنین اور صالحین تھے ۱۲۹

٢۔ نصاریٰ بلحاظِ محبت مسلمانوں کے قریب تر ہیں	١٣٠
٣۔ قرآن نے مسیحی مملکت کو مکہ پر ترجیح دی	١٣١
٤۔ حضور ﷺ نے حبشہ کو 'سچائی کی سرزمین' قرار دیا	١٣٥
نہایت غور طلب نکتہ	١٣٦
٥۔ نجاشی اور اس کی حکومت کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلماتِ تحسین	١٣٨
٦۔ نجاشی کے مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک پر باری تعالیٰ کا حسنِ جزا	١٤٠
٧۔ نجاشی کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسنِ سلوک پر حضور ﷺ کا حسنِ عطا	١٤٠
٨۔ نجاشی نے باقاعدہ قبولِ اِسلام کب کیا؟	١٤١
٩۔ ہجرتِ نبوی کے لیے سرزمینِ مدینہ کا انتخاب کیوں؟	١٤١
١٠۔ مکہ اور مدینہ میں لوگوں کے قبولِ اِسلام کی رفتار اور تعداد میں فرق کا سبب	١٤٣
١١۔ میثاقِ مدینہ کے ذریعے حضور ﷺ نے یہود اور مسلمانوں کو ایک اِجتماعی وحدت کا حصہ بنا دیا	١٤٤
١٢۔ حضور ﷺ کا فرمان کہ 'یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک قوم ہیں'	١٤٩
١٣۔ إنّ یهود بني عوفٍ أمّةٌ مِنَ المؤمنین کا معنی	١٥٢
(١) امام ابن الاثیر الجزری (م ٦٠٦ھ)	١٥٣
(٢) علامہ زمخشری کی تشریح	١٥٤
(٣) امام ابن اَبی عبید الهروی کی تشریح	١٥٥

۱۴۔ یہود کے پانچ دیگر قبائل بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمت اور جماعت ہونے میں شامل کر دیے گئے ۱۵۶

بابِ سوم

اِسلام کے ہاں اَہلِ کتاب کے دعویٰ توحید پر اِعتبار (اَکابر ائمہ کی تصریحات) ۱۶۱

۱۔ اَہلِ ملت اور غیر اَہلِ ملت کی تقسیم ۱۶۳

(ا) اہلِ ملّت (believers of the book) ۱۶۳

(ب) غیر اہلِ ملّت (non-believers of the book) ۱۶۳

(۱) امام ماتریدی کی تصریح ۱۶۴

(۲) امام مرغینانی (صاحب الهداية) کی تصریح ۱۶۸

(۳) امام نسفی کی تصریح ۱۶۹

(۴) ملا علی قاری کی تصریح ۱۷۱

۲۔ امام اعظم ﷺ یہود و نصاریٰ کو اِصطلاحاً اور شرعاً مشرک قرار نہیں دیتے ۱۷۳

امام نووی کی تائید ۱۷۵

۳۔ مجوسی اَہلِ کتاب میں کیوں شمار نہیں ہوتے؟ ۱۷۸

۴۔ صابئین کے متعلق امام اعظم کا نرم موقف ۱۸۲

(۱) صابئین سے متعلق امام ابو اللیث السمر قندیؒ کا قول ۱۸۳

(۲) صابئین کے مسئلے پر ائمہ کے اختلاف کا اصل سبب ۱۸۴

۵۔ نصاریٰ کے 'عقیدۂ مسیح' کی نسبت ایک اشکال اور اس کا جواب ۱۸۶
۶۔ کتابی اور غیر کتابی والدین کا بچہ سہولتاً کتابی کے حکم میں تصور کیا جائے گا ۱۸۸
۷۔ امام کاسانی (صاحب البدائع والصنائع) کے ہاں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب میں فرق ۱۸۹

باب چہارم

اَہلِ ملت اور غیر اَہلِ ملت کے اَحکامات میں فرق ۱۹۳

فصل اَوّل

اَہلِ کتاب اور دیگر غیر مسلموں کے ذبیحہ کے اَحکامات میں فرق ۱۹۷
۱۔ اَہلِ کتاب کے طعام سے مراد ۲۰۰
طعام سے مراد ۲۰۴
۲۔ عربی و عجمی اور حربی و غیر حربی اَہلِ کتاب کا ذبیحہ ۲۰۹
۳۔ کنیسہ (چرچ) کے چڑھاوے کا ذبیحہ ۲۱۱
۴۔ ذبح کے وقت حضرت عیسیٰ ﷺ کا نام لینے پر ذبیحہ کی حلّت یا عدمِ حلّت کا مسئلہ ۲۱۲
۵۔ غیر اہلِ کتاب کا اللہ کا نام لینے کے باوجود ذبیحہ حرام ۲۱۸
۶۔ عقیدۂ تثلیث کے باوجود ذبیحۂ اہلِ کتاب کی حلّت میں حکمت ۲۱۹
۷۔ کتابی اور غیر کتابی والدین کے بچے کا ذبیحہ ۲۲۰

۸۔ غیر کتابی کے ذبیحہ کا حکم ۲۲۱

۹۔ مرتد کے ذبیحہ کا حکم ۲۲۴

۱۰۔ صابی کے ذبیحہ کا حکم ۲۲۵

۱۱۔ مجوسی کے ذبیحہ کا حکم ۲۲۶

خلاصہ بحث ۲۲۸

فصل دوم

کتابیہ اور مشرکہ عورت سے نکاح کے اَحکامات میں فرق ۲۳۱

۱۔ غیر اہلِ کتاب سے مناکحت کی ممانعت ۲۳۳

۲۔ حکم اِلٰہی پر صحابہ کے عمل کی مثالیں ۲۳۶

اَہم نکتہ ۲۳۸

۳۔ کتابیہ سے نکاح کا قرآنی جواز ۲۳۹

۴۔ کتابیہ سے نکاح کے جواز اور مشرکہ سے نکاح کے عدمِ جواز کی حکمت ۲۴۰

۵۔ کتابیہ سے نکاح کے باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ۲۴۳

(۱) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نصرانی عورت سے نکاح ۲۴۴

(۲) سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا یہودی عورت سے نکاح ۲۴۵

(۳) حضرت حذیفہ بن یمان اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کا کتابیہ سے نکاح ۲۴۶

(۴) حضرت جابر بن عبد اللہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا کتابی خواتین سے نکاح ۲۴۷

(۵) طلحہ بن الجارود اور اُذَینہ عبدی کا کتابی خواتین سے نکاح ۲۴۸

(۶) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی نصرانی عورت سے منگنی ۲۴۹

۶۔ کتابیہ کے ساتھ نکاح کے جواز میں اَئمہ کی آراء ۲۴۹

(۱) اَحناف ۲۵۰

(۲) مالکیہ ۲۵۵

(۳) شوافع ۲۵۷

۷۔ کتابیہ سے کراہتِ نکاح کا مؤقف ۲۵۹

باب پنجم

اَہلِ کتاب کے بارے میں علامہ ابن القیم کی کتاب أَحکامُ أَھلِ الذِّمَّة سے ماخوذ اَحکام ۲۶۳

۱۔ ذِمّیوں کا مسجد حرام میں دخول ۲۶۵

۲۔ اَہلِ کتاب کی عیادت ۲۷۰

۳۔ اَہلِ کتاب کے جنازے میں شرکت ۲۷۳

۴۔ اَہلِ کتاب سے تعزیت ۲۷۶

۵۔ اَہلِ کتاب کا ذبیحہ ۲۷۷

ذبائح کے اَحکام میں معاہد اور حربی میں کوئی فرق نہیں ہے ۲۸۱

اَہلِ کتاب کے ذبائح کے مسائل ۲۸۲

اَہم نکتہ ۲۸۸

٦۔ کتابی عورت سے نکاح کا جواز ۲۹۳

بابِ ششم

غیر مسلموں کے حقوق اور ان کے ساتھ تعلقات کی نوعیت ۳۰۱

١. قَتْلُ نَفْسِ الْإِنْسَانِ مِنْ أَعْظَمِ الْكَبَائِرِ ۳۰۴

﴿کسی اِنسانی جان کا قتل بدترین گناہِ کبیرہ ہے﴾

٢. حِفْظُ نُفُوسِ غَيْرِ الْمُسْلِمِينَ وَأَعْرَاضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ من أَعْظَمِ الْفَرَائِضِ ۳۱۳

﴿غیر مسلموں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے﴾

٣. مَنْعُ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ وَالشُّيُوخِ وَالرُّهْبَانِ ۳۳۲

﴿عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور راہبوں کے قتل کی ممانعت﴾

٤. مَنْعُ قَتْلِ السُّفَرَاءِ وَالزُّرَّاعِ وَالتُّجَّارِ وَغَيْرِ الْمُتَحَارِبِينَ ۳۴۴

﴿سفارت کاروں، کسانوں، تاجروں اور جنگ نہ کرنے والوں کے قتل کی ممانعت﴾

٥. حُرِّيَّةُ مَذْهَبِهِمْ وَعَقَائِدِهِمْ ۳۵۴

﴿غیر مسلموں کے لیے مذہب اور عقائد کی آزادی﴾

٦. الْعَدْلُ مَعَهُمْ فِي الْحُكْمِ وَالْقَضَاءِ ۳۶۶

﴿غیر مسلموں کے ساتھ ہر حکم اور فیصلے میں انصاف﴾

٧. اَلْبِرُّ وَحُسْنُ التَّعَامُلِ مَعَهُمْ ٣٧٧

﴿غیر مسلموں کے ساتھ نیکی اور حسنِ معاملہ﴾

٨. اَلتَّعَامُلُ مَعَهُمْ بِالصَّبْرِ وَعَدَمُ الْاِنْتِقَامِ مِنْهُمْ ٣٨٦

﴿غیر مسلموں کے ساتھ صبر و تحمل پر مشتمل غیر انتقامی سلوک﴾

٩. وَفَاءُ الْعَهْدِ وَالْعَمَلُ بِالْمَوَاثِيْقِ مَعَهُمْ ٣٩٧

﴿غیر مسلموں کے ساتھ ایفائے عہد اور میثاق﴾

١٠. إِعَانَةُ شُيُوْخِهِمْ وَضُعَفَائِهِمُ الْمَالِيَّةُ ٣٩٩

﴿غیر مسلموں کے بوڑھوں ضعیفوں اور کمزوروں کی مالی اعانت﴾

باب ہفتم

اِسلام میں ممالک کی تقسیم ٤٠٥

(معاہدات و مواثیق کے تناظر میں)

١۔ دار الاسلام (Abode of Islam) ٤٠٨

(١) دار الاسلام - دار الکفر اور دار الحرب کیسے بنتا ہے؟ ٤٠٩

(٢) دار الحرب کے لیے کڑی شرائط ٤١٤

(٣) دار الحرب سے متعلق سخت شرائط عائد کرنے میں حکمت ٤١٥

(٤) نافرمانیوں کے غلبہ کی وجہ سے دار الاسلام کو دار الکفر قرار دینا غلط ہے ٤١٧

(٥) دار الحرب کے لیے تَمَامَ الْقَهْرِ وَالْقُوَّة کا ہونا لازم ہے ٤١٧

(۶) دار الحرب کے بارے میں مولانا تھانوی کی رائے ۴۱۸
(۷) اِسلامی تعلیمات اور شعائر کے ہوتے ہوئے ملک دار الحرب قرار نہیں دیا جاسکتا ۴۱۹
(۸) محض کفار کے غلبہ و تسلط سے کوئی ملک دار الحرب قرار نہیں پاتا ۴۲۰
۲۔ دار الصلح (Abode of Reconciliation) ۴۲۱
(۱) دار العہد اور دار الصلح میں فرق ۴۲۱
(۲) دار الصلح کے معاہدات کی پاسداری کا حکم ۴۲۳
(۳) قیام امن کے لیے صلح جوئی اور مصالحت کو ترجیح ۴۲۷
۳۔ دار العہد (Abode of Treaty) ۴۲۸
قرآن میں دار العہد سے کیے ہوئے معاہدات کی پاس داری کا حکم ۴۳۰
(۱) موقت اور طویل المیعاد معاہدہ (Timed & long term treaty) ۴۳۲
(۲) مطلق معاہداتِ امن و صلح (General Treaty) ۴۳۵
i۔ میثاقِ مدینہ (Pact of Medina) کی اَہم ترین خصوصیات ۴۳۵
اِستحکامِ ریاست اور قیامِ امن کے لیے سیاسی وحدت (Political unity) کی تشکیل ۴۳۶
حضور ﷺ نظریہ وحدت (Concept of Integration) کے بانی ہیں ۴۳۷
بین المذاہب رواداری کی تشکیل میں میثاق مدینہ کا کردار ۴۳۸

ii۔ معاہدۂ نجران (Pact of Najran) ۴۳۸

۴۔ دار الامن (Abode of Peace) ۴۴۱

ائمہ احناف کے نزدیک دار الاسلام کا اطلاق ۴۴۱

۵۔ دار الحرب (Abode of War) ۴۴۵

(۱) غیر محاربین کے لیے اسلام کا حکم ۴۴۶

i۔ حکمِ قرآنی اور غیر محاربین سے حسن سلوک ۴۴۷

ii۔ غیر محاربین کے ساتھ ریاست مدینہ کا مشفقانہ طرزِ عمل ۴۴۹

(۲) مغربی ممالک اور بعض مسلم ممالک میں انسانی حقوق کا جائزہ ۴۵۰

(۳) اسلام اور عالمی انسانی معاشرہ (human global society) کی تشکیل ۴۵۱

(۴) غیر محاربین کے بارے میں اَئمہ ومحدّثین کا موقف ۴۵۱

(۵) مہاجرینِ حبشہ کی ریاستِ حبشہ کے ساتھ وفاداری کی مثال ۴۵۳

خلاصہ کلام ۴۵۵

مصادر و مراجع ۴۵۹

پیش لفظ

اِسلام تمام بنی نوع انسان کے لیے رحمت و ہدایت ہے۔ اِس کی دعوت کسی خاص طبقہ، گروہ یا جماعت کے لیے نہیں بلکہ بلا اِمتیازِ رنگ ونسل اور نظریہ و مذہب تمام اِنسانوں کے لیے ہے۔ لہٰذا اِسلام کا اَندازِ تبلیغ و اُسلوبِ دعوت بھی ان خصوصیات کا حامل ہے جو اِنسانی فطرت اور مزاج کے ہم آہنگ ہیں۔ اِسلام کا اُسلوبِ دعوت حکمت و موعظت پر مبنی ہے۔ اِسلام کے بنیادی مصالح و حِکم میں سے یہ ہے کہ یہ منکرین و مخالفین کو اپنی دعوت پہنچانے کے لیے اِختلافات کی بجائے مشترکات کو بنیاد بناتا ہے۔ اِس اُسلوبِ دعوت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مخالف تعصب و ہٹ دھرمی کے خول سے باہر نکل کر داعی سے مانوس ہوکر اُس کے پیغام کے قریب ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ اسے داعی کی فکر و نظر پر غور اور سوچ بچار کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اگر داعی ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ﴾ '(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلایئے' [النحل، ۱۶:۱۲۵] کا پیکر ہوگا تو اُس کی دعوت مؤثر ہوگی اور عین ممکن ہے کہ جو کام مناظرہ و مباحثہ نہ کر سکے وہ کام حکیمانہ اُسلوبِ دعوت کر دکھائے۔

اگر آپ دعوتی و تبلیغی نقطہ نظر سے قرآن حکیم کا مطالعہ کریں تو یہ اَمر بالکل واضح ہو جائے گا کہ قرآن کا لب و لہجہ اور طرزِ تخاطب غیر اَہلِ کتاب کی نسبت اَہلِ کتاب کے ساتھ بہت مختلف ہے۔ بیسیوں مذاہب میں سے صرف یہود و نصاریٰ کو 'اَہلِ کتاب' کا عنوان دیا اور نہایت حکیمانہ بلکہ کریمانہ انداز میں مشترکات پر یکجا ہونے کی دعوت دیتے ہوئے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۶۴ میں ارشاد فرمایا:

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ.

آپ فرما دیں: اے اَہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا۔

اِسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۱۰ کے آہنگ اور مزاج سے معلوم ہوتا ہے کہ رب کریم نہ صرف اَہلِ کتاب کے قبولِ ایمان کا خواہاں ہے بلکہ ان میں سے بعض کو believer قرار دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ○

اور اگر اَہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں○

اَحکامِ شریعت کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ جن اُمور میں کوئی حکم نازل نہ ہوا ہوتا تھا، اُن میں مشرکین کی بجائے اَہلِ کتاب کی موافقت اِختیار فرماتے تھے۔ 'صحیح بخاری' میں مروی ہے:

وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ. (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ۳:۱۳۰۵، رقم: ۳۳۶۵)

رسول اللہ ﷺ کو اَہلِ کتاب کی موافقت پسند رہی جب تک اس بارے میں (مختلف) حکم نازل نہیں ہوگیا۔

مذکورہ بالا آیات و احادیث مبارکہ پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اَہلِ کتاب کے بارے وہی عقیدہ متعین کریں جو کتاب و سنت سے ثابت ہو اور ہر اُس اِنتہا پسندانہ اور متشددانہ زاویہ نگاہ کو ردّ کر دیں جو حکمت و دانش سے عاری طبقے نے اپنا رکھا ہے۔ دین اِسلام کی فطرت میں سہل، آسانی، لچک اور نرمی ہے۔ جو کوئی بھی اس 'دین یسر' میں سختی اور شدت پیدا کرنے کی کوشش کرے گا، دین کی نرمی اس پر غالب آ جائے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَأَبْشِرُوْا. (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الدين يسر، ۱:۲۳، رقم:۳۹)

بے شک دین آسان ہے۔ جو اسے مشکل بنائے گا، یہ اس پر غالب آ جائے گا۔ لہٰذا سیدھی راہ اختیار کرو، اعتدال اور میانہ روی اپناؤ اور خوش خبریاں دو۔

عصر حاضر میں اِسلام کو سب سے بڑا چیلنج یہ درپیش ہے کہ بعض حکمت نااندیش مبلغینِ اِسلام کی وجہ سے اِس پر دہشت گردی (terrorism) اور اِنتہاء پسندی (extremism) کا اِلزام لگایا جارہا ہے۔ دوسرا بڑا چیلنج یہ درپیش ہے کہ پیغمبر اِسلام ﷺ کی ذاتِ اَقدس کو (معاذ اللہ) ہدفِ تنقید بنایا جارہا ہے اور طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کیے جارہے ہیں۔ تیسرا چیلنج یہ درپیش ہے کہ اِسلام کے عقائد صحیحہ متحققہ کے بارے میں تشکیک و اِبہام پیدا کرکے اِنہیں اِختلافی اور متنازعہ بنایا جارہا ہے۔ اِسلام کے خلاف ماحول سازی میں جہاں حاسدین و معاندین اور دشمنانِ اِسلام کی سازشیں شامل ہیں وہیں کچھ اپنوں کی غیر دانش مندانہ سرگرمیاں بھی کسی حد تک حصے دار رہی ہیں۔

تحریک منہاج القرآن اور قائدِ تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدّ ظلہ العالی نے عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خدمت و اِشاعتِ دین کے عظیم کام کو جدید خطوط پر اُستوار کیا ہے۔ گویا حکیم الامتؒ کے نظریے کے مطابق حضرت شیخ الاسلام کی فکر 'شرابِ کہن در جامِ نوٗ' ہے۔ حضرت شیخ الاسلام صرف ایک عالمِ دین ہی نہیں ہیں بلکہ ایک مجدّد اور مصلح ہیں۔ آپ نے اپنی نوعیت کی منفرد اور یکتا زیرِ نظر کتاب میں 'اِسلام اور اَہلِ کتاب' کے مابین تعلقات کو قرآن و حدیث اور تصریحاتِ اَئمہ دین سے واضح کیا ہے اور اس سلسلے میں پائے جانے والے شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کا اِزالہ کیا ہے۔ کتاب ہٰذا میں قرآن حکیم اور سیرتِ نبوی کی روشنی میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب میں عمومی فرق واضح کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان شرعی اَحکامات کا فرق بھی بخوبی اُجاگر کیا گیا ہے، جیسا کہ شریعتِ اِسلامیہ میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب کے ذبیحہ اور کتابی و غیر کتابی عورت سے نکاح میں واضح فرق روا رکھا

گیا ہے۔ الغرض یہ کتاب مکالمہ بین المذاہب (interfaith dialogue) کے حوالے سے نہایت اَہمیت کی حامل ہے، جس میں اِسلام اور اَہلِ کتاب کے مابین ہم آہنگی کو فروغ دینے، باہمی مغالطّوں کو دور کرنے اور اَہلِ کتاب کو اِسلام کے قریب لانے کی مستحسن کاوِش کی گئی ہے۔

تاریخ شاہد عادل ہے کہ اِصلاحِ اَحوالِ اُمت کے لیے تجدیدی و اِحیائی اُمور سرانجام دینے والے مجدّد دین کو اپنے بعض معاصرین کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لہٰذا ہمیں ماضی کا جائزہ لے کر عصری تقاضوں کے مطابق اپنی حکمت عملی ترتیب دینا ہوگی تاکہ باہمی تفرقہ و اِنتشار کی دیواریں گرا کر اور چھوٹے چھوٹے گروہی مفادات سے بالاتر ہوکر خدمتِ دین کا عظیم فریضہ سرانجام دے سکیں۔

(محمد فاروق رانا)
ڈپٹی ڈائریکٹر رِیسرچ
فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

(آل عمران، ۳:۶۴)

’’آپ فرما دیں: اے اَہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے‘‘۔

بابِ اوّل

قرآن حکیم کی روشنی میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب (کفار و مشرکین) میں فرق

ا۔ طبقاتِ انسانی کی مذہبی تقسیم: قبل از بعثتِ نبوی

بعثتِ محمدی سے قبل پوری تاریخِ اِنسانی میں دو طرح کے طبقات موجود رہے ہیں: ایک وہ جو اپنے اپنے زمانے میں مبعوث ہونے والے اَنبیاء و رُسل پر اور ان پر نازل ہونے والی آسمانی کتب وصحائف پر ایمان لائے، ان کے ذریعے ملنے والے اَحکامِ شریعت اور تعلیمات پر عمل کرتے اور ملتِ توحید پر قائم رہے۔ دوسرے طبقے میں وہ لوگ شامل تھے جو کسی نبی یا رسول پر ایمان نہ لائے، نہ کسی آسمانی کتاب یا صحیفہ کو مانا، نہ ہی آسمانی شریعت کو قبول کیا، بلکہ اُنہوں نے توحید کے بجائے کفر و شرک کی راہ کو اپنایا؛ یہی لوگ سورج پرست، ستارہ پرست، آتش پرست اور بت پرست ہوئے یا انہوں نے گاؤ پرستی اور مظاہر پرستی کی کوئی اور صورت نکال لی۔

پہلے طبقے کے لوگ ’مومنین‘ تھے اور دوسرے طبقے کے لوگ ’کفار و مشرکین‘۔

قرآن مجید نے سورۃ الحج میں اَہلِ اَدیانِ عالم میں بعثتِ محمدی سے قبل کے مؤمنین اور غیر مؤمنین بالخصوص صابئین، مجوس اور مشرکین کا اِجمالی ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَادُوۡا وَالصّٰبِئِیۡنَ وَالنَّصٰرٰی وَالۡمَجُوۡسَ وَالَّذِیۡنَ اَشۡرَكُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ یَفۡصِلُ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ ۝ (1)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور نصاریٰ (عیسائی) اور آتش پرست اور جو مشرک ہوئے، یقیناً اللہ قیامت کے دن ان (سب) کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے ۝

سورۃ البقرۃ میں بھی ان کا ذکر اَحکام کے ساتھ اس طرح آیا ہے:

---

(۱) الحج، ۲۲:۱۷

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○[1]

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور (جو) نصاریٰ اور صابی (تھے ان میں سے) جو (بھی) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کیے، تو ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے ○

اَہلِ کتاب سے مراد

قرآن وسنت میں آسمانی کتب اور شرائع کو ماننے والوں کے لیے یہود (Jews) اور نصاریٰ (Christians) کی تصریح و توثیق آئی ہے۔ یہود اَہلِ تورات اور اُمتِ موسوی تھے جب کہ نصاریٰ اَہلِ اِنجیل اور اُمتِ عیسوی۔ اِنہی دونوں اُمتوں کو اَہلِ کتاب (People of the Book) کہتے ہیں۔

قرآن مجید نے فقط انہی دو گروہوں کے اَہلِ کتاب ہونے کی تصریح کی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَنْ تَقُوْلُوْآ اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ○[2]

(قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ تم کہیں یہ (نہ) کہو کہ بس (آسمانی) کتاب تو ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر اتاری گئی تھی اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے ○

---

(۱) البقرة، ۲:۶۲

(۲) الأنعام، ۶:۱۵۶

باقی طبقات میں سے کسی کو اَہلِ کتاب میں شمار نہیں کیا جاتا۔ امام ابو منصور الماتریدیؒ اپنی تفسیر ’تأویلات أهل السنة‘ میں اِس اَمر کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

فالمجوسية ليست عندنا من أهل الكتاب، والدّليل على ذٰلک قول الله تعالىٰ: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَo اَنْ تَقُوْلُوْآ اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَاص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَo﴾.[۱]

فأخبر الله تعالىٰ أن أهل الكتاب طائفتان؛ فلا يجوز أن يجعلوا ثلاث طوائف، وذلک خلاف ما دلّ عليه القرآن.[۲]

پس مجوسی ہمارے نزدیک اَہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں، اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَo اَنْ تَقُوْلُوْآ اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَاص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَo﴾ ’اور یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے سو (اب) تم اس کی پیروی کیا کرو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائےo (قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ تم کہیں یہ (نہ) کہو کہ بس (آسمانی) کتاب تو ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر اتاری گئی تھی اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھےo‘۔

گویا اللہ تعالیٰ نے یہاں بتلا دیا کہ اَہلِ کتاب صرف دو گروہ ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین گروہ بنائیں کیوں کہ یہ اُس اَمر کے خلاف ہوگا جو قرآن نے بتلایا ہے۔

---

(۱) الأنعام، ۶:۱۵۵-۱۵۶

(۲) ماتریدی، تأویلات أهل السنة، ۳:۲۶۳

اِس لیے تورات اور اِنجیل کی نسبت سے انہیں Believers of the Book یعنی اَہلِ کتاب کہا جاتا ہے جبکہ بقیہ طبقات اور اَہلِ مذاہب کو مطلقاً Non-Believers میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا تعلق اور عقیدہ کسی آسمانی کتاب اور کسی پیغمبر کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔

۲۔ تمام انبیاء و رُسل پر ایمان کے تسلسل کی بنیادی شرط

مومن ہونے کے لئے دیگر بنیادی عقائد پر ایمان لانے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تمام انبیاء و رُسل پر ایمان کا تسلسل قائم رہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص سلسلہ انبیاء میں سے بعض پر ایمان رکھے اور بعض کی تکذیب کر دے۔ حتیٰ کہ سب کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتا ہو مگر کسی ایک نبی کا انکار کر دے تو وہ بالاتفاق کافر ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں اور ان کے بعد بھی یہود کا ایمان یہ تھا کہ وہ تورات اور شریعت و سنتِ موسوی سے تمسک اختیار کیے رکھیں حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کا اپنا تمسّک بھی اسی پر تھا۔ پھر بعثتِ عیسوی کے بعد ایمان کا مدار اس پر ہوا کہ بنی اسرائیل تورات کے ساتھ انجیل پر عقیدہ رکھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کریں۔ ان میں سے جن کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر قائم ہوگیا انہوں نے صحیح طور پر شریعتِ موسوی اور تعلیماتِ عیسوی سے تمسک اختیار کر لیا، وہ مومن ہوگئے اور جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور انجیل کو قبول نہ کیا، خواہ وہ بدستور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کے نام لیوا ہی رہے، مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار اور ان سے بغض و عداوت کی بنا پر ہلاک اور گمراہ ہوگئے اور سابقہ ایمان ان کے کسی کام نہ آیا۔

یہود نے حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت پر اُن کے خلاف حسد اختیار کیا۔ آپ علیہ السلام کی رسالت کے واضح معجزات اور دلائل و بیّنات دیکھ کر بھی نہ صرف انکار کیا بلکہ ان کے ساتھ مخالفت و عداوت کی راہ اختیار کی، حتی کہ اُنہیں قتل کر دینے یا صلیب پر چڑھا دینے کے زعمِ باطل میں مبتلا ہوئے۔ الغرض وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی بھی اُولو العزم رسول کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ لہٰذا وہ اِس روش کے باعث کافر قرار دیے گئے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا○ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا○[1]

پس (انہیں جو سزائیں ملیں وہ) ان کی اپنی عہد شکنی پر اور آیاتِ الٰہی سے انکار (کے سبب) اور انبیاء کو ان کے ناحق قتل کر ڈالنے (کے باعث)، نیز ان کی اس بات (کے سبب) سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف (چڑھے ہوئے) ہیں، (حقیقت میں ایسا نہ تھا) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے، سو وہ چند ایک کے سوا ایمان نہیں لائیں گے○ اور (مزید یہ کہ) ان کے (اس) کفر اور قول کے باعث جو انہوں نے مریم پر زبردست بہتان لگایا○

الغرض جنہوں نے سلسلۂ بعثت کے تسلسل کے ساتھ اپنے ایمان کی تجدید جاری رکھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء و رُسل پر ایمان کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی اختیار کر لی اور اللہ تعالیٰ کے نظامِ رسالت اور سلسلۂ بعثتِ اَنبیاء کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا وہ مومن رہے اور جنہوں نے پہلے انبیاء و رُسل کو تو مانا مگر اپنے زمانے میں مبعوث ہونے والے رسول کے منکر ہوگئے وہ کافر ٹھہرائے گئے کیونکہ ان پر ایمان لانا ان کے لیے واجب تھا جو دراصل سابقہ انبیاء و رُسل پر ایمان کا ہی تسلسل تھا۔

اِسی طرح جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رِسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب و شریعت کو ظاہر و باطن سے ماننا مدارِ ایمان قرار پا گیا۔ لہٰذا جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر ایمان لے آئے، وہی مومن ہوئے۔ اس کے برعکس جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب (قرآن) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت و سنت کے منکر ہوگئے وہ کافر ٹھہرے، خواہ وہ سابقہ کتب و شرائع پر اپنا

---

(۱) النساء، ۴: ۱۵۵-۱۵۶

عقیدہ برقرار ہی کیوں نہ رکھے ہوئے تھے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جہاں اپنی بعثت کے موقع پر رسالتِ موسوی کی تصدیق کی تھی، وہیں اُنہوں نے رسالتِ محمدی کی بشارت بھی دی تھی۔ اس لئے رسالتِ محمدی پر ایمان اسی تصدیق کا تسلسل تھا جس کی تائید موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سمیت تمام اَنبیاء علیہم السلام کرتے چلے آ رہے تھے۔ جیسا کہ ارشادِ قرآنی ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○[1]

اور (وہ وقت بھی یاد کیجیے) جب عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اُس رسولِ (معظّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد) کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) اَحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے، پھر جب وہ (رسولِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واضح نشانیاں لے کر اُن کے پاس تشریف لے آئے تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے○

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ لا وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فِيْهِ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ

---

(۱) الصف، ۶۱:۶

جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجاً ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰـكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰـكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○(۱)

اور ہم نے ان (پیغمبروں) کے پیچھے ان (ہی) کے نقوشِ قدم پر عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی (کتاب) تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور (یہ انجیل بھی) اپنے سے پہلے کی (کتاب) تورات کی تصدیق کرنے والی (تھی) اور (سراسر) ہدایت تھی اور پرہیز گاروں کے لیے نصیحت تھی○ اور اَہلِ اِنجیل کو (بھی) اِس (حکم) کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے، اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں○ اور (اے نبیِ مکرّم!) ہم نے آپ کی طرف (بھی) سچائی کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس (کے اصل احکام و مضامین) پر نگہبان ہے، پس آپ ان کے درمیان ان (احکام) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمائے ہیں اور آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اس حق سے دور ہو کر جو آپ کے پاس آچکا ہے۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ شریعت اور کشادہ راہِ عمل بنائی ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (ایک شریعت پر متفق) ایک ہی امّت بنا دیتا لیکن وہ تمہیں ان (الگ الگ احکام) میں آزمانا چاہتا ہے جو اس نے تمہیں (تمہارے حسبِ حال) دیے ہیں، سو تم نیکیوں میں جلدی کرو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان (سب باتوں میں حق و باطل) سے آگاہ فرما دے گا جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے○

---

(۱) المائدة، ۵:۴۶-۴۸

بعثتِ محمدی کی اِمتیازی شان

حضور ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کئی اِعتبارات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء و رُسل کی بعثت سے ممیّز اور ممتاز ہے۔ ان میں سے چار پہلو نمایاں طور پر اِس بحث سے متعلق ہیں:

پہلا: یہ کہ آپ ﷺ صرف اپنے سے پہلے مبعوث ہونے والے ایک رسول اور ان کی کتاب ہی کے مصدّق نہ تھے بلکہ آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پورے سلسلۂ نبوت و رسالت کی تصدیق فرمانے والے ہیں۔

دوسرا: یہ کہ آپ ﷺ کی بعثت صرف ایک ملک یا خطۂ زمین کے لیے، صرف بنی اسماعیل یا بنی اسرائیل کی ایک قوم کے لیے اور صرف سرزمینِ عرب یا دُنیائے عجم کے لیے نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ پوری کائناتِ انسانی کی طرف رسول بن کر مبعوث ہوئے حتی کہ آپ ﷺ کی بعثت عالمِ اِنس کے علاوہ عالمِ جن و ملائک کے لیے بھی ہے۔

تیسرا: یہ کہ آپ ﷺ کی بعثت سلسلۂ نبوت و رسالت کی آخری بعثت تھی، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور قیامت تک تمام اَدوار و اَماکن کے لیے آپ ﷺ ہی کی رسالت نے فیض رساں رہنا ہے۔

چوتھا: یہ کہ آپ ﷺ کی کتاب تمام کتب و صحائفِ سابقہ کی ناسخ اور آپ کی شریعت تمام شرائعِ سابقہ کی ناسخ ہے اور قیامت تک صرف اِسی شریعت کو واجب العمل رہنا ہے۔

اس لیے لازم تھا کہ یہود و نصاریٰ یعنی اَہلِ تورات و انجیل ہوں یا دیگر اَقوام و ملل، تمام طبقاتِ جن و اِنس نبوت و رسالتِ محمدی پر ایمان لائیں؛ کیونکہ یہ حکم تو اِبتداء آفرینش سے ہی خود جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دے دیا گیا تھا۔ سو ان کی اُمتوں کو مجالِ اِنکار کہاں تھی! قرآن مجید اِس سلسلے میں واضح خبر دیتا ہے۔ اِرشادِ ربانی ہے:

وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝[1]

اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اِقرار کر لیا، فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ۝ (اب پوری نسلِ آدم کے لیے تنبیہاً فرمایا:) پھر جس نے اس (اِقرار) کے بعد رُوگردانی کی پس وہی لوگ نافرمان ہوں گے ۝

پھر اِسی مقام پر آگے سلسلۂ بعثت کے تسلسل کا ذکر آتا ہے اور اُلوہی نظامِ نبوت و رِسالت کے تحت تمام اَنبیاء و رُسل پر ایمان لانا شرطِ اِیمان قرار دیا گیا ہے، جس میں نہ تو تفریق کی اِجازت ہے اور نہ ہی اِختیار و اِنتخاب کی۔ گویا آپ pick & choose نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ نظامِ بعثت و رسالت ایک کلیّت (totality) ہے۔ اِس میں سے ایک فرد کا اِنکار ہوگیا، تو وہ ساری کلیّت کا انکار ٹھہرے گا۔ سلسلۂ انبیاء کی پوری لڑی میں سے ایک فرد کی نبوت کا انکار بھی کفر ہے۔ چہ جائیکہ تمام انبیاء و رسل کے امام و سربراہ کا انکار ہو، جو ان سب کا فاتح بھی ہو اور خاتم بھی، جو پورے سلسلۂ نبوت کا اوّل بھی ہو اور آخر بھی، جو قائد الانبیاء بھی ہو اور سید المرسلین بھی، جو شفیع الامم بھی ہو اور شہید الرسل بھی، جس کے کسی بھی نبی و رسول کے زمانے میں مبعوث ہو جانے کی صورت میں خود وہ نبی اور رسول بھی اس پر ایمان لانے اور اس کی اِطاعت و اِتباع اِختیار کرنے کا پابند ہو۔ پھر ہر نبی اپنی اُمت کے سامنے جس کی آمد کا

---

(۱) آل عمران، ۳: ۸۱-۸۲

تذکرہ اور اس کے فضائل و مناقب بیان کرتا رہا ہو۔ جس کے اوصاف و کمالات سے تورات و انجیل سمیت پہلی تمام آسمانی کتابیں اور صحائف معمور رہی ہوں، جس کے وسیلے سے پہلی امتیں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی مہمات میں فتح یابی مانگتی رہی ہوں اور ان کی شان کو خوب پہچانتی رہی ہوں۔ حتیٰ کہ خود یہود و نصاریٰ جس کی عظمتوں اور صفتوں کا تذکرہ اپنی کتابوں سے صبح و شام پڑھتے اور سناتے رہے ہوں اور اسی کی عظیم آمد و بعثت کا نہایت بے تابی سے انتظار کرتے رہے ہوں۔ جب اس رسول آخر الزماں ﷺ کی بعثت ہو تو اسی کا انکار کر دیا جائے۔ ایسی صورت میں کوئی کیسے مومن رہ سکتا ہے؟ جس ہستی کے باعث پہلے زمانوں کی اُمتوں کے ایمان کو سلامتی نصیب ہوئی تھی، اس ہستی کے مبعوث ہو جانے کے بعد کوئی اسی پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ کفر سے کیونکر بچ سکے گا؟ قرآن مجید نے ایمانی تسلسل کی اس شرط کا ذکر پہلے بیان کی گئی آیت کے ساتھ ہی آگے اس طرح کیا ہے:

قُلْ اٰمَنَّا بِاللهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ص لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ز وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (۱)

آپ فرمائیں: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور جملہ انبیاء (علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا ہے (سب پر ایمان لائے ہیں)، ہم ان میں سے کسی پر بھی ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے تابع فرمان ہیں ○

اسی طرح یہ قرآنی مضمون بھی ملاحظہ کیجیے:

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ج فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ط اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ج

(۱) آل عمران، ۳:۸۴

اِنۡ هِیَ اِلَّا فِتۡنَتُکَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنۡ تَشَآءُ وَتَهۡدِیۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ اَنۡتَ وَلِیُّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡغٰفِرِیۡنَ ○ وَاکۡتُبۡ لَنَا فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ اِنَّا هُدۡنَاۤ اِلَیۡکَ ؕ قَالَ عَذَابِیۡۤ اُصِیۡبُ بِهٖ مَنۡ اَشَآءُ ۚ وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ ؕ فَسَاَکۡتُبُهَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ ○ اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ○ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَا ۨالَّذِیۡ لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوۡهُ لَعَلَّکُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ○(۱)

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے ستر مردوں کو ہمارے مقرر کردہ وقت (پر ہمارے حضور معذرت کی پیشی) کے لیے چن لیا، پھر جب انہیں (قوم کو برائی سے منع نہ کرنے پر تادیباً) شدید زلزلہ نے آپکڑا تو (موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا: اے رب! اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان لوگوں کو اور مجھے ہلاک فرما دیتا، کیا تو ہمیں اس (خطا) کے سبب ہلاک فرمائے گا جو ہم میں سے بیوقوف لوگوں نے انجام دی ہے، یہ تو محض تیری آزمائش ہے، اس کے ذریعے تو جسے چاہتا ہے گمراہ فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے، سو تُو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے○ اور تو ہمارے لیے اس دنیا (کی زندگی) میں (بھی) بھلائی لکھ دے اور آخرت میں (بھی) بے شک ہم تیری طرف تائب و راغب

(۱) الأعراف، ۷:۱۵۵-۱۵۸

ہو چکے، ارشاد ہوا: میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اسے پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے، سو میں عنقریب اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور وہی لوگ ہی ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیںo (یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اورمعاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اَوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) - جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے - ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیںo آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لیے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ جو شانِ اُمیّت کا حامل نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ پر اور اس کے (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا سکوo

آپ نے غور کیا کہ پہلے بنی اسرائیل کے باب میں قومِ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے، جس میں ان کے ستر اَفراد کی ہلاکت انگیز گرفت کا بیان ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی اُمت کے

حق میں دُعا مذکور ہے، جس میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اس پر باری تعالیٰ نے جواباً اِرشاد فرمایا ہے: ہر چند کہ میری رحمت ہر شے پر وسیع اور محیط ہے مگر میں اپنی رحمت سے ان متقی و مومن لوگوں کو نوازوں گا جو اس رسول اور نبیِ اُمی ﷺ کی پیروی کریں گے جس کی صفات و کمالات کا تذکرہ وہ خود تورات اور اِنجیل میں پڑھتے ہیں۔ سو وہ لوگ اگر اس رسولِ گرامی قدر پر ایمان لائیں گے اور اس کی محبت اور تعظیم و تکریم کو اپنائیں گے اور اُس کے دین کی پیروی کریں گے اور اُسی کے لائے ہوئے نور سے رہنمائی چاہیں گے، تو میری رحمت و مغفرت اور دنیا و آخرت کی خیر و برکت ان کا مقدر بنے گی۔

گویا حضور ﷺ کے مبعوث ہو جانے کے بعد ساری خیر و رحمت کا مدار آپ ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی پر قائم کر دیا گیا ہے۔ سو حضور ﷺ کی نبوت و رِسالت پر ایمان، آپ کی نسبتِ محبت و اِتباع اور آپ ﷺ سے تعلقِ اَدب و نصرت کے بغیر نہ کسی کا سابقہ اِیمان برقرار رہا اور نہ ہی اس کے لیے کوئی اُخروی نعمت و سعادت بچی، وہ بلاشک و شبہ کفر و ضلالت اور اَبدی محرومی و شقاوت کا شکار ہوگیا۔

یہی مضمون سورۃ المائدۃ میں نئے انداز کے ساتھ وارِد کیا گیا ہے۔ وہاں بھی بنی اِسرائیل کے ذکر میں پہلے یہود کا بیان آیا ہے اور بعد میں نصاریٰ کا۔ پھر باری تعالیٰ نے اِنہی اَہلِ کتاب کو مخاطب فرما کر اعلان کیا ہے کہ 'اے اَہلِ کتاب! اب تمہاری طرف ہمارا وہ رسول تشریف لے آیا ہے جو سراسر نور ہے، اور آخری روشن کتاب کا حامل بھی ہے۔ اب آئندہ ہر ایک کو ہدایت بھی اسی کے ذریعے ملے گی، رضا و سلامتی کی راہیں بھی اسی سے متعلق ہیں، اب گمراہی کے اندھیروں سے بھی یہی رسول نکالے گا اور صراطِ مستقیم کی نعمت بھی اسی کے توسط پر منحصر ہے'۔

یہ پورا قرآنی مضمون ان الفاظ میں وارد ہوا ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِيْ بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (۱)

اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور (اس کی تعمیل، تنفیذ اور نگہبانی کے لیے) ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کیے، اور اللہ نے (بنی اسرائیل سے) فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں (یعنی میری خصوصی مدد و نصرت تمہارے ساتھ رہے گی)، اگر تم نے نماز قائم رکھی اور تم زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر (ہمیشہ) ایمان لاتے رہے اور ان (کے پیغمبرانہ مشن) کی مدد کرتے رہے اور اللہ کو (اس کے دین کی حمایت و نصرت میں مال خرچ کرکے) قرضِ حسن دیتے رہے تو میں تم سے تمہارے گناہوں کو ضرور مٹا دوں گا اور تمہیں یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ پھر اس کے بعد تم میں سے جس نے (بھی) کفر (یعنی عہد سے انحراف) کیا تو بے شک وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا○ پھر ان کی اپنی

(۱) المائدۃ، ۵: ۱۲-۱۶

عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی (یعنی وہ ہماری رحمت سے محروم ہوگئے)، اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا (یعنی وہ ہدایت اور اثر پذیری سے محروم ہوگئے، چنانچہ) وہ لوگ (کتابِ اِلٰہی کے) کلمات کو ان کے (صحیح) مقامات سے بدل دیتے ہیں اور اس (رہنمائی) کا ایک (بڑا) حصہ بھول گئے ہیں جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی، اور آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے سوائے ان میں سے چند ایک کے (جو ایمان لا چکے ہیں) سو آپ انہیں معاف فرما دیجیے اور درگزر فرمایئے، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہےo اور ہم نے ان لوگوں سے (بھی اسی قسم کا) عہد لیا تھا جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں، پھر وہ (بھی) اس (رہنمائی) کا ایک (بڑا) حصہ فراموش کر بیٹھے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی۔ سو (اس بد عہدی کے باعث) ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور کینہ روزِ قیامت تک ڈال دیا، اور عنقریب اللہ انہیں ان (اعمال کی حقیقت) سے آگاہ فرما دے گا جو وہ کرتے رہتے تھےo اے اہلِ کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول تشریف لائے ہیں جو تمہارے لیے بہت سی ایسی باتیں (واضح طور پر) ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے تھے اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے درگزر (بھی) فرماتے ہیں۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)o اللہ اس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیرو ہیں، سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے (کفر و جہالت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان و ہدایت کی) روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی سمت ہدایت فرماتا ہےo

قرآن مجید نے ایمانی تسلسل کے اِس قاعدے کو بڑی تصریح و تاکید کے ساتھ سورۃ النساء میں بھی اِن الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ لا وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ج وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط وَكَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا○ (۱)

بلا شبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس (ایمان و کفر) کے درمیان کوئی راہ نکال لیں○ ایسے ہی لوگ درحقیقت کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے○ اور جو لوگ اللہ اور اس کے (سب) رسولوں پر ایمان لائے اور ان (پیغمبروں) میں سے کسی کے درمیان (ایمان لانے میں) فرق نہ کیا تو عنقریب وہ انہیں ان کے اجر عطا فرمائے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے○

ایمان کے اِسی تسلسل کا ذکر ہمیں کتبِ مُنَزَّلة کے ضمن میں بھی ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○ (۲)

(اللہ نے) اپنے ذِمۂ کرم پر پختہ وعدہ (لیا) ہے، تورات میں (بھی) اِنجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی)، اور کون اپنے وعدہ کو اللہ سے زیادہ پورا کرنے والا ہے، سو (ایمان والو!) تم اپنے سودے پر خوشیاں مناؤ جس کے عوض تم نے (جان و مال کو) بیچا ہے، اور یہی تو زبردست کامیابی ہے○

(۱) النساء، ۴: ۱۵۰-۱۵۲

(۲) التوبة، ۹: ۱۱۱

۳۔ اَہلِ کتاب میں بھی دو گروہ تھے

جب قرآن مجید کا نزول ہوگیا تو پہلی سب کتب منسوخ ہوگئیں۔ قرآن مجید چونکہ وحیِ اِلٰہی کا آخری ایڈیشن تھا، اِس لیے اِسے ناسخ الکتب کا درجہ دیا گیا اور اِسلام کو ناسخ الادیان کا رتبہ ملا۔ لہٰذا اس پر ایمان لانا ہی تمام کتب پر ایمان شمار کیا گیا۔ سو اَہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے ایمانی تسلسل کو برقرار رکھا اور اس پر ایمان لے آئے، مومن شمار ہوئے؛ جو اس کے منکر ہوگئے، کافر قرار پائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اَہلِ کتاب کے حوالے سے دونوں گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ اِرشادِ ربانی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝[1]

تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں ۝

اس آیت سے قبل بھی یہود و نصاریٰ اور اُمتِ مسلمہ کا ذکر تسلسل میں چلا آرہا ہے، اور ان کے اَحوال کا ذکر کر کے مسلمانوں کو بھی اپنے اَحوال درست رکھنے کی تنبیہ کی جا رہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۱۰

كُنتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ۝[1]

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور جب ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اس کے بعد بھی اختلاف کرنے لگے، اور انہی لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے۝ جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لو۝

یہاں اَہلِ اِسلام کو تنبیہ کی گئی ہے کہ کہیں تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح تفرقہ اور گروہ بندی کا شکار نہ ہو جانا۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ ﴿كَالَّذِيۡنَ تَفَرَّقُوۡا وَاخۡتَلَفُوۡا﴾ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔[2] اِسی اَمر کی وضاحت خود حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی فرما دی تھی، جسے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَهۡلَ الۡكِتَابَيۡنِ افۡتَرَقُوۡا فِي دِيۡنِهِمۡ عَلٰى ثِنۡتَيۡنِ وَسَبۡعِيۡنَ مِلَّةً، وَإِنَّ هٰذِهِ الۡأُمَّةَ سَتَفۡتَرِقُ عَلٰى ثَلاثٍ وَّسَبۡعِيۡنَ مِلَّةً - يَعۡنِي الۡأَهۡوَاءَ - كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الۡجَمَاعَةُ.[3]

رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ اَہلِ کتابَین (یعنی سماوی کتب کے حامل دونوں گروہ: یہود اور نصاریٰ) اپنے دین کے بارے میں بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے، جب کہ (میری) یہ اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ تمام فرقے جہنم کی آگ میں ہوں گے سوائے ایک کے، اور وہ 'جماعت' (یعنی سوادِ اَعظم) ہے۔

اِن اَلفاظ کے ساتھ اِس حدیث کو اِمام اَحمد بن حنبل نے المسند[4] میں روایت کیا

(۱) آل عمران، ۳:۱۰۵-۱۰۶

(۲) ابن أبی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۷۲۸، رقم: ۳۹۴۶

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲:۹۲

(۴) أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۰۲

ہے جب کہ اِسی حدیث کو امام ابن ماجہ نے السنن[1] میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کے بعد ﴿اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق اِس سے مراد جمیع کفار ہیں۔ اِنہیں باری تعالیٰ قیامت کے دن 'یوم المیثاق' کے عہد ایمان کے بعد دُنیا میں جا کر کفر کی طرف پلٹ جانا یاد دلائے گا۔ اسے امام طبری نے اختیار کیا ہے۔[2]

امام حسن بصری کے نزدیک اِس سے مراد 'منافقین' ہیں کیوں کہ اُنہوں نے ایمان ظاہر کر کے باطن میں کفر اختیار کیا۔[3]

حضرت ابوامامہ کے نزدیک اس خطاب کا اشارہ 'خوارج (الحروریہ)' کی طرف ہے،[4] جب کہ حضرت عکرمہ کے نزدیک اس سے مراد وہ 'اَہلِ کتاب' یعنی یہود و نصاریٰ ہیں جو اپنے انبیاء کی تصدیق کرتے تھے اور حضور ﷺ کی بعثت سے قبل نبوتِ محمدی کی بھی تصدیق کرتے تھے اور اس پر ان کا ایمان تھا۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوگئے تو وہ حضور ﷺ کی رسالت کا اِنکار کرکے کافر ہوگئے۔ اسے امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر 'الکشف والبیان' میں روایت کیا ہے۔[5] یہی قول ابوجعفر النحاس نے 'إعراب القرآن' میں اختیار کیا ہے کہ 'انہیں

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب افتراق الأمم، ۲:۱۳۲۲، رقم:۳۹۹۳
(۲) طبری، جامع البيان فی تفسير القرآن، ۴:۴۰
(۳) ۱۔ ابن أبی حاتم الرازی، تفسير القرآن العظيم، ۳:۷۲۹، رقم:۳۹۵۳
۲۔ أبو اسحاق الثعلبی، الكشف والبيان، ۳:۱۲۵
۳۔ مكی بن أبی طالب المقری، الهداية إلی بلوغ النهاية، ۲:۱۰۹۱
۴۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۲:۹۲
(۴) ۱۔ ابن أبی حاتم الرازی، تفسير القرآن العظيم، ۳:۷۲۹، رقم:۳۹۵۵
۲۔ مكی بن أبی طالب المقری، الهداية إلی بلوغ النهاية، ۲:۱۰۹۱-۱۰۹۲
(۵) ابو اسحاق الثعلبی، الكشف والبيان، ۳:۱۲۵

بعثتِ محمدی کی بشارت دی گئی تھی اور وہ حضور ﷺ کے توسل سے فتح یابی کی دعائیں بھی کرتے تھے، قبل اَز بعثت یہی ان کا ایمان تھا۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ امام نحاس کہتے ہیں کہ اس قولِ اِلٰہی کا یہی معنی ہے۔ اِسے امام مکی بن ابی طالب المقری نے اپنی تفسیر 'الهداية إلى بلوغ النهاية' میں روایت کیا ہے اور اسے کئی دیگر مفسرین نے بھی بیان کیا ہے۔(۱) الغرض بعثتِ محمدی کے بعد اگر کوئی شخص یا طبقہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان نہ لایا تو اس کے پچھلے ایمان کا کوئی اِعتبار نہ رہا اور وہ کفر میں بدل گیا۔

۴۔ سب اَہلِ کتاب ایک جیسے نہ تھے

اِس بارے میں قرآن مجید کے واضح اِرشادات ہیں، جن میں سے چند ایک ملاحظہ کیجیے:

لَيْسُوْا سَوَآءً ط مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَـآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ○ يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ط وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ط وَاللهُ عَلِيْمٌ م بِالْمُتَّقِيْنَ ○(۲)

یہ سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں سے کچھ لوگ حق پر (بھی) قائم ہیں وہ رات کی ساعتوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سر بسجود رہتے ہیں ○ وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں تیزی سے بڑھتے ہیں، اور یہی لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں ○ اور یہ لوگ جو نیک کام بھی کریں اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی، اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جاننے والا ہے ○

---

(۱) مكی بن ابی طالب المقری، الهداية إلى بلوغ النهاية، ۲: ۱۰۹۱

(۲) آل عمران، ۳: ۱۱۳-۱۱۵

اس آیت کریمہ کے تحت مفسرین کے دو قول ہیں:

ایک: حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ:

لَيسَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ وَالْيَهُودُ سَوَاءً.(۱)

اُمتِ محمدیہ اور یہودی (یعنی اَہلِ کتاب) ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

امام ابن الجوزی کے مطابق یہی قول السدی نے اختیار کیا ہے۔ اس قول کے مطابق اس آیت میں اُمتِ محمدی کے فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا: قولِ مشہور ہے اور اکثر مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ یہ ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے اور اسے امام ابن جریر طبری اور امام ابو اِسحاق نے بھی اختیار کیا ہے۔

ابن جریر طبری اس کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

لَيْسُوا مُتَعَادِلِينَ، وَلٰكِنَّهُمْ مُتَفَاوِتُونَ فِي الصَّلَاحِ وَالْفَسَادِ وَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ. ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾(۲) لِأَنَّ فِيهِ ذِكْرَ الْفَرِيقَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمَا اللهُ فِي قَوْلِهِ: ﴿وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾،(۳) ثُمَّ أَخْبَرَ جَلَّ ثناؤُهُ عَنْ حَالِ الْفَرِيقَيْنِ، عِنْدَهُ، الْمُؤْمِنَةِ مِنْهُمَا وَالْكَافِرَةِ، فَقَالَ: ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾ أَيْ لَيْسَ هٰؤُلَاءِ سَوَاءً، الْمُؤْمِنُونَ مِنْهُمْ وَالْكَافِرُونَ، ثُمَّ ابْتَدَأَ الْخَبَرَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ عَنْ صِفَةِ الْفِرْقَةِ الْمُؤْمِنَةِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَمَدَحَهُمْ وَأَثْنٰى عَلَيْهِمْ بَعْدَ مَا وَصَفَ الْفِرْقَةَ الْفَاسِقَةَ مِنْهُمْ. فَقَالَ: ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ﴾ –

(۱) ابن الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ۱:۴۲۲

(۲) آل عمران، ۳:۱۱۳

(۳) آل عمران، ۳:۱۱۰

الْآيَاتِ الثَّـلَاثَ، إِلٰى قَوْلِهِ: - ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ○﴾[1]. [2]

یہ لوگ (اپنے نظریات و عقائد میں) یکساں نہیں ہیں بلکہ اِصلاح، فساد انگیزی، بھلائی اور برائی میں ایک دوسرے سے مختلف (و متفاوت) ہیں۔ ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾ ’یہ سب برابر نہیں ہیں‘ کیونکہ اس میں اَہلِ کتاب کے دو گروہوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے: ﴿وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ○﴾ ’اور اگر اَہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں○‘۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کے اَحوال کا ذکر فرمایا ہے یعنی ان میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں۔ پس فرمایا: ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾ ’یہ سب برابر نہیں ہیں‘ یعنی یہ لوگ ایک جیسے نہیں ہیں؛ ان میں مومنین بھی ہیں اور کافر بھی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اَہلِ کتاب کے مومن گروہ کے اَوصاف کے بیان سے آغاز کرتے ہوئے ان کی تعریف اور ثنا فرمائی ہے بعد اِس کے کہ اِن میں سے فاسق گروہ کا ذکر بھی کر دیا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا: ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ○﴾ ’اَہلِ کتاب میں سے کچھ لوگ حق پر (بھی) قائم ہیں وہ رات کی ساعتوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سربسجود رہتے ہیں○‘۔ تین آیات تک بیان کرکے اِرشاد فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ○﴾ ’اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جاننے والا ہے○‘۔

آخر میں امام طبری نے اپنی ترجیح یوں بیان کی ہے:

وَقَدْ بَيَّنَّا أَنَّ أَوْلَى الْقَوْلَيْنِ بِالصَّوَابِ فِي ذٰلِكَ قَوْلُ مَنْ قَالَ: قَدْ تَمَّتِ الْقِصَّةُ عِنْدَ قَوْلِهِ: ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾[3] عَنْ إِخْبَارِ اللهِ بِأَمْرِ مُؤْمِنِي أَهْلِ

(۱) آل عمران، ۳: ۱۱۳-۱۱۵

(۲) ابن جریر الطبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴: ۵۱

(۳) آل عمران، ۳: ۱۱۳

الْكِتَابِ، وَأَهْلِ الْكُفْرِ مِنهُمْ، وَأَنَّ قَوْلَهُ: ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ﴾(۱) خَبَرٌ مُبْتَدَأٌ عَنْ مَدْحِ مُؤْمِنِيهِمْ، وَوَصْفِهِمْ بِصِفَتِهِمْ، عَلَى مَا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَقَتَادَةُ، وَابْنُ جُرَيْجٍ.(۲)

اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اِن دو اَقوال میں سے صائب و راجح قول اُس شخص کا ہے جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾ 'یہ سب برابر نہیں ہیں' سے یہ قصہ بالکل واضح ہو چکا ہے۔ بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے اَہلِ کتاب کے مومنوں اور اَہلِ کتاب کے کافروں کے اَمر کی خبر دے دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ﴾ 'اَہلِ کتاب میں سے کچھ لوگ حق پر (بھی) قائم ہیں' اُن (اَہلِ کتاب) مومنوں کی خبر دے رہا ہے جن کی مدح اور اَوصاف بیان کیے گئے ہیں؛ جیسا کہ حضرت ابن عباس، قتادہ اور ابن جریج کا قول ہے۔

اِسی قول کو سعید بن جبیر اور عکرمہ نے روایت کیا ہے، اَخفش اور الزجاج نے بھی اِسی کی تائید کی ہے(۳) اور کہا ہے: چونکہ اِس آیت سے قبل اہل کتاب کے کفر، قتل انبیاء، بغاوت و حسد، تکبر، ذلت و مسکنت اور دیگر برے اَقوال و اَعمال کا تذکرہ آ رہا تھا، سو اس بیان کے بعد اب باری تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ ان کے کفر اور اَعمالِ قبیح کا ذکر سن کر یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ سارے ہی ایسے تھے۔ اب وضاحت فرمائی کہ سب اَہلِ کتاب ایک جیسے نہیں تھے۔ ان میں ایک طبقہ مومنین و صالحین کا بھی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے اَوامر و نواہی پر قائم ہے۔ اپنے انبیاء کی عطا کردہ شریعت اور اَحکام و تعلیمات کا صحیح طور پر پیروکار ہے، وہ راتوں کو قیام کرتے ہیں، کثرت سے تہجد پڑھتے ہیں، آیاتِ اِلٰہیہ کی تلاوت کرتے ہیں اور حضورِ اِلٰہ میں سجدہ ریزیاں کرتے ہیں۔

---

(۱) آل عمران، ۳:۱۱۳

(۲) ابن جریر الطبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴:۵۳

(۳) ۱۔ مکّی بن أبی طالب المقری، الهداية إلى بلوغ النهاية، ۲:۱۱۰۰
۲۔ أبو اسحاق الثعلبی، الکشف والبیان، ۳:۱۳۰

اَکثر مفسرین نے ابن عباس، سعید بن جبیر اور عکرمہ کے قول پر یہی معنی اختیار کیا ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں اِشارہ اَہلِ کتاب کے اُن اَحبار کی طرف ہے جنہیں انہی روحانی خوبیوں اور ایمانی برکتوں کے باعث بالآخر حضور ﷺ پر ایمان لے آنے کی توفیق نصیب ہوئی۔[1] ان میں عبداللہ بن سلام، اسد بن عبید، ثعلبہ بن سعید، ثعلبہ بن سلام، اسید بن سعید اور ان کے ساتھ اسلام قبول کرنے والے کئی اور اَفرادِ اَہلِ کتاب بھی شامل ہیں، ان کے قبولِ اِسلام کے موقع پر ہی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔

امام ابو اسحاق ثعلبی اپنی تفسیر 'الکشف و البیان' میں عطا بن اَبی رباح کا قول نقل کرتے ہیں کہ اَہلِ کتاب کے جن مومن و صالح اَفراد کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ان میں اَہلِ نجران کے عربوں سے چالیس سے زائد اَفراد شامل تھے، جبکہ حبشہ سے بتیس اور روم سے نو اَفراد شامل تھے، اور یہ سب نصاریٰ یعنی دینِ عیسوی کے پیروکار تھے۔[2]

اِسی طرح حضور ﷺ کی ہجرتِ مدینہ سے قبل ان میں اَہلِ کتاب اَنصار میں سے بھی کچھ لوگ شامل تھے: اَسعد بن زرارہ، البراء بن معرور، محمد بن مسلمہ، ابوقیس ہرمہ بن انس بھی انہی میں سے ہیں۔ یہ پہلے ہی سے عقیدۂ توحید پر قائم تھے۔ جنابت کے بعد غسل کرتے تھے اور شرائعِ حنفیہ کو مانتے تھے، یہاں تک کہ حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو یہ لوگ اِسی تسلسل میں حضور ﷺ پر ایمان لے آئے، آپ ﷺ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ کے دین کی نصرت اِختیار کی۔[3]
اس معنی کی واضح تائید قرآن مجید کی درج ذیل ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۝[4]

---

(۱) مکّی بن ابی طالب المقری، الهداية إلى بلوغ النهاية، ۲:۱۰۹۹-۱۱۰۰

(۲) أبو اسحاق الثعلبی، الكشف والبيان، ۳:۱۳۰

(۳) أبو اسحاق الثعلبی، الكشف والبيان، ۳:۱۳۲

(۴) آل عمران، ۳:۱۹۹

اور بے شک کچھ اَہلِ کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر بھی (ایمان لاتے ہیں) جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی اور ان کے دل اللہ کے حضور جھکے رہتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے عوض قلیل دام وصول نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہےo

ان تمام آیاتِ قرآنی کا ماحصل یہ ہے کہ اُمَمِ سابقہ اور بالخصوص اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) میں حضور ﷺ کی بعثت کے وقت مومن، فاسق اور کافر ہر طرح کے لوگ موجود تھے۔ اس کا اِنحصار اِس اَمر پر تھا کہ کون کتنا تورات و اِنجیل کی صحیح تعلیمات پر قائم ہے اور کون کتنا منحرف ہو چکا ہے، کون کس قدر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح ہدایات پر عمل پیرا ہے اور کون کس قدر رُوگردانی کر چکا ہے، کون کہاں تک ایمانی تسلسل کے عمل کے لیے بعثتِ محمدی کی بشارتوں پر قائم ہے اور کون تحریفِ کتب اور تغیرِ عقائد کے اَثرات قبول کرکے حسد، تکبر اور انکار و جحود کی کیفیات کا شکار ہو چکا ہے۔ الغرض یہ تمام تقسیم بعثتِ محمدی سے قبل بھی موجود تھی۔ جب حضور ﷺ کی بعثت ہوگئی اور تمام لوگ بلا تفریق حضور ﷺ پر ایمان لانے کے پابند ہوگئے تو جملہ تقسیمات ختم ہوگئیں۔ اب صرف ایک ہی تقسیم رہ گئی اور وہ یہ کہ جو رسولِ آخر الزماں ﷺ پر ایمان لے آیا، مومن قرار پا گیا اور جس نے انکار کر دیا، کافر ہوگیا۔

اس لیے سورۂ آل عمران کی آیات نمبر۱۱۳ تا ۱۱۵ (جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) کے متصلاً بعد اِرشاد فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللهِ شَيْئًا ط وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَo(۱)

یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ہے نہ ان کے مال انہیں اللہ (کے عذاب) سے کچھ بچا سکیں گے اور نہ ان کی اولاد، اور وہی لوگ جہنمی ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گےo

(۱) آل عمران، ۳:۱۱٦

ربط بین الآیات کے تفسیری اُصول سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بعثتِ محمدی سے قبل بعض اَہلِ کتاب خواہ کتنے ہی مومن و صالح کیوں نہ تھے اگر وہ نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان نہیں لائے تو کافر قرار پا گئے۔ اس آیت میں ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کے کلمات کی نسبت دو قول ہیں: مجاہد کا قول ہے کہ اس میں کفار و مشرکینِ مکہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ مقاتل کا قول ہے کہ اس میں اَہلِ کتاب کے فاسق طبقہ کی طرف اشارہ ہے۔[1]

ابن جریر نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَهٰذَا وَعِيدٌ مِنَ اللهِ ﷻ لِلْأُمَّةِ الْأُخْرَى الْفَاسِقَةِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، الَّذِينَ أَخْبَرَ عَنْهُمْ بِأَنَّهُمْ فَاسِقُونَ وَأَنَّهُمْ قَدْ بَاءُوا بِغَضَبٍ مِنْهُ، وَلِمَنْ كَانَ مِنْ نُظَرَائِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ بِاللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ ﷺ مِنْ عِنْدِ اللهِ. يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهُ: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾[2] يَعْنِي الَّذِينَ جَحَدُوا نُبُوَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَكَذَّبُوا بِهِ، وَبِمَا جَاءَهُمْ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللهِ؛ ﴿لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللهِ شَيْئًا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝﴾[3].[4]

اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَہلِ کتاب کے دوسرے فاسق گروہ کے لیے وعید ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ وہ فاسق ہیں اور اِس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ وعید اُنہی کی طرح کے دوسرے کفّار کے لیے بھی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کرتے

---

(۱) ۱۔ مقاتل بن سلیمان، التفسیر، ۱:۱۵۸

۲۔ ابن الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ۱:۳۴۵

(۲) آل عمران، ۳:۱۰

(۳) آل عمران، ۳:۱۰

(۴) ابن جریر الطبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳:۵۷

ہیں، اور جو کچھ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اس کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ ’بے شک جنہوں نے کفر کیا‘ یعنی وہ لوگ جنہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کا اِنکار کیا اور آپ ﷺ کو اور جو کچھ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اُسے جھٹلایا۔ ﴿لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِکَ هُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِ ۙ﴾ ’بے شک جنہوں نے کفر کیا نہ ان کے مال انہیں اللہ (کے عذاب) سے کچھ بچا سکیں گے اور نہ ان کی اولاد، اور وہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں‘۔

اِسی تفسیر کو امام مکی بن ابی طالب المقری نے ’الهداية إلى بلوغ النهاية‘ میں، امام ابوالحسن الواحدی نے ’الوسيط‘ میں، امام نیشاپوری نے ’الغرائب‘ میں، امام ابو حیان نے ’البحر المحيط‘ میں اور امام قرطبی نے ’الجامع لأحكام القرآن‘ میں اختیار کیا ہے۔ وہ مقاتل کا قول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اَہلِ کتاب کے مومنین کا ذکر کر دیا تو سیاق و سباق یہی تقاضا کرتا تھا کہ اب اَہلِ کتاب ہی کے کفار کا ذکر کیا جاتا، سو اس مقام پر ان کا بیان آ گیا ہے۔

تیسرا قول منافقین کی نسبت بھی آیا ہے، مگر یاد رہے کہ منافقین بھی مدینے کے اَہلِ کتاب میں سے ہی وجود میں آئے تھے۔

۵۔ یہود و نصاریٰ کی نسبت شرعی حکم کیا ہے؟

قرآن و سنت کے وسیع اور عمیق مطالعہ سے یہود و نصاریٰ کی نسبت دو قسم کے اَحکام صراحت کے ساتھ ملتے ہیں:

ایک: ان کے عدمِ قبولِ اِسلام کے باعث کفر کا حکم۔

دوسرا: دیگر کفار و مشرکین سے ان کی شرعی حیثیت کے مختلف ہونے کا حکم۔

اب ہم دونوں اِعتبار سے اس امر کا جائزہ لیتے ہیں:

(۱) یہود و نصاریٰ کی نسبت عدمِ قبولِ اِسلام کے باعث کفر کا حکم

جہاں تک اس پہلو کا تعلق ہے، یہ ہرگز مختلف فیہ نہیں ہے۔ ہم اسے صراحت و وضاحت کے ساتھ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہود و نصاریٰ، چونکہ اَہلِ کتاب ہیں، سو یہ دونوں طبقات اَصلاً کفار و مشرکین میں سے نہیں تھے۔ یہ بنیادی طور پر تمام انبیاء و رُسل کی اُمتوں کی طرح اُمتِ مسلمہ کا تسلسل تھے۔ یہود، حضرت موسیٰ ﷺ کی اُمت ہیں۔ وہ اَصلاً بنی اسرائیل تھے مگر بعد میں ان کے لیے یہی نام معروف ہوگیا۔

یہود کا معنی:

عربی زبان میں **هَادَ يَهُودُ هَوُدًا** کے معنی 'توبہ کرنا اور حق کی طرف رجوع کرنا' کے آئے ہیں۔ **اَلتَّهَوُّد** بھی 'توبہ اور عملِ صالح' کے لیے بولا جاتا ہے، اسی طرح **اَلتَّهَوُّد** اور **اَلتَّهْوِيْد** بالترتیب 'چلنے میں نرمی اور سکون' کے لیے اور 'گفتگو میں سکون اور دھیما پن' کے لیے بولے جاتے ہیں۔ **اَلْمُهَاوَدَة** 'مصالحت' کے معنی میں آتا ہے۔(۱) بدقسمتی سے ان کا تاریخی کردار ان سب معانی کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لفظ کی اصل قرآن مجید میں یہ بتائی گئی ہے:

اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْکَ. (۲)

بے شک ہم تیری طرف تائب و راغب ہو چکے۔

اِس لحاظ سے یہ اسم مدح تھا مگر ان کی شریعت کے منسوخ ہو جانے کے بعد ان کے لازمی نام اور پہچان کے طور پر معروف ہوگیا، خواہ اس میں مدح باقی نہ بھی رہی ہو۔ اسی طرح نصاریٰ کا لفظ بھی اصل میں ﴿مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللهِ﴾ اور ﴿نَحْنُ اَنْصَارُ اللهِ﴾(۳) سے مشتق

---

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۳: ۴۳۹-۴۴۰

۲۔ ابن فارس، معجم مقاييس اللغة، ۶: ۱۷

(۲) الأعراف، ۷: ۱۵۶

(۳) آل عمران، ۳: ۵۲

ہے جو اُن کی شریعت کے منسوخ ہو جانے کے بعد ان کا لازمی نام اور پہچان بن گیا۔ اس لیے قرآن میں ان دونوں کا تذکرہ ان ناموں کے ساتھ آیا ہے۔

جب ان طبقات نے اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام ’اِسلام‘ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور قرآن مجید کی تکذیب کے مرتکب ہوئے تو بالاتفاق کافر ہوگئے۔ مزید یہ کہ اُنہوں نے اپنی کتاب اور عقیدۂ توحید میں بھی تحریف کر ڈالی اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اُلوہیت و اِبنیت کا عقیدہ وضع کر لیا، پھر عقیدۂ توحید کی باطل تعبیر ’تثلیث‘ کے نام سے اپنالی، یہ سب اُمور بھی ان کے کفر کا باعث بنے۔ قرآن مجید سے اس کی تائید یوں ملتی ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ط وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ط قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ط يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ز وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ز فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝(۱)

بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ مسیح ابن مریم ہی (تو) ہے، آپ فرما دیں: پھر کون (ایسا شخص) ہے جو اللہ (کی مشیت میں) سے کسی شے کا مالک ہو؟ اگر وہ اس بات کا ارادہ فرمالے کہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور سب زمین والوں کو ہلاک فرما دے گا (تو اس کے فیصلے کے خلاف انہیں کون بچا سکتا

(۱) المائدة، ۵:۱۷-۱۹

ہے؟) اور آسمانوں اور زمین اور جو (کائنات) ان دونوں کے درمیان ہے (سب) کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہےo اور یہود اور نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ فرما دیجیے: (اگر تمہاری بات درست ہے) تو وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جن (مخلوقات) کو اللہ نے پیدا کیا ہے تم (بھی) ان (ہی) میں سے بشر ہو (یعنی دیگر طبقات انسانی ہی کی مانند ہو)، وہ جسے چاہے بخشش سے نوازتا ہے اور جسے چاہے عذاب سے دو چار کرتا ہے، اور آسمانوں اور زمین اور وہ (کائنات) جو دونوں کے درمیان ہے (سب) کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور (ہر ایک کو) اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہےo اے اہلِ کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارے (یہ آخر الزمان) رسول (ﷺ) پیغمبروں کی آمد (کے سلسلے) کے منقطع ہونے (کے موقع) پر تشریف لائے ہیں، جو تمہارے لیے (ہمارے احکام) خوب واضح کرتے ہیں، (اس لیے) کہ تم (عذر کرتے ہوئے یہ) کہہ دو گے کہ ہمارے پاس نہ (تو) کوئی خوشخبری سنانے والا آیا ہے اور نہ ڈر سنانے والا۔ (اب تمہارا یہ عذر بھی ختم ہو چکا ہے کیوں کہ) بلاشبہ تمہارے پاس (آخری) خوشخبری سنانے اور ڈر سنانے والا (بھی) آ گیا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہےo

اِسی طرح ارشاد فرمایا گیا ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo(1)

بے شک ایسے لوگ (بھی) کافر ہوگئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے، حالاں کہ معبودِ یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اگر وہ ان (بیہودہ باتوں) سے جو وہ کہہ رہے ہیں باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو

(۱) المائدة، ۵:۷۳

دردناک عذاب ضرور پہنچے گاo

'صحیح مسلم' میں بھی اِس اَمر کی صراحت آئی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے سیدنا ابو ہریرہ ﷺ نے روایت کیا ہے:

وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِی أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِی أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ. (۱)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اِس اُمت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت (کی خبر) سنے - خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی - پھر وہ شخص مر جائے درآں حالیکہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا حق دار نہیں ہوگا۔

اِس لحاظ سے تمام غیر مسلم طبقات - خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا دیگر کفارِ مشرکین و غیر مشرکین جنہوں نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کو قبول نہیں کیا۔ سب کے لیے ایک ہی حکم ہے۔

(۲) یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار و مشرکین میں تفریق کا حکم

اب اِس مسئلے کا دوسرا رُخ سامنے لانا مقصود ہے جس کے سمجھنے میں کئی لوگوں کو اِشکال وارِد ہوا ہے اور اس کی بعض جہتوں پر ائمہِ مذاہب میں بھی کچھ اختلاف ہے۔ (ہم نے اِس باب میں اِمام اعظم ﷺ کا مذہب اپنایا ہے جس کی تفصیلات آگے آئیں گی۔) یہ گوشہ بہت غور طلب ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اِس وقت مذاہبِ عالم میں صرف دو طبقات 'یہود و نصاریٰ' ہی ایسے ہیں جنہیں عقائد کی جملہ خرابیوں کے باوجود 'اَہلِ کتاب' یعنی People of the

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ إلى جميع الناس ونسخ الملل بملته، ۱: ۱۳۴، رقم: ۱۵۳

Book یا Believers of the Book کا درجہ حاصل ہے۔ یہ درجہ انہیں خود قرآن مجید اور سنتِ نبوی ﷺ نے دیا تھا۔ اِس معاملے میں چند سوالات کا جواب نہایت ضروری ہے۔

پہلا سوال: یہ کہ ان کے عقائد میں توحید کی جگہ تثلیث آ چکی ہے جو کہ صریح شرک کی ایک صورت ہے، کیا اس کے باوجود وہ اَہلِ کتاب ہی رہیں گے؟ اس کا جواب اِثبات میں ہے۔ آج تک اَئمہ دین اور فقہاء اسلام میں سے کسی نے بھی بنابریں ان کے اَہلِ کتاب ہونے سے اختلاف نہیں کیا کیونکہ یہ نص قرآن سے ثابت ہے۔

یاد رہے کہ نصاریٰ (عیسائیوں) کے عقائد میں 'تثلیث' کا تصور عہدِ رسالت مآب ﷺ کے بعد یا آج کے دور میں داخل نہیں ہوا۔ یہ بعثتِ محمدی اور نزولِ قرآن کے زمانہ سے بہت پہلے ان کے عقائد کا حصہ بن چکا تھا۔ اس لیے قرآن مجید نے جابجا اس کی تردید کی ہے اور واضح ارشاد فرمایا ہے:

فَاٰمِنُوْا بِاللهِ وَرُسُلِهٖ ج وقف وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ. (۱)

پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ (معبود) تین ہیں۔

اِس کے باوجود قرآن مجید میں انہیں 'اَہلِ کتاب' ہی کا درجہ دیا گیا۔ یہ نام ان کے عقائد کی درستگی یا خرابی سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ان کی مذہبی اَصل سے ہے۔ چونکہ وہ تورات اور اِنجیل کو ماننے والے تھے اور اَصلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت تھے؛ سو انہیں اُن کفار و مشرکین سے الگ شناخت دے دی گئی جو سرے سے نہ آسمانی وحی کے قائل تھے، نہ کسی الہامی کتاب کے، نہ کسی پیغمبر اور اس کی شریعت کو مانتے تھے؛ نہ بعث بعد الموت اور روزِ قیامت کو، نہ جزا وسزا اور جنت و دوزخ کو، نہ ملائکہ کے وجود کو اور نہ ہی تقدیرِ الٰہی کو مانتے تھے۔ یا یہ کہ وہ بنیادی طور پر بت پرست، ستارہ پرست، آتش پرست یا مظاہر پرست تھے اور شروع سے ہی توحید کے بجائے شرک کی راہ پر گامزن تھے۔ اُنھوں نے پیغامِ الٰہی کو اصلاً قبول ہی نہیں کیا تھا جبکہ یہود و نصاریٰ، اپنے عقائد کی ساری خرابیوں کے باوجود ان تمام اعتقادی اُصولوں پر اصلاً

(۱) النساء، ۴: ۱۷۱

ایمان رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ ان کے کفر کا سبب صرف بعثتِ محمدی کا انکار کرنا اور عقائد میں بگاڑ کا داخل کر دینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے کفار و مشرکینِ مکہ کو یا ستارہ پرستوں اور مجوسیوں کو یا دیگر مشرکوں کو کہیں بھی 'اَہلِ کتاب' نہیں کہا کیونکہ وہ صاحبانِ کتاب تھے ہی نہیں۔ یہ لقب قرآن مجید میں بھی اور حدیثِ نبوی ﷺ میں بھی صرف اِنہی دو طبقات کے لیے خاص رہا ہے جب کہ وہ عقیدۂ تثلیث کو نزولِ قرآن سے بہت پہلے ہی اپنا چکے تھے۔

دوسرا سوال: یہ کہ ان کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق اُلوہیت اور اِبنیت (خدا اور خدا کا بیٹا ہونے) کا تصور بھی واضح طور پر آچکا ہے۔ یہ بھی کفر و شرک ہے۔ کیا اس صورت میں بھی وہ 'اَہلِ کتاب' ہی رہیں گے؟ اس کا جواب بھی اثبات میں ہے۔ تفصیل پہلے سوال کے جواب میں آچکی ہے۔ ان کے ہاں اِبنیت و اُلوہیتِ مسیح کا عقیدہ بھی نزولِ قرآن اور بعثتِ محمدی سے پہلے موجود تھا۔ اِس وجہ سے اِس عقیدے کا ردّ بھی قرآن مجید میں جابجا آیا ہے، جیسا کہ اِرشادِ ربانی ہے:

قَالُوْٓا اِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ. (۱)

وہ کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ مسیح ابن مریم ہی (تو) ہے۔

اِسی طرح یہود و نصاریٰ، دونوں کی نسبت بیان کیا گیا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قَاتَلَهُمُ اللهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ (۲)

اور یہود نے کہا: عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا: مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کا (لغو) قول ہے جو اپنے مونہہ سے نکالتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے

---

(۱) المائدۃ، ۵:۱۷

(۲) التوبۃ، ۹:۳۰

قول سے مشابہت (اختیار) کرتے ہیں جو (ان سے) پہلے کفر کر چکے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں○

معلوم ہوا کہ اِس اِعتقادی خرابی کے باوجود ان سے 'اَہلِ کتاب' ہونے کی حیثیت واپس نہیں لی گئی۔ قرآن نے اسے برقرار رکھا۔

تیسرا سوال: تورات اور انجیل میں تحریف کا ہے کہ جن کتابوں کو یہ لوگ آج مانتے ہیں، وہ حقیقی اور اصلی کتابیں نہیں جو نازل ہوئی تھیں بلکہ محرف اور متبدل ہیں۔ سو واضح رہے یہ معاملہ بھی نیا نہیں۔ ان کی کتابوں میں تحریف، نزولِ قرآن اور بعثتِ محمدی سے تین صدیاں پہلے ہوچکی تھی۔ یہ تاریخ سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں جابجا آیا ہے۔ ارشاد ہے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ لا وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ. (۱)

وہ لوگ (کتابِ الٰہی کے) کلمات کو ان کے (صحیح) مقامات سے بدل دیتے ہیں اور اس (رہنمائی) کا ایک (بڑا) حصہ بھول گئے ہیں جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی۔

مزید اِرشادِ ربانی ہے:

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ م بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ○ (۲)

جب کہ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ ایسے (بھی) تھے کہ اللہ کا کلام (تورات) سنتے پھر اسے سمجھنے کے بعد (خود) بدل دیتے حالاں کہ وہ خوب جانتے تھے (کہ حقیقت کیا ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں)○

اِسی طرح ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ

(۱) المائدة، ۵:۱۳

(۲) البقرة، ۲:۷۵

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًاؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ○(۱)

پس ایسے لوگوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنے ہی ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اﷲ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑے سے دام کما لیں، سو ان کے لیے اس (کتاب کی وجہ) سے ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے تحریر کی اور اس (معاوضہ کی وجہ) سے تباہی ہے جو وہ کما رہے ہیں○

چنانچہ اِن تمام کتابی تحریفات اور اِعتقادی خرافات کے باوجود جب ان کا 'اَہلِ کتاب' ہونا قرآن و سنت نے برقرار رکھا ہے تو ہم اس میں کیسے تامل کر سکتے ہیں؟ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ کو قرآن مجید میں ۳۱ مرتبہ 'اَهْلَ الْكِتَاب' کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے، جبکہ ۱۶ مرتبہ 'اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَاب' کہہ کر اور ۸ مرتبہ 'اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَاب' کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کو انہی عقائد و اَعمال کے مجموعے کے ساتھ نہ صرف 'اَہلِ کتاب' تسلیم کیا ہے بلکہ اس عنوان کی تسلسل کے ساتھ توثیق کی ہے۔ اِسی طرح حدیث، تفسیر اور سیرت کی کتب میں تیس ہزار (۳۰,۰۰۰) سے زائد مرتبہ ان کا ذکر 'اَہلِ کتاب' کے عنوان سے آیا ہے۔ جب کہ مذاہبِ اَربعہ کی کتبِ فقہ اور کتبِ عقائد میں پندرہ ہزار (۱۵,۰۰۰) سے زائد مرتبہ اسی عنوان سے ان کا ذکر ملتا ہے۔ (میں نے یہ تعداد اُن کتب سے لی ہے جو اِس وقت کینیڈا کے قیام کے دوران میری دسترس اور مطالعہ میں ہیں، ورنہ عدد اس سے کئی گنا زیادہ ہوگا۔) اس بات کا ذکر صرف یہ نکتہ سمجھانے کے لیے کیا ہے کہ اَحادیثِ نبوی ﷺ، آثارِ صحابہ و تابعین، اَقوالِ سلف الصالحین اور اَکابر علماء و فقہاءِ اُمت کی تصنیفات میں انہیں اِبنیت، اُلوہیت اور تثلیث وغیرہ جیسی اِعتقادی تحریفات و خرافات کے باوجود ہمیشہ 'اَہلِ کتاب' ہی لکھا گیا ہے۔ پندرہ صدیوں پر مشتمل اِسلامی تاریخ میں کسی ایک عالم اور فقیہ نے بھی ان کے لیے اِس عنوان کے حوالے سے اختلاف نہیں کیا۔ آج اس قسم کی بحث کو جنم دینا درحقیقت

(۱) البقرة، ۲: ۷۹

قرآن وسنت کی تعلیمات اور پوری اِسلامی تاریخ کو ردّ کرنے کے مترادف ہے۔

٦۔ اَدیانِ عالم کی تقسیم اور یہود و نصاریٰ کی حیثیت

یہ سوال علمی، اِعتقادی اور فقہی ہر اِعتبار سے اَہم ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اِس باب میں دو طرح کی تقسیمات پائی جاتی ہیں:

ایک: اَدیانِ عالم کی تاریخ اور بین الاقوامی زاویۂ نگاہ پر مبنی تقسیم۔

دوسری: دینِ اِسلام کے ردّ و قبول پر مبنی تقسیم۔

دونوں طریقے درست ہیں۔ ایک تاریخی ہے، دوسرا اعتقادی۔ کسی ایک کا دوسرے سے کوئی تضاد و تعارض نہیں ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے طریقے پر مبنی تقسیم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اِنسان کا زاویہ نگاہ بین الاقوامی ہو، وہ تقابلِ اَدیان کا طالب علم ہو، اس لیے کہ پوری دنیا میں شرق سے غرب تک، عالم اِسلام سمیت، جہاں بھی اَدیانِ عالم کا تقابلی مطالعہ کروایا جا رہا ہے یا اس پر لکھا جا رہا ہے وہ تقسیم اَدیان کا عالمی اور تاریخی زاویہ نگاہ ہی ہے۔ اِس پر مسلم علماء و مفکرین اور غیر مسلم مفکرین میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اِس تقسیم کی سمجھ اگر پاک و ہند کے بعض مذہبی حلقوں کو نہ آئے یا کچھ لوگ اس تقسیم کو ہی ماننے سے انکار کر دیں تو اس کا سبب ان کی فکر و سمجھ کا جمود اور عالمی نقطہ نگاہ کا فقدان ہے۔ ہمارے کچھ علما محض اپنے مخصوص اور محدود ماحول میں بند رہتے ہیں۔ وہ دینِ اِسلام کے اندر بین المسالک رابطہ و مکالمہ (intra-faith dialogue) سے بھی کوسوں دور ہوتے ہیں، چہ جائیکہ وہ بین الاقوامی سطح پر بین المذاہب رابطہ و مکالمہ (interfaith dialogue) تک اپنا دامنِ فکر اور زاویہ نگاہ وسیع کریں۔ اِس وسعتِ فکر و نظر کے فقدان کے باعث بعض اَوقات ایک ہی حقیقت کا دوسرا رُخ سمجھنے اور سمجھانے میں دشواری ہوتی ہے حالاں کہ دونوں طریقوں کی اَصل قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ اب ہم براہِ راست مسئلہ تقسیمِ اَدیان کی طرف آتے ہیں۔

(ا) تاریخی تقسیم پر قرآنی بیان

تاریخی اِعتبار سے اَدیانِ عالم کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: اِلہامی مذاہب اور غیر اِلہامی مذاہب۔ اِنہیں سامی اَدیان اور غیر سامی اَدیان بھی کہتے ہیں۔

(ا) اِلہامی (سامی) مذاہب

اِلہامی (سامی) مذاہب میں وہ اَدیان شامل ہیں جو اَصلاً وحیِ اِلٰہی اور کسی رسول کی بعثت سے تشکیل پذیر ہوئے تھے اور ان کے ماننے والے کسی نہ کسی آسمانی کتاب اور ملّت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ مزید یہ کہ ان کے عقائد میں اَصلاً توحید و رِسالت کا بنیادی تصور، نزولِ وحی اور کتبِ سماوی کے اِقرار سمیت آخرت اور بعث بعد الموت، وجودِ ملائکہ، تقدیرِ اِلٰہی، جزا و سزا، جنت و جہنم، حساب و کتاب اور مغفرت و شفاعت ایسے معتقدات شامل ہیں۔ اگرچہ مرورِ زمانہ کے باعث اِن میں سے بعض عقائد و تصورات میں تحریف ہوگئی ہو اور عقائد کی تعبیر و تشریح میں بگاڑ آ گیا ہو یا اِن میں عقائدِ باطلہ اور اَعمالِ سیئہ کا اِضافہ ہوگیا ہو، مگر اِن سب باتوں کے باوُجود وہ دعویٰ اِسی کتاب، ملّت اور شریعت کا کرتے ہوں۔ ان میں بالترتیب یہودیت (Judaism)، عیسائیت (Christianity) اور اِسلام (Islam) تینوں اَدیان شامل ہیں اور اِن کے ماننے والے بالترتیب یہود (Jews)، نصاریٰ (Christians) اور مسلمان (Muslims) کہلاتے ہیں۔ اِس تقسیم میں انہیں دیگر غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب سے جدا سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ ان میں سے ہر ایک طبقہ کسی نہ کسی آسمانی کتاب اور شریعت پر عقیدہ اور یقین رکھتا ہے اور اس کے ماننے کا دعویٰ کرتا ہے - جیسے مسلمان قرآن پر، یہودی تورات پر اور عیسائی اِنجیل پر عقیدہ رکھتے ہیں یا عقیدہ رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں - اِس وجہ سے یہ تینوں طبقات Believers of the Book کہلاتے ہیں۔ اِن تینوں مذاہب کو 'اِبراہیمی اَدیان (Abrahamic Religions)' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ تینوں سیدنا اِبراہیم علیہ السلام سے منسوب ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سلسلۂ اِبراہیمی کی اِسرائیلی شاخ سے مبعوث ہوئے جب کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سلسلۂ ابراہیمی کی اِسماعیلی شاخ کے نصیب میں لکھی گئی۔ گویا تینوں اَدیان کے ماننے

والوں کا مذہبی نسب نامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جا کر مل جاتا ہے۔ اِس وجہ سے یہ تینوں اَدیان تقسیم کی ایک سمت میں شمار کیے جاتے ہیں۔

(ب) غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب

دوسری طرف وہ تمام غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب آتے ہیں جن کی تشکیل اَصلاً آسمانی وحی، اِلہامی شریعت یا کسی پیغمبر کی بعثت سے نہیں ہوئی، نہ ان مذاہب کی بنیاد کسی آسمانی کتاب پر ہے اور نہ ہی وہ ملتِ توحید کے دعوے دار ہیں۔ ان کے ہاں نزولِ وحی، آسمانی کتب وصحائف، بعثتِ رُسل، ملائکہ، قیامت و آخرت، تقدیرِ اِلٰہی، بعث بعد الموت ایسے عقائد پر سرے سے ایمان ہی موجود نہیں ہے جو کہ اِلہامی (سامی) مذاہب میں اُصولی طور پر مشترک تھے۔

اِس کے برعکس ان کا عقیدہ اَصلاً کفر و شرک پر قائم ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ سے دعوتِ انبیاء کو ٹھکراتے رہے۔ وحیِ اِلٰہی اور آیاتِ ربانی کو (معاذ اللہ) انبیاء کی من گھڑت ایجادات اور ذاتی اختراعات سمجھتے رہے۔ ان پر نازل ہونے والی کتابوں اور صحیفوں کو اَباطیل اور اَساطیر الاوّلین کہتے رہے، نہ وہ بھیجنے والے خدا کے قائل تھے اور نہ کسی بھیجے گئے نبی اور رسول کے۔ وہ روزِ اَوّل سے ہی منکرینِ توحید و رسالت تھے، شروع سے ہی ان کے مذہب کی بنیاد شرک پر تھی یا اِنسان کے خود ساختہ خیالات، تصورات اور نظریات پر، ان مذاہب کے پیروکار چونکہ کسی بھی آسمانی کتاب اور شریعت کے ماننے والے نہیں ہیں اس لیے انہیں غیر اَہلِ کتاب یا Non-Believers کہا جاتا ہے۔

اگر قرآن مجید کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ فرق روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ باری تعالیٰ نے ہر دو طبقات کا ذِکر جدا جدا طریقے سے کیا ہے۔ دونوں کے عقائد و نظریات اور اِسلام یا پیغمبرِ اِسلام ﷺ سے اِختلاف و اِنکار کی بنیادیں بھی بالکل مختلف بیان کی گئی ہیں، جس سے دونوں قسموں کے مذاہب میں بنیادی فرق خوب اُجاگر ہو جاتا ہے۔ اَب ہم اِسی موضوع کے حوالے سے قرآن مجید کے بعض متعلقہ مقامات کا مطالعہ کرتے ہیں:

(۲) قرآن میں اَہلِ کتاب کے تذکرے کا اَنداز

قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر اَہلِ اِسلام اور یہود و نصاریٰ کا ذکر اور ان سب کی مقدس کتابوں کا ذکر ایک ہی تسلسل کے طور پر کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اِسلام کے علاوہ اِلہامی (سامی) مذاہب صرف دو ہیں، جن کے پیروکار 'اَہلِ کتاب' کہلاتے ہیں۔ قرآن مجید نے تینوں مذاہب کا ذکر اکٹھا کرکے اُصولی اور تاریخی لحاظ سے ان تینوں کو تقسیمِ اَدیان کی ایک سمت میں جمع کر دیا ہے۔

۱۔ ارشادِ ربانی ملاحظہ ہو:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ○(۱)

اور یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے سو (اب) تم اس کی پیروی کیا کرو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ (قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ تم کہیں یہ (نہ) کہو کہ بس (آسمانی) کتاب تو ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر اتاری گئی تھی اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے○

۲۔ اِسی طرح سورۃ التوبہ میں تینوں کا نام وعدۂ اِلٰہی کے طور پر اکٹھا مذکور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِیْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ

(۱) الأنعام، ۶:۱۵۵-۱۵۶

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُo(1)

بے شک اللہ نے اہلِ ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال، ان کے لیے (وعدۂ) جنت کے عوض خرید لیے ہیں، (اب) وہ اللہ کی راہ میں (قیامِ اَمن کے اعلیٰ تر مقصد کے لیے) جنگ کرتے ہیں، سو وہ (دورانِ جنگ) قتل کرتے ہیں اور (خود بھی) قتل کیے جاتے ہیں۔ (اللہ نے) اپنے ذمۂ کرم پر پختہ وعدہ (لیا) ہے، تَورات میں (بھی) انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی)، اور کون اپنے وعدہ کو اللہ سے زیادہ پورا کرنے والا ہے، سو (ایمان والو!) تم اپنے سودے پر خوشیاں مناؤ جس کے عوض تم نے (جان و مال کو) بیچا ہے، اور یہی تو زبردست کامیابی ہےo

۳۔ سورۃ الانعام میں ایک اور مقام پر کتابِ اِلٰہی (قرآن) کو پہلی کتابوں کا تصدیق کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَo(2)

اور یہ (وہ) کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، بابرکت ہے، جو کتابیں اس سے پہلے تھیں ان کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے۔ اور (یہ) اس لیے (نازل کی گئی ہے) کہ آپ (اولاً) سب (انسانی) بستیوں کے مرکز (مکّہ) والوں کو اور (ثانیاً ساری دنیا میں) اس کے اردگرد والوں کو ڈرسنائیں، اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اس پر وہی ایمان لاتے ہیں اور وہی لوگ اپنی نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیںo

۴۔ یہی مضمون سورۃ یونس میں یوں بیان ہوا ہے:

(۱) التوبة، ۹:۱۱۱

(۲) الأنعام، ۶:۹۲

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ○(١)

یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اسے اللہ (کی وحی) کے بغیر گھڑ لیا گیا ہو لیکن (یہ) ان (کتابوں) کی تصدیق (کرنے والا) ہے جو اس سے پہلے (نازل ہو چکی) ہیں اور جو کچھ (اللہ نے لوح میں یا احکامِ شریعت میں) لکھا ہے اس کی تفصیل ہے، اس (کی حقانیت) میں ذرا بھی شک نہیں (یہ) تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ہے○

۵۔ اِسی بات کو سورۃ فاطر میں اِس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ط اِنَّ اللهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌ م بَصِيْرٌ○(٢)

اور جو کتاب (قرآن) ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے، وہی حق ہے اور اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، بے شک اللہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر ہے خوب دیکھنے والا ہے○

٦۔ سورۃ آل عمران میں قرآن مجید کا تعارف تمام کتبِ ما سبق کی تصدیق کرنے والی کتاب کے طور پر یوں کرایا گیا ہے:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ○(٣)

(اے حبیب!) اسی نے (یہ) کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے (یہ) ان

---

(١) یونس، ١٠:٣٧

(٢) فاطر، ٣٥:٣١

(٣) آل عمران، ٣:٣

(سب کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے اتری ہیں اور اسی نے تورات اور اِنجیل نازل فرمائی ہےo

اِسی طرح تورات اور انجیل بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کے اَوصاف و کمالات کے ذکر پر مشتمل تھیں، گویا وہ کتابیں بھی اپنے ماننے والوں کے سامنے رسالتِ محمدی اور حقانیتِ قرآن کی تصدیق کرتی تھیں۔

۷۔ سورۃ الاعراف میں اِس کا بیان ملاحظہ ہو:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo(۱)

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر مِن جانبِ اللہ لوگوں کو اَخبارِ غیب اورمعاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اَوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) - جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے - ساقط فرماتے (اور اُنہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اِس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی

(۱) الأعراف، ۷:۱۵۷

فلاح پانے والے ہیںo

۸۔ یہاں تک کہ تورات اور اِنجیل میں جانثارانِ مصطفیٰ ﷺ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اَوصاف کا بھی تذکرہ موجود تھا۔ سورۃ الفتح میں اِرشادِ ایزدی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ج كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ج وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًاo(۱)

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ اُن کی نشانی اُن کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو بصورتِ نور نمایاں ہے)۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور ان کے (یہی) اوصاف اِنجیل میں (بھی مرقوم) ہیں۔ وہ (صحابہ ہمارے محبوبِ مکرّم کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے (سب سے پہلے) اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقت ور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور جب سرسبز و شاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشت کاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اِسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ اِن کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ ﷺ سے جلنے والے) کافروں کے دل جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور

(۱) الفتح، ۴۸:۲۹

نیک اعمال کرتے رہے مغفرت اور اَجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے○

اِسی طرح حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کو عطا کی جانے والی کتابوں اور صحیفوں کا ذکر بھی تسلسل کے ساتھ آیا ہے۔

ارشاداتِ قرآنی ملاحظہ ہوں:

۹۔ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی○ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی○[(۱)]

بے شک یہ (تعلیم) اگلے صحیفوں میں (بھی مذکور) ہے○ (جو) ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحائف ہیں○

۱۰۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ○[(۲)]

اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) پر بھی احسان کیے○

۱۱۔ وَاٰتَیْنٰهُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ○[(۳)]

اور ہم نے ان دونوں کو واضح اور بیّن کتاب (تورات) عطا فرمائی○

۱۲۔ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ ط وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا○[(۴)]

اے یحییٰ! (ہماری) کتاب (تورات) کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور ہم نے انہیں بچپن ہی سے حکمت و بصیرت (نبوت) عطا فرما دی تھی○

۱۳۔ سورۃ النساء میں اَنبیاء علیہم السلام پر وحیِ اِلٰہی کے تسلسل اور اِن سب کی اُمتوں کو ہدایت اور صراطِ مستقیم سے نوازے جانے کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

---

(۱) الأعلی، ۸۷: ۱۸-۱۹

(۲) الصافات، ۳۷: ۱۱۴

(۳) الصافات، ۳۷: ۱۱۷

(۴) مریم، ۱۹: ۱۲

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ○ (۱)

(اے حبیب!) بے شک ہم نے آپ کی طرف (اُسی طرح) وحی بھیجی ہے جیسے ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان کے بعد (دوسرے) پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل اور اسحاق و یعقوب اور (ان کی) اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف (بھی) وحی فرمائی، اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو (بھی) زبور عطا کی تھی ○

۱۴۔ اِسی طرح سورۃ الانعام میں اِرشاد ہوتا ہے:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (۲)

اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (علیہم السلام کو بھی ہدایت سے شرف یاب فرمایا)، اور ہم نے ان سب کو (اپنے زمانے کے) تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی ○ اور ان کے آباء (و اَجداد) اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی (بعض کو ایسی فضیلت عطا فرمائی) اور ہم نے انہیں (اپنے لطفِ خاص اور بزرگی کے لیے) چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرما دی تھی ○

۱۵۔ اسی سورۃ الانعام میں پھر ارشاد ہوتا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ

---

(۱) النساء، ۴:۱۶۳

(۲) الأنعام، ۶:۸۶–۸۷

فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰـفِرِيْنَ○[1]

(یہی) وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور حکمِ (شریعت) اور نبوّت عطا فرمائی تھی۔ پھر اگر یہ لوگ (یعنی کفّار) ان باتوں سے انکار کردیں تو بے شک ہم نے ان (باتوں) پر (ایمان لانے کے لیے) ایسی قوم کو مقرر کردیا ہے جو ان سے انکار کرنے والے نہیں (ہوں گے)○

۱۶۔ سورۃ الشعراء میں اِسی تسلسل کا ذکر ایک اور اچھوتے انداز میں آیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ○ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ○ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ○[2]

اور بے شک یہ (قرآن) سارے جہانوں کے رب کا نازل کردہ ہے○ اسے روح الامین (جبرائیل علیہ السلام) لے کر اترا ہے○ آپ کے قلبِ (انور) پر تاکہ آپ (نافرمانوں کو) ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیں○ (اس کا نزول) فصیح عربی زبان میں (ہوا) ہے○ اور بے شک یہ پہلی امتوں کے صحیفوں میں (بھی مذکور) ہے○

۱۷۔ سورۂ آل عمران میں اَہلِ کتاب کو قرآن کا گواہ ٹھہرا کر پھر اس کے اِنکار کی وجہ سے اِن الفاظ میں ان کی سرزنش کی گئی ہے:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ○[3]

اے اَہلِ کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کر رہے ہو حالاں کہ تم خود گواہ ہو

(۱) الأنعام، ۶:۸۹

(۲) الشعراء، ۲۶:۱۹۲-۱۹۶

(۳) آل عمران، ۳:۷۰

(یعنی تم اپنی کتابوں میں سب کچھ پڑھ چکے ہو)o

۱۸۔ اِسی سورۂ آل عمران میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَo (۱)

فرما دیں: اے اَہلِ کتاب! جو شخص ایمان لے آیا ہے تم اسے اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو؟ تم ان کی راہ میں بھی کجی چاہتے ہو حالاں کہ تم (اس کے حق ہونے پر) خود گواہ ہو، اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیںo

۱۹۔ سورۃ البینۃ میں اَہلِ کتاب کے کفر کی وضاحت کی گئی ہے اور اس کے سبب کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے تک وہ سب نبوت و رسالتِ محمدی پر متفق تھے کیونکہ ان کی اپنی کتابوں میں حضور ﷺ کی آمد کا کثرت کے ساتھ تذکرہ تھا۔ مگر بعثتِ محمدی کے بعد ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ کئی آپ ﷺ پر ایمان لے آئے اور کئی منکر ہوگئے حالانکہ اس سے قبل ان کے پاس جو دین تھا وہ اسلام ہی کی تعلیمات پر مشتمل تھا۔ ارشادِ ربانی ملاحظہ ہو:

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُo رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةًo فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌo وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُo وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِo اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِo (۲)

اہلِ کتاب میں سے جو لوگ کافر ہوگئے اور مشرکین اُس وقت تک (کفر سے) الگ

---

(۱) آل عمران، ۳:۹۹

(۲) البینۃ، ۹۸:۱-۶

ہونے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل (نہ) آ جاتیo (وہ دلیل) اللہ کی طرف سے رسول (آخر الزماں ﷺ) ہیں جو (ان پر) پاکیزہ اَوراقِ (قرآن) کی تلاوت فرماتے ہیںo جن میں درست اور مستحکم احکام (درج) ہیںo (ان) اَہلِ کتاب میں (نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے اور آپ کی شانِ اقدس کو پہچاننے کے بارے میں پہلے) کوئی پھوٹ نہ پڑی تھی مگر اس کے بعد کہ جب (بعثتِ محمدی کی) روشن دلیل ان کے پاس آ گئی (تو وہ باہم بٹ گئے کوئی ان پر ایمان لے آیا اور کوئی حسد کے باعث منکر و کافر ہوگیا)o حالانکہ انہیں فقط یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں، (ہر باطل سے جدا ہوکر) حق کی طرف یکسوئی پیدا کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی سیدھا اور مضبوط دین ہےo بے شک جو لوگ اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور مشرکین (سب) دوزخ کی آگ میں (پڑے) ہوں گے وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں، یہی لوگ بدترین مخلوق ہیںo

۲۰۔ پھر سورۃ الشوریٰ میں خود حضور نبی اکرم ﷺ، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب کے دین کا ایک ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب عظیم المرتبت رسولوں کی اُمتوں کا دین بھی ایک ہی تھا اور وہ دینِ اسلام تھا۔ ان سب کی دعوت بھی دعوتِ توحید تھی، جو مشرکوں پر گراں گزرتی تھی۔ یہی تسلسل حضور ختمی المرتبت ﷺ تک برقرار رہا، جس کا ذکر اِن الفاظ میں آیا ہے:

شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوۡحًا وَّالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَمَا وَصَّیۡنَا بِہٖۤ اِبۡرٰھِیۡمَ وَمُوۡسٰی وَعِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ ؕ کَبُرَ عَلَی الۡمُشۡرِکِیۡنَ مَا تَدۡعُوۡھُمۡ اِلَیۡہِ ؕ اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَھۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُo(۱)

(۱) الشوریٰ، ۴۲:۱۳

اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرّر فرمایا جس کا حکم اُس نے نُوح (علیہ السلام) کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا (وہ یہی ہے) کہ تم (اِسی) دین پر قائم رہو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو، مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ (توحید کی بات) جس کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں۔ اللہ جسے (خود) چاہتا ہے اپنے حضور میں (قربِ خاص کے لیے) منتخب فرما لیتا ہے اور اپنی طرف (آنے کی) راہ دکھا دیتا ہے (ہر) اس شخص کو جو (اللہ کی طرف) قلبی رجوع کرتا ہے ○

۲۱۔ پھر سورۃ البقرہ میں بعثتِ محمدی سے قبل اَہلِ کتاب کی ایمانی حالت اور حضور نبی اکرم ﷺ سے عقیدت و محبت کا ذکر بھی عجیب انداز سے کیا گیا ہے اور بعد ازاں اِنہی میں سے بعضوں کے کافر ہو جانے کا سبب بھی واضح کیا گیا ہے۔ ان دونوں حالتوں کا ذکر ملاحظہ فرمائیں:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْاۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ○[۱]

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (تورات) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالاں کہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب 'قرآن' کے وسیلے سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب 'قرآن' کے ساتھ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہو گئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے○

۲۲۔ اسی نکتہ کو سورۃ الرعد میں یوں بیان کیا گیا ہے:

---

(۱) البقرة، ۲:۸۹

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰـهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ○ (۱)

اور جن لوگوں کو ہم کتاب (تورات) دے چکے ہیں (اگر وہ صحیح مومن ہیں تو) وہ اس (قرآن) سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان (ہی کے) فرقوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اس کے کچھ حصہ کا انکار کرتے ہیں، فرما دیجیے کہ بس مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ ٹھہراؤں، اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے○

۲۳۔ پھر اَہلِ کتاب کے اِنکار کی روش اِختیار کرنے سے قبل قرآن مجید کو حق جاننے اور سمجھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اِرشاد ہوتا ہے:

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰـهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّـهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ○ (۲)

(فرما دیجیے:) کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم (وفیصل) تلاش کروں حالانکہ وہ (اللہ) ہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصّل (یعنی واضح لائحہ عمل پر مشتمل) کتاب نازل فرمائی ہے، اور وہ لوگ جن کو ہم نے (پہلے) کتاب دی تھی (دل سے) جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے (مبنی) برحق اتارا ہوا ہے پس آپ (ان اہلِ کتاب کی نسبت) شک کرنے والوں میں نہ ہوں (کہ یہ لوگ قرآن کا وحی ہونا جانتے ہیں یا نہیں)○

---

(۱) الرعد، ۱۳:۳۶

(۲) الأنعام، ٦:۱۱۴

۲۴۔ پھر سورۃ العنکبوت میں اِنہی میں سے ایمان لے آنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے:

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ط فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰـهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ج وَمِنْ هٰٓـؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ط وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰـفِرُوْنَ ۝ (۱)

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری، تو جن (حق شناس) لوگوں کو ہم نے (پہلے سے) کتاب عطا کر رکھی تھی وہ اس (کتاب) پر ایمان لاتے ہیں، اور اِن (اَہلِ مکّہ) میں سے (بھی) ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا اِنکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا ۝

۲۵۔ سورۂ سبا میں اِس اَمر کی مزید تصریح اِن الفاظ میں کی گئی ہے:

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ لا وَيَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ (۲)

اور ایسے لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (کتاب) آپ کے رب کی طرف سے آپ کی جانب اتاری گئی ہے وہی حق ہے اور وہ (کتاب) عزّت والے، سب خوبیوں والے (رب) کی راہ کی طرف ہدایت کرتی ہے ۝

۲۶۔ پھر اِسی بات کو یہود و نصاریٰ کے علماء کے حوالے سے دہرایا گیا ہے:

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ (۳)

اور کیا ان کے لیے (صداقتِ قرآن اور صداقتِ نبوتِ محمدی کی) یہ دلیل (کافی) نہیں ہے کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء (بھی) جانتے ہیں ۝

۲۷۔ پھر سورۃ القصص میں اَہلِ کتاب کی سابقہ اِیمانی حالت اور اُن کا قرآن مجید کی

(۱) العنکبوت، ۲۹:۴۷

(۲) سبا، ۳۴:۶

(۳) الشعراء، ۲۶:۱۹۷

صداقت وحقانیت پر اِعتماد بیان کیا گیا ہے۔ اِرشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰـھُمُ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِہٖ ھُمۡ بِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ○ وَاِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡھِمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِہٖۤ اِنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلِہٖ مُسۡلِمِیۡنَ ○[۱]

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عطا کی تھی وہ (اسی ہدایت کے تسلسل میں) اس (قرآن) پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں○ اور جب ان پر (قرآن) پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے بے شک یہ ہمارے رب کی جانب سے حق ہے، حقیقت میں تو ہم اس سے پہلے ہی مسلمان (یعنی فرماں بردار) ہو چکے تھے○

واضح رہے کہ اِس میں ان اَہلِ کتاب کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے اپنے سابقہ ایمان کو، جو حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت اور نزولِ قرآن سے متعلق تھا، برقرار رکھا اور اسی کے تسلسل میں حلقہ بگوشِ اِسلام ہوگئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد اَہلِ کتاب کو دعوتِ اِتحاد دی تو اِسلام اور اَہلِ کتاب کے درمیان توحید اور عدمِ شرک کو کلمہ مشترکہ (common ground) قرار دیا۔

۲۸۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلۡ یٰۤاَھۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشۡرِکَ بِہٖ شَیۡئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡھَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ○[۲]

آپ فرما دیں: اے اَہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم

---

(۱) القصص، ۲۸: ۵۲-۵۳

(۲) آل عمران، ۳: ۶۴

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو اللہ کے تابع فرمان (مسلمان) ہیں○

باری تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اُن کے عقائد میں آمیزشِ شرک ہو چکی ہے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اُلوہیت، اِبنیت اور پھر تثلیث کا عقیدہ اِختیار کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود 'توحید اور عدمِ شرک' کو ان کے اور اسلام کے درمیان قدرِ مشترک قرار کیوں دیا گیا؟ اس کی وجہ یہی تھی کہ سب اِعتقادی تحریفات کے باوجود وہ اپنی نسبت 'ملتِ توحید (Believers of one God)' ہونے کے دعویٰ پر قائم تھے اور خود کو شرک سے بری تصور کرتے تھے۔ وہ تثلیث کو توحید ہی کی تعبیر وتشریح خیال کرتے تھے جو کہ اسلام کے نزدیک سراسر باطل اور شرکیہ تعبیر تھی۔ جس کی عقیدۂ توحید میں کوئی گنجائش تھی نہ ہے مگر اَہلِ کتاب ہونے کے ناطے انہیں یہ زعم تھا کہ وہ بدستور اسی عقیدۂ توحید پر قائم ہیں جو تورات و اِنجیل کے ذریعے ان تک پہنچا ہے۔ چنانچہ قرآن نے اُن کے اِسی دعوے کو بنیاد بناتے ہوئے توحید کو اسلام اور اَہلِ کتاب کے درمیان نقطۂ اِشتراک قرار دیا اور انہیں دعوتِ اِتحاد دی۔ صاف ظاہر ہے کہ اِس طرح کی دعوت قرآن مجید نے کبھی دیگر کفار و مشرکین یعنی غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب کے پیروکاروں کو نہیں دی تھی کیونکہ ان کا سرے سے ملتِ توحید ہونے کا دعویٰ ہی نہیں تھا۔ ان میں اور اسلام کے درمیان عقیدۂ توحید، ہدایاتِ ربّانی اور تعلیماتِ کتاب جیسی کوئی قدرِ مشترک سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔

الغرض یہ اَمر بغیر شک و شبہ کے ثابت ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کا ذکر آیا ہے، وہاں یا تو عقائد و اَعمال میں اِسلام کے ساتھ ان کے مشترکات بیان ہوئے ہیں، یا ان کے عقائدِ صحیحہ سے بعد اَزاں اِنحراف کر جانے کا ذکر ہوا ہے، یا ان پر نازل ہونے والی کتب (تورات اور انجیل) کی تصدیق کا بیان ہوا ہے، یا بعدازاں ان میں کی گئی تحریف کا ذکر آیا ہے، یا ان کے حسد و عداوت اور نسلی رعونت کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی اور پیغمبر کو نہ ماننے کا بیان ہوا ہے، یا ان کے قتل جیسے کافرانہ اَفعال کا تذکرہ آیا ہے، یا

ان کی سود خوری، آیات فروشی اور اَحکام فراموشی کا بیان آیا ہے، یا پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی نسبت قدیم آسمانی بشارتوں کی بنا پر آپ ﷺ پر ایمان رکھنے اور آپ ﷺ سے توسل کرنے کا ذکر ملتا ہے، یا قرآن مجید کو حق و صداقت پر مبنی اللہ تعالیٰ کی کتاب ماننے اور حضور ﷺ کو آپ کے اَوصاف و کمالات کے حوالے سے خوب پہچاننے کا ذِکر ملتا ہے، یا ان میں سے بعض کے بدستور مومن رہنے، تلاوتِ آیات کرنے، رات کو سجدہ ریزیاں کرنے اور صالح زندگی گزارنے کا ذِکر ملتا ہے، یا بعض کے حضور ﷺ پر ایمان لے آنے اور بعض کے اِنکارِ رسالتِ محمدی کی بنا پر کافر ہو جانے کا ذِکر ملتا ہے۔

مختصر یہ کہ ان کے ایمان و کفر کی داستان دیگر کفار و مشرکین کی داستان سے بالکل الگ نوعیت کی ہے۔ جہاں ان کے کفر کی تصریح اور ان کے باطل عقائد کی تردید آئی ہے۔ وہاں ان کی کتب اور ان کے سابقہ عقائد کی بنا پر انہیں قرآن اور رسالتِ محمدی پر گواہ بھی ٹھہرایا گیا ہے۔ پھر انہی کے عقائد و اِعترافات کی بنا پر ان کے اِنکار و اِنحراف پر گرفت کی گئی ہے۔ پورے قرآن میں ایک مقام بھی ایسا نہیں ہے جہاں ان کی طرف اَصلاً عقیدۂ توحید کی نفی اور اِستہزاء، کلیتًا اِنکارِ رسالت اور مطلقاً تکذیبِ وحی کو منسوب کیا گیا ہو بلکہ رسالتِ محمدی کے اِنکار کے وقت ان کے اِنہی سابقہ عقائد کو دلیل بنا کر انہیں سچائی کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ اِنہی مسلمات و مشترکات کو بنیاد بناتے ہوئے انہیں دعوتِ اسلام دی گئی ہے اور اس دعوت کے اِنکار کے باعث انہیں کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ اس کے برعکس جب دیگر کفار و مشرکین کا ذکر آیا ہے جو اِلہامی مذاہب میں سے کسی کے پیروکار نہیں تھے تو ان کا ذکر، ان کی مذمت اور ان کے کفر کی وجوہ یکسر مختلف نوعیت کی بیان کی گئی ہیں۔

(۳) قرآن میں غیر اَہلِ کتاب (کفار و مشرکین) کے تذکرے کا انداز

اَب ہم قرآنِ مجید سے بطور نمونہ چند ایسے مقامات کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں اُن

کفار و مشرکین کا ذکر آیا ہے جو اَہلِ کتاب نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی اِلہامی مذہب رکھتے ہیں، تاکہ قرآن مجید کے حوالے سے اِلہامی اور غیر اِلہامی مذاہب کا فرق اور اس فرق کی نوعیت واضح ہو سکے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان کے حوالے سے ہر جگہ مطلقاً اِنکارِ وحی بلکہ تضحیکِ وحی کا ذکر ملتا ہے، کلیتًا نظامِ نبوت و رسالت کا انکار ملتا ہے، عقیدۂ توحید کا ردّ بلکہ استہزاء ملتا ہے۔ واضح طور پر بت پرستی کی شکل میں ان کے شرک کی مسلسل تصریح ملتی ہے۔ یہاں ان کے کفر کی وجوہ اور تفصیلات کا بیان پڑھ کر واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کے نزدیک یہ بالکل دوسری قسم کا طبقہ ہے جس کی وجہ سے تقابلِ اَدیان کے علماء نے ان کے لیے الگ نوع (category) مقرر کی ہے، اور اِلہامی (سامی) مذاہب اور غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب کو بالکل دو الگ الگ قسمیں شمار کیا ہے۔

۱۔ وحیِ اِلٰہی کی حقیقت کا اِنکار

۱۔ سورۃ الفرقان میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْا ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝[1]

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) محض افتراء ہے جسے اس (مدعیٔ رسالت) نے گھڑ لیا ہے اور اس (کے گھڑنے) پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے بے شک کافر ظلم اور جھوٹ پر (اتر) آئے ہیں ۝

۲۔ سورۃ ہود میں ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝[2]

---

(۱) الفرقان، ۲۵:۴

(۲) هود، ۱۱:۳۵

(اے حبیبِ مکرّم!) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے؟ فرما دیجیے: اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے جرم (کا وبال) مجھ پر ہوگا اور میں اُس سے بری ہوں جو جرم تم کر رہے ہو○

۳۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍم بَلِ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌج فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ○(۱)

بلکہ (ظالموں نے یہاں تک) کہا کہ یہ (قرآن) پریشان خوابوں (میں دیکھی ہوئی باتیں) ہیں بلکہ اس (رسول ﷺ) نے اسے (خود ہی) گھڑ لیا ہے بلکہ (یہ کہ) وہ شاعر ہے (اگر یہ سچا ہے) تو یہ (بھی) ہمارے پاس کوئی نشانی لے آئے جیسا کہ اگلے (رسول نشانیوں کے ساتھ) بھیجے گئے تھے○

۴۔ سورۃ السجدۃ میں ان ہی کا قول اس طرح بیان ہوا ہے:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُج بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰـهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ○(۲)

کیا کفار و مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اسے اس (رسول ﷺ) نے گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت پائیں○

۵۔ پھر سورۃ سبا میں بھی اس امر کی تصدیق یوں آئی ہے:

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰـتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْج وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًیط وَقَالَ الَّذِیْنَ

(۱) الأنبیاء، ۲۱:۵

(۲) السجدة، ۳۲:۳

كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ○[۱]

اور جب اُن پر ہماری روشن آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: یہ (رسول ﷺ) تو ایک ایسا شخص ہے جو تمہیں صرف اُن (بتوں) سے روکنا چاہتا ہے جن کی تمہارے باپ دادا پوجا کیا کرتے تھے، اور یہ (بھی) کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) محض من گھڑت بہتان ہے، اور کافر لوگ اس حق (یعنی قرآن) سے متعلق جب کہ وہ اِن کے پاس آچکا ہے، یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو محض کھلا جادو ہے○

الغرض ایسے کئی مقامات ہیں جہاں ان کفار کا مطلقاً وحیِ اِلٰہی کی حقیقت کو ہی نہ ماننا مذکور ہے۔ گویا وہ اس بات کے سرے سے قائل ہی نہیں تھے کہ کسی انسان پر وحی ہو سکتی ہے۔ پھر آگے اسی مقام پر ان کے انکار کا سبب بھی مذکور ہے اور وہ یہ کہ وہ لوگ اَہلِ کتاب نہ تھے۔

۶۔ سورۃ سبا میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ○[۲]

اور ہم نے ان (اَہلِ مکہ) کو نہ آسمانی کتابیں عطا کی تھیں جنہیں یہ لوگ پڑھتے ہوں اور نہ ہی آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تھا○

پھر قرآن مجید نے ان کے اِنکارِ وحی پر انہیں چیلنج کیا ہے، جب کہ اس طرح کی نوبت اَہلِ کتاب کے لیے کبھی نہیں آئی تھی کیوں کہ وہ اَصلاً وحیِ اِلٰہی کو مانتے تھے مگر ان کے اِنکارِ رسالتِ محمدی کا سبب کچھ اور تھا۔

۷۔ سورۃ القصص میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○[۳]

---

(۱) سبا، ۳۴:۴۳

(۲) سبا، ۳۴:۴۴

(۳) القصص، ۲۸:۴۹

آپ فرما دیں کہ تم اللہ کے حضور سے کوئی (اور) کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو (تو) میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم (اپنے الزامات میں) سچے ہو○

۸۔ پھر سورۃ بنی اسرائیل میں اِنہی کافروں کو اِنکارِ وحی کی بنا پر پورے قرآن کی مثل کوئی کتاب لانے کے لیے کہا گیا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○[1]

فرما دیجیے: اگر تمام انسان اور جنّات اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کے مثل (کوئی دوسرا کلام بنا) لائیں گے تو (بھی) وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں○

۹۔ اِس کے بعد انہیں دس سورتوں کی مثل لانے کے لیے کہا گیا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○[2]

کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے، فرما دیجیے: تم (بھی) اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا (اپنی مدد کے لیے) جسے بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو○

۱۰۔ اس کے بعد سورۃ البقرۃ میں انہیں وحیِ اِلٰہی کو من گھڑت کلام سمجھنے کی بناء پر بطور چیلنج قرآن کی سورتوں جیسی ایک سورت بنا لانے کا کہا گیا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْآ

(۱) بنی إسرائیل، ۱۷:۸۸

(۲) ھود، ۱۱:۱۳

....

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ○(۱)

اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور (اس کام کے لیے بے شک) اللہ کے سوا اپنے (سب) حمائتیوں کو بلا لو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو○ پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی ان کے بت) ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے○

۱۱۔ پھر سورۃ یونس میں اسی چیلنج کو دہرایا گیا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○(۲)

کیا وہ کہتے ہیں کہ اسے رسول (ﷺ) نے خود گھڑ لیا ہے، آپ فرما دیجیے: پھر تم اس کی مثل کوئی (ایک) سورت لے آؤ، (اور اپنی مدد کے لیے) اللہ کے سوا جنہیں تم بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو○

۱۲۔ پھر سورۃ الطّور میں کہا گیا ہے:

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ○(۳)

پس انہیں چاہیے کہ اِس (قرآن) جیسا کوئی کلام لے آئیں اگر وہ سچّے ہیں○

۱۳۔ اِسی طرح کفار و مشرکین کے ان مضحکہ خیز مطالبات کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو نزولِ

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۳-۲۴
(۲) یونس، ۱۰: ۳۸
(۳) الطور، ۵۲: ۳۴

قرآن کے حوالے سے کیا کرتے تھے۔ سورۃ یونس میں ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ط قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ج اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ج اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍo(۱)

اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کے سوا کوئی اور قرآن لے آیئے یا اسے بدل دیجیے، (اے نبیِّ مکرّم!) فرما دیں: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو فقط جو میری طرف وحی کی جاتی ہے (اس کی) پیروی کرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بے شک میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوںo

۱۴۔ پھر سورۃ الانعام میں ان کے ایسے خیالاتِ فاسدہ کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کے قصوں اور کہانیوں کے سوا کچھ نہیں:

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْکَ ج وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْکَ یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَo(۲)

اور ان میں کچھ وہ (بھی) ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر (ان کی اپنی بدنیتی کے باعث) پردے ڈال دیے ہیں سو (اب ان کے لیے) ممکن نہیں کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ سکیں اور (ہم نے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے، اور اگر وہ تمام نشانیوں کو (کھلا بھی) دیکھ لیں تو (بھی) اس

(۱) یونس، ۱۰:۱۵

(۲) الأنعام، ٦:۲۵

پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں، آپ سے جھگڑا کرتے ہیں (اس وقت) کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے سوا (کچھ) نہیں○

۱۵۔ یہی بات سورۃ النحل میں بھی مذکور ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ○(۱)

اور جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے؟ (تو) وہ کہتے ہیں: اگلی قوموں کے جھوٹے قصے (اتارے ہیں)○

۱۶۔ پھر سورۃ الفرقان میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا○(۲)

اور کہتے ہیں: (یہ قرآن) اگلوں کے افسانے ہیں جن کو اس شخص نے لکھوا رکھا ہے پھر وہ (افسانے) اسے صبح و شام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (تاکہ انہیں یاد کر کے آگے سنا سکے)○

۲۔ وحیِ اِلٰہی کو جادوگری سمجھنا

کبھی وہ وحیِ اِلٰہی کو ’جادو‘ کہہ کر ردّ کر دیتے تھے۔

۱۷۔ سورۃ الزخرف میں ارشادِ ربانی ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ○(۳)

---

(۱) النحل، ۱۶:۲۴

(۲) الفرقان، ۲۵:۵

(۳) الزخرف، ۴۳:۳۰

اور جب اُن کے پاس حق آ پہنچا تو کہنے لگے: یہ جادو ہے اور ہم اس کے مُنکر ہیں○

۱۸۔ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ○[1]

اور جب ان پر ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں (تو) جو لوگ کفر کر رہے ہیں حق (یعنی قرآن) کے بارے میں، جب کہ وہ ان کے پاس آ چکا، کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے○

۱۹۔ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ○[2]

پھر کہنے لگا کہ یہ (قرآن) جادو کے سوا کچھ نہیں جو (اگلے جادوگروں سے) نقل ہوتا چلا آ رہا ہے○

۳۔ وحیِ اِلٰہی کو شاعری سمجھنا

۲۰۔ کبھی کفار و مشرکین قرآن کو 'شاعری' کہہ دیتے تھے، جسے باری تعالیٰ نے یہ کہہ کر ردّ فرمایا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ○[3]

اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں (کہ اَدبی مہارت سے خود لکھا گیا ہو)، تم بہت ہی کم یقین رکھتے ہو○

۲۱۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ○[4]

(۱) الاحقاف، ۴۶: ۷

(۲) المدثر، ۷۴: ۲۴

(۳) الحاقه، ۶۹: ۴۱

(۴) يسين، ۳۶: ۶۹

اور ہم نے اُن کو (یعنی نبیِ مکرّم ﷺ کو) شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ اُن کے شایانِ شان ہے۔ یہ (کتاب) تو فقط نصیحت اور روشن قرآن ہے○

۴۔ وحیِ اِلٰہی کو کہانت سمجھنا

۲۲۔ کبھی وہ وحیِ اِلٰہی کے لیے 'قولِ کاہن' کا طعنہ دیتے، جسے یوں ردّ کیا گیا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيْـلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ○ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ط قَلِيْـلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ○(۱)

اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں (کہ اَدبی مہارت سے خود لکھا گیا ہو)، تم بہت ہی کم یقین رکھتے ہو○ اور نہ (یہ) کسی کاہن کا کلام ہے (کہ فنی اَندازوں سے وضع کیا گیا ہو)، تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو○

۵۔ وحیِ اِلٰہی کو شیطانی کلام سمجھنا

۲۳۔ کبھی وہ وحیِ اِلٰہی کو کسی شیطان کا کلام قرار دیتے، جس کا ردّ یوں کیا گیا:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ○ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ○(۲)

اور شیطان اس (قرآن) کو لے کر نہیں اترے○ نہ (یہ) ان کے لیے سزا وار ہے اور نہ وہ (اس کی) طاقت رکھتے ہیں○

۲۴۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ○ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ○(۳)

اور وہ (قرآن) ہرگز کسی شیطان مردود کا کلام نہیں ہے○ پھر (اے بدبختو!) تم (اتنے بڑے خزانے کو چھوڑ کر) کدھر چلے جا رہے ہو○

---

(۱) الحاقۃ، ۶۹: ۴۱-۴۲

(۲) الشعراء، ۲۶: ۲۱۰-۲۱۱

(۳) التکویر، ۸۱: ۲۵-۲۶

٦۔ وحیِ اِلٰہی کو عجمی اَتالیق کا سبق سمجھنا

۲۵۔ کبھی وہ وحی کی نسبت یہ الزام لگا دیتے کہ (معاذ اللہ) کوئی عجمی اَتالیق آ کر حضور ﷺ کو یہ کلام سکھا جاتا ہے۔ اس کا ردّ ان الفاظ میں کیا گیا:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ ○(۱)

اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ (کفار و مشرکین) کہتے ہیں کہ انہیں یہ (قرآن) محض کوئی آدمی ہی سکھاتا ہے، جس شخص کی طرف وہ بات کو حق سے ہٹاتے ہوئے منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن واضح و روشن عربی زبان (میں) ہے○

۲۶۔ اِنَّمَا يَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○(۲)

بے شک جھوٹی افترا پردازی (بھی) وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں○

الغرض یہ وہ کفار و مشرکین تھے جو نہ صرف حضور ﷺ کو بلکہ پہلے پیغمبروں کو ان کی کتب و صحائف کو اور ان پر اُترنے والی وحی کو بھی اسی طرح جھٹلایا کرتے تھے۔ یعنی ان کا سرے سے اس تصور پر کبھی بھی ایمان ہی نہیں رہا تھا کہ کوئی نبی یا رسول مبعوث ہوسکتا ہے اور اس کی طرف وحی آ سکتی ہے۔

۲۷۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

---

(۱) النحل، ۱٦: ۱۰۳

(۲) النحل، ۱٦: ۱۰۵

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا قف فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○[(۱)]

جن لوگوں نے کتاب کو (بھی) جھٹلا دیا اور ان (نشانیوں) کو (بھی) جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا، تو وہ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے○

۷۔ نبوت و رِسالت کی حقیقت کا اِنکار

اِسی طرح غیر کتابی کفار و مشرکین تصورِ رسالت کے بھی کلیتًا منکر تھے۔ انہیں کسی ایک رسول کی بعثت سے اختلاف یا حسد و عناد نہیں تھا بلکہ وہ سرے سے نظامِ نبوت و رسالت کو ہی نہیں مانتے تھے۔ اس پر قرآنی بیانات ملاحظہ ہوں۔

۲۸۔ قرآن بعثت و رسالت کی اصل پر ان کے انکار و استعجاب کا تذکرہ سورۃ یونس میں یوں کرتا ہے:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ○[(۲)]

کیا یہ بات لوگوں کے لیے تعجب خیز ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک مردِ (کامل) کی طرف وحی بھیجی کہ آپ (بھولے بھٹکے ہوئے) لوگوں کو (عذابِ الٰہی کا) ڈر سنائیں اور ایمان والوں کو خوشخبری سنائیں کہ ان کے لیے ان کے رب کی بارگاہ میں بلند پایہ (یعنی اونچا مرتبہ) ہے، کافر کہنے لگے: بے شک یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے○

۲۹۔ سورۃ التغابن میں اِرشادِ ایزدی ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا

---

(۱) المومن، ۴۰:۷۰

(۲) یونس، ۱۰:۲

وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○[1]

یہ اس لیے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول واضح نشانیاں لے کر آتے تھے تو وہ کہتے تھے: کیا (ہماری ہی مثل اور ہم جنس) بشر ہمیں ہدایت کریں گے؟ سو وہ کافر ہو گئے اور انہوں نے (حق سے) رُوگردانی کی اور اللہ نے بھی (اُن کی) کچھ پرواہ نہ کی، اور اللہ بے نیاز ہے لائق حمد و ثنا ہے ○

تصورِ رسالت کے باب میں ان کی جہالت و ضلالت کی حد یہ تھی کہ ایمان لانے کی شرط یہ عائد کرتے کہ اسی طرح کی رسالت اور آسمانی نشانیاں ہمیں بھی دی جائیں جیسی آپ ﷺ کو ملی ہیں یعنی ہمیں بھی آپ کا رب آپ ہی کی طرح رسول بنا دے؛ تب اس نظام پر ایمان لائیں گے۔

۳۰۔ سورۃ الانعام میں ارشاد ربانی ملاحظہ ہو:

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ○[2]

اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے (تو) کہتے ہیں: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی ویسی ہی (نشانی) دی جائے جیسی اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کا محل کسے بنانا ہے۔ عنقریب مجرموں کو اللہ کے حضور ذلت رسید ہوگی اور سخت عذاب بھی (ملے گا) اس وجہ سے کہ وہ مکر (اور دھوکہ دہی) کرتے تھے ○

۳۱۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ

---

(۱) التغابن، ۶۴: ۶

(۲) الأنعام، ۶: ۱۲۴

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ط تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ط قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ○(۱)

اور جو لوگ علم نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں فرماتا یا ہمارے پاس (براہِ راست) کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی انہی جیسی بات کہی تھی، ان (سب) لوگوں کے دل آپس میں ایک جیسے ہیں، بے شک ہم نے یقین والوں کے لیے نشانیاں خوب واضح کر دی ہیں○

۸۔ تصورِ رِسالت کا اِستہزاء

۳۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی رِسالت کا اِستہزاء کرتے ہوئے کفارِ مکہ اِنتہائی جاہلانہ بات کرتے تھے۔ اِس کا ذکر قرآن مجید نے سورۃ الزخرف میں یوں کیا ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ○(۲)

اور کہنے لگے: یہ قرآن (مکّہ اور طائف کی) دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی (یعنی کسی وڈیرے، سردار اور مالدار) پر کیوں نہیں اتارا گیا؟○

۹۔ تصورِ رِسالت پر اِستعجاب

۳۳۔ کبھی بشریت کو انکارِ رِسالت کی بنیاد قرار دیتے تھے، جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں بیان ہوا ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا○(۳)

---

(۱) البقرہ، ۲: ۱۱۸

(۲) الزخرف، ۴۳: ۳۱

(۳) بنی إسرائیل، ۱۷: ۹۴

اور (ان) لوگوں کو ایمان لانے سے اور کوئی چیز مانع نہ ہوئی جب کہ ان کے پاس ہدایت (بھی) آ چکی تھی سوائے اس کے کہ وہ کہنے لگے: کیا اللہ نے (ایک) بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟o

۳۴۔ اِسی طرح سورۃ یٰسین میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا لا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ لا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَo(۱)

(بستی والوں نے) کہا: تم تو محض ہماری طرح بشر ہو اور خدائے رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم فقط جھوٹ بول رہے ہوo

۳۵۔ سورۃ المومنون میں ان کی اسی ذہنیت کا بیان یوں کیا گیا ہے:

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَکُمْ اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَo(۲)

اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت کر لی تو پھر تم ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو گےo

۳۶۔ قرآن مجید نے اِثباتِ رسالت کے باب میں ان کی منکرانہ سوچ کا جابجا ردّ کیا ہے، جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَo(۳)

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مَردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے سو تم اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہوo

---

(۱) یسین، ۳۶: ۱۵

(۲) المومنون، ۲۳: ۳۴

(۳) النحل، ۱۶: ۴۳

۳۷۔ سورۃ الأنبیاء میں ارشاد فرمایا:

وَمَا جَعَلْنٰـهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ○(۱)

اور ہم نے ان (انبیاء) کو ایسے جسم والا نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ (دنیا میں بہ حیاتِ ظاہری) ہمیشہ رہنے والے تھے○

۳۸۔ سورۃ الفرقان میں اِرشادِ ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ط اَتَصْبِرُوْنَ ج وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا○(۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر (یہ کہ) وہ کھانا (بھی) یقیناً کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی (حسبِ ضرورت) چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم کو ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا ہے، کیا تم (آزمائش پر) صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے○

۱۰۔ اِنکارِ رِسالت کے ضمن میں مضحکہ خیز مطالبات

اِسی طرح اِنکارِ رسالت کی ضمن میں بھی ان کے مضحکہ خیز مطالبات کا ذکر کیا گیا ہے، جیسے انکارِ وحی کے باب میں تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:

۳۹۔ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط قُلْ اِنَّ اللهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ○(۳)

---

(۱) الأنبیاء، ۲۱:۸

(۲) الفرقان، ۲۵:۲۰

(۳) الرعد، ۱۳:۲۷

اور کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر اس کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری فرما دیجیے: بے شک اللہ جسے چاہتا ہے (نشانیوں کے باوجود) گمراہ ٹھہرا دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے اپنی جانب رہنمائی فرما دیتا ہےo

۴۰۔ سورۃ بنی اِسرائیل میں ان مضحکہ خیز مطالبات کا ذکر یوں فرمایا:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًاo اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًاo اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللهِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًاo اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ ط وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ ط قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًاo(۱)

اور وہ (کفّارِ مکہ) کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیںo یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو تو آپ اس کے اندر بہتی ہوئی نہریں جاری کردیںo یا جیسا کہ آپ کا خیال ہے ہم پر (ابھی) آسمان کے چند ٹکڑے گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیںo یا آپ کا کوئی سونے کا گھر ہو (جس میں آپ خوب عیش سے رہیں) یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں، پھر بھی ہم آپ کے (آسمان میں) چڑھ جانے پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ (وہاں سے) ہمارے اوپر کوئی کتاب اتار لائیں جسے ہم (خود) پڑھ سکیں، فرما دیجیے: میرا رب (ان خرافات میں الجھنے سے) پاک ہے میں تو ایک انسان (اور) اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوںo

۴۱۔ اسی طرح ان کفار و مشرکین کے عقیدۂ انکارِ رسالت کے پس منظر میں ان کی سوچ کا

(۱) بنی إسرائیل، ۱۷: ۹۰-۹۳

یہ رُخ بھی واضح کیا گیا ہے:

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ط تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍo قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللهِ ط وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَo (۱)

ان کے پیغمبروں نے کہا: کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، (جو) تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے گناہوں کو تمہاری خاطر بخش دے اور (تمہاری نافرمانیوں کے باوجود) تمہیں ایک مقرر میعاد تک مہلت دیئے رکھتا ہے۔ وہ (کافر) بولے: تم تو صرف ہمارے جیسے بشر ہی ہو، تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان (بتوں) سے روک دو جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے، سو تم ہمارے پاس کوئی روشن دلیل لاؤo ان کے رسولوں نے ان سے کہا: اگرچہ ہم (نفسِ بشریت میں) تمہاری طرح انسان ہی ہیں لیکن (اس فرق پر بھی غور کرو کہ) اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے (پھر برابری کیسی؟) اور (رہ گئی روشن دلیل کی بات) یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں، اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیےo

۴۲۔ مزید برآں سورۃ الفرقان میں بھی اِس بات پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ط وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًاo اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا

(۱) إبراهيم، ۱۴: ۱۰-۱۱

یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا ۝ (۱)

یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتار دیا جاتا یا (کم از کم) اس کا کوئی باغ ہوتا جس (کی آمدنی) سے وہ کھایا کرتا اور ظالم لوگ (مسلمانوں) سے کہتے ہیں کہ تم تو محض ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو ۝ (اے حبیبِ مکرّم!) ملاحظہ فرمایئے یہ لوگ آپ کے لیے کیسی (کیسی) مثالیں بیان کرتے ہیں پس یہ گمراہ ہو چکے ہیں سو یہ (ہدایت کا) کوئی راستہ نہیں پا سکتے ۝

۴۳۔ پھر کفار کی تکذیبِ رسالت کے باعث باری تعالیٰ نے حضور a کی تسلّیِ خاطر کے لیے اِن الفاظ میں خطاب کیا ہے:

فَاِنۡ کَذَّبُوۡکَ فَقَدۡ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ جَآءُوۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالۡکِتٰبِ الۡمُنِیۡرِ ۝ (۲)

پھر بھی اگر آپ کو جھٹلائیں تو (محبوب آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں) آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا جو واضح نشانیاں (یعنی معجزات) اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ۝

پھر قرآن مجید کفار و مشرکین کے دائمی انکارِ رسالت اور اسی غرض سے رسولوں پر مسلسل اِتہام تراشی اور اِستہزاء کے طرزِ عمل کا ذکر کرتا ہے اور ساتھ ان کا ردّ بھی کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱۱۔ رِسالت کو جادو سمجھنا

۴۴۔ لَاهِیَةً قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجۡوَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا هَلۡ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ ج اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ۝ (۳)

(۱) الفرقان، ۲۵:۸-۹

(۲) آل عمران، ۳: ۱۸۴

(۳) الأنبیاء، ۲۱:۳

ان کے دل غافل ہو چکے ہیں، اور (یہ) ظالم لوگ (آپ کے خلاف) آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، کیا پھر (بھی) تم (اس کے) جادو کے پاس جاتے ہو حالاں کہ تم دیکھ رہے ہو○

۴۵۔ قَالُوْٓا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ○(۱)

وہ بولے کہ تم تو فقط جادو زدہ لوگوں میں سے ہو○

۴۶۔ پھر سورۃ الصّٰفّٰت میں ارشاد ہوتا ہے:

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ○ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ○ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ○ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ○(۲)

بلکہ آپ تعجب فرماتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں○ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت قبول نہیں کرتے○ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو تمسخر کرتے ہیں○ اور کہتے ہیں کہ یہ تو صرف کھلا جادو ہے○

۱۲۔ رسول کو دیوانہ سمجھنا

۴۷۔ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ○(۳)

اور کہتے تھے: کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں؟○

۴۸۔ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ○(۴)

---

(۱) الشعراء، ۲۶: ۱۵۳

(۲) الصافات، ۳۷: ۱۲-۱۵

(۳) الصافات، ۳۷: ۳۶

(۴) الحجر، ۱۵: ۶

اور (کفار گستاخی کرتے ہوئے) کہتے ہیں: اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے! بے شک تم دیوانے ہو○

۴۹۔ اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ○(۱)

(یا تو) وہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے یا اسے جنون ہے، (ایسا کچھ بھی نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں○

۵۰۔ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ○(۲)

پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور (گستاخی کرتے ہوئے) کہنے لگے: (وہ) سکھایا ہوا دیوانہ ہے○

۵۱۔ اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا سکتہ مَابِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ○(۳)

کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ انہیں (اپنی) صحبت کے شرف سے نوازنے والے (رسول ﷺ) کو جنون سے کوئی علاقہ نہیں وہ تو (نافرمانوں کو) صرف واضح ڈر سنانے والے ہیں○

۵۲۔ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا قف مَابِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ○(۴)

فرما دیجیے: میں تمہیں بس ایک ہی (بات کی) نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے

---

(۱) سباء، ۳۴: ۸

(۲) الدخان، ۴۴: ۱۴

(۳) الأعراف، ۷: ۱۸۴

(۴) سباء، ۳۴: ۴۶

(روحانی بیداری اور انتباہ کے حال میں) قیام کرو، دو دو اور ایک ایک پھر تفکّر کرو (یعنی حقیقت کا معاینہ اور مراقبہ کرو تو تمہیں مشاہدہ ہو جائے گا) کہ تمہیں شرفِ صحبت سے نوازنے والے (رسولِ مکرّم ﷺ) ہرگز جنون زدہ نہیں ہیں وہ تو سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے تمہیں (بروقت) ڈر سنانے والے ہیں (تاکہ تم غفلت سے جاگ اٹھو)o

۱۳۔ رسول کو شاعر سمجھنا

۵۳۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِo(۱)

کیا (کفّار) کہتے ہیں: (یہ) شاعر ہیں؟ ہم اِن کے حق میں حوادثِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں؟o

۱۴۔ رسولوں پر اِتہامِ کذب

۵۴۔ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌo(۲)

اور انہوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس اُن ہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آ گیا ہے۔ اور کفّار کہنے لگے: یہ جادوگر ہے، بہت جھوٹا ہےo

۱۵۔ رسول کو کاہن سمجھنا

۵۵۔ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍo(۳)

سو (اے حبیبِ مکرّم!) آپ نصیحت فرماتے رہیں پس آپ اپنے رب کے فضل و کرم سے نہ تو کاہن (یعنی جنّات کے ذریعے خبریں دینے والے) ہیں اور نہ دیوانےo

---

(۱) الطور، ۵۲: ۳۰

(۲) ص، ۳۸: ۴

(۳) الطور، ۵۲: ۲۹

۵۶۔ مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ○ (۱)

(اے حبیبِ مکرّم!) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں○

۵۷۔ فَسَتُبۡصِرُ وَیُبۡصِرُوۡنَ○ بِاَیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ○ (۲)

پس عنقریب آپ (بھی) دیکھ لیں گے اور وہ (بھی) دیکھ لیں گے○ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے○

۵۸۔ وَمَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ○ (۳)

اور (اے لوگو!) یہ تمہیں اپنی صحبت سے نوازنے والے (محمد ﷺ) دیوانے نہیں ہیں (جو فرماتے ہیں وہ حق ہوتا ہے)○

۵۹۔ سورۃ اِبراہیم میں کفار و مشرکین کے حوالے سے انکارِ رسالت کا تاریخی تسلسل کے ساتھ اجتماعی وطیرہ بیان کیا گیا ہے۔

اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۬ۛ وَالَّذِیۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۛؕ لَا یَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَرَدُّوۡۤا اَیۡدِیَهُمۡ فِیۡۤ اَفۡوَاهِهِمۡ وَقَالُوۡۤا اِنَّا کَفَرۡنَا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیۡ شَکٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَیۡهِ مُرِیۡبٍ○ (۴)

کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، (وہ) قومِ نوح اور عاد اور ثمود (کی قوموں کے لوگ) تھے اور (کچھ) لوگ جو ان کے بعد ہوئے، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (کیوں کہ وہ صفحۂ ہستی سے بالکل نیست و نابود ہو چکے

(۱) القلم، ۶۸: ۲

(۲) القلم، ۶۸: ۵-۶

(۳) التکویر، ۸۱: ۲۲

(۴) إبراهيم، ۱۴: ۹

ہیں)، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیوں کے ساتھ آئے تھے پس انہوں نے (ازراہِ تمسخر و عناد) اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں ڈال لیے اور (بڑی جسارت کے ساتھ) کہنے لگے: ہم نے اس (دین) کا انکار کر دیا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور یقیناً ہم اس چیز کی نسبت اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔

۶۰۔ پھر سورۃ الحجر میں یہی مضمون اس انداز میں آیا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ کَذٰلِکَ نَسْلُکُهٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ۝(۱)

اور بے شک ہم نے آپ سے قبل پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے۔ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر یہ کہ وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم اس (تمسخر اور استہزاء) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اِس (قرآن) پر ایمان نہیں لائیں گے اور بے شک پہلوں کی (یہی) روش گزر چکی ہے۔

۶۱۔ پھر الانبیاء اور الحج میں کفار و مشرکین کی جانب سے عقیدۂ رسالت کی تضحیک اور تکذیب کا ذکر یوں آیا ہے:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِیَٔ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝(۲)

اور بے شک آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا سو ان لوگوں میں سے

(۱) الحجر، ۱۵: ۱۰-۱۳

(۲) الأنبیاء، ۲۱: ۴۱

اُنہیں جو تمسخر کرتے تھے اسی (عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے○

۶۲۔ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ○ وَقَوْمُ
اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ○ وَّ اَصْحٰبُ مَدْيَنَ ج وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ
ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ج فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ○ (۱)

اور اگر یہ (کفار) آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے قومِ نوح اور عاد وثمود نے بھی (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا تھا○ اور قومِ ابراہیم اور قومِ لوط نے (بھی)○ اور باشندگانِ مدین نے (بھی جھٹلایا تھا) اور موسیٰ (علیہ السلام) کو بھی جھٹلایا گیا سو میں (ان سب) کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے انہیں پکڑ لیا، پھر (بتایئے) میرا عذاب کیسا تھا؟○

۶۳۔ اسی طرح سورۃ الفرقان میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ط اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا○ (۲)

اور (اے حبیبِ مکرّم!) جب (بھی) وہ آپ کو دیکھتے ہیں آپ کا مذاق اڑانے کے سوا کچھ نہیں کرتے (اور کہتے ہیں:) کیا یہی وہ (شخص) ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے○

۶۴۔ سورہ فاطر میں رسولوں کی تکذیب ان کا وطیرہ بتایا گیا ہے:

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ○ (۳)

اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، اور تمام کام

(۱) الحج، ۲۲: ۴۲-۴۴

(۲) الفرقان، ۲۵: ۴۱

(۳) فاطر، ۳۵: ۴

اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے٥

اِسی طرح قرآن نے ان کے عقیدۂ شرک کے حوالے سے کافر و مشرک اَقوام کی پوری تاریخ یوں بیان کی ہے۔

۱۶۔ رسولوں پر گمراہی کا اِلزام

۶۵۔ قومِ نوح کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ٥(۱)

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا: (اے نوح!) بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں٥

۶۶۔ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ٥(۲)

سو ان کی قوم کے کفر کرنے والے سرداروں اور وڈیروں نے کہا: ہمیں تو تم ہمارے اپنے ہی جیسا ایک بشر دکھائی دیتے ہو اور ہم نے کسی (معزز شخص) کو تمہاری پیروی کرتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے ہمارے (معاشرے کے) سطحی رائے رکھنے والے پست و حقیر لوگوں کے (جو بے سوچ سمجھے تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں)، اور ہم تمہارے اندر اپنے اوپر کوئی فضیلت و برتری (یعنی طاقت و اقتدار، مال و دولت یا تمہاری جماعت میں بڑے لوگوں کی شمولیت الغرض ایسا کوئی نمایاں پہلو) بھی نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں٥

---

(۱) الأعراف، ۷:۶۰

(۲) هود، ۱۱:۲۷

۱۷۔ رسولوں پر جاہ طلبی کا اِلزام

۶۷۔ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لا يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ج صلے مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝(۱)

تو ان کی قوم کے سردار (اور وڈیرے) جو کفر کر رہے تھے کہنے لگے: یہ شخص محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے (اس کے سوا کچھ نہیں)، یہ تم پر (اپنی) فضیلت و برتری قائم کرنا چاہتا ہے، اور اگر اللہ (ہدایت کے لیے کسی پیغمبر کو بھیجنا) چاہتا تو فرشتوں کو اتار دیتا، ہم نے تو یہ بات (کہ ہمارے جیسا ہی ایک شخص ہمارا رسول بنا دیا جائے) اپنے اگلے آباء واجداد میں (کبھی) نہیں سنی۝

۱۸۔ رسولوں پر سفاہت کا اِلزام

۶۸۔ پھر قومِ ہود کے حوالے سے ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝(۲)

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو کفر (یعنی دعوتِ حق کی مخالفت و مزاحمت) کر رہے تھے کہا: (اے ہود!) بے شک ہم تمہیں حماقت (میں مبتلا) دیکھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں گمان کرتے ہیں۝ انہوں نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی حماقت نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے

(۱) المومنون، ۲۳: ۲۴

(۲) الأعراف، ۷: ۶۶-۶۷

رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں○

۱۹۔ کفار و مشرکین کا نفیِ توحید اور شرک پر اِصرار

قرآن مجید کفار و مشرکین کے حوالے سے اِنکارِ وحی اور اِنکارِ رسالت کی طرح توحید کے اِنکار اور شرک پر اِصرار کا بھی جابجا ذکر کرتا ہے۔

۶۹۔ چنانچہ قومِ عاد کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ○[1]

وہ کہنے لگے: کیا تم ہمارے پاس (اس لیے) آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان (سب خداؤں) کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟ سو تم ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو○ انہوں نے کہا: یقیناً تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واجب ہوگیا۔ کیا تم مجھ سے ان (بتوں کے) ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (خود ہی فرضی طور پر) رکھ لیے ہیں جن کی اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری؟ سو تم (عذاب کا) انتظار کرو میں (بھی) تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں○

۷۰۔ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ○ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ○ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ○[2]

(۱) الأعراف، ۷:۷۰-۷۱

(۲) الشعراء، ۲۶:۱۳۶-۱۳۸

وہ بولے: ہمارے حق میں برابر ہے خواہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں نہ بنو (ہم نہیں مانیں گے)o یہ (اور) کچھ نہیں مگر صرف پہلے لوگوں کی عادات (و اطوار) ہیں (جنہیں ہم چھوڑ نہیں سکتے)o اور ہم پر عذاب نہیں کیا جائے گاo

۷۱۔ اسی طرح قومِ صالح کی نسبت آیا ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَo(۱)

متکبّر لوگ کہنے لگے: بے شک جس (چیز) پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے سخت منکر ہیںo

۷۲۔ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰـنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّـنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَـآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍo(۲)

وہ بولے: اے صالح! اس سے قبل ہماری قوم میں تم ہی امیدوں کا مرکز تھے، کیا تم ہمیں ان (بتوں) کی پرستش کرنے سے روک رہے ہو جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے رہے ہیں؟ اور جس (توحید) کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو یقیناً ہم اس کے بارے میں بڑے اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیںo

۷۳۔ پھر قومِ ثمود کے حوالے سے انہی کفار و مشرکین کا ذکر یوں آیا ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَo(۳)

(قومِ) ثمود نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایاo

۷۴۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍo كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِo

---

(۱) الأعراف، ۷:۷۶

(۲) هود، ۱۱: ۶۲

(۳) الشعراء، ۲۶: ۱۴۱

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍo[۱]

اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟o (قومِ) ثمود نے بھی ڈر سنانے والے پیغمبروں کو جھٹلایاo پس وہ کہنے لگے: کیا ایک بشر جو ہم ہی میں سے ہے، ہم اسکی پیروی کریں، تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گےo

۷۵۔ اسی طرح قومِ شعیب (اَہلِ مدین) کا ذکر یوں آیا ہے:

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُo[۲]

وہ بولے! اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان (معبودوں) کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم جو کچھ اپنے اموال کے بارے میں چاہیں (نہ) کریں؟ بے شک تم ہی (ایک) بڑے تحمل والے ہدایت یافتہ (رہ گئے) ہوo

۲۰۔ بت پرستی پر کھلا اِصرار

۷۶۔ بت پرستی پر کھلے اصرار کا مضمون قومِ اِبراہیم کے حوالے سے یوں آیا ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاکِفُوْنَo قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَo قَالَ لَقَدْ کُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍo[۳]

(۱) القمر، ۵۴: ۲۲-۲۴

(۲) هود، ۱۱: ۸۷

(۳) الأنبياء، ۲۱: ۵۲-۵۴

جب انہوں نے اپنے باپ (چچا) اور اپنی قوم سے فرمایا: یہ کیسی مورتیاں ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے بیٹھے ہو○ وہ بولے: ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی پرستش کرتے پایا تھا○ (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: بے شک تم اور تمہارے باپ دادا (سب) صریح گمراہی میں تھے○

۲۱۔ بت پرستی پر فخر

۷۷۔ پھر ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان سوال و جواب کا ذکر آیا ہے جس سے بت پرستی پر فخر کرنا ظاہر ہوتا ہے:

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ○ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ○ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ○ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ○ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ○ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ○ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ○ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ○ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ○ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ○ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ○[1]

انہوں نے کہا: ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور ہم انہی (کی عبادت و خدمت) کے لیے جمے رہنے والے ہیں○ (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: کیا وہ تمہیں سنتے ہیں جب تم (ان کو) پکارتے ہو؟○ یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں؟○ وہ بولے (یہ تو معلوم نہیں) لیکن ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا تھا○ (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: کیا تم نے (کبھی ان کی حقیقت میں) غور کیا ہے جن کی تم پرستش کرتے ہو○ تم اور تمہارے اگلے آباء واجداد (الغرض کسی نے بھی سوچا)؟○ پس وہ (سب بُت) میرے دشمن ہیں سوائے تمام جہانوں کے رب کے (وہی میرا

(۱) الشعراء، ۲۶: ۷۱-۸۲

معبود ہے)ہ وہ جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی مجھے ہدایت فرماتا ہےہ اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہےہ اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہےہ اور وہی مجھے موت دے گا پھر وہی مجھے (دوبارہ) زندہ فرمائے گاہ اور اِسی سے میں امید رکھتا ہوں کہ روزِ قیامت وہ میری خطائیں معاف فرما دے گاہ

۲۲۔ ایک خدا کے تصوّر پر تعجب

۷۸۔ اس باب میں سورۃ ص کا مضمون بڑا واضح ہے۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰـهًا وَّاحِدًاج اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌo وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْج اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُo مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِج اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌo(۱)

کیا اس نے سب معبودوں کو ایک ہی معبود بنا رکھا ہے؟ بے شک یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہےہ اور اُن کے سردار (ابوطالب کے گھر میں نبیٔ اکرم ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر) چل کھڑے ہوئے (باقی لوگوں سے) یہ کہتے ہوئے کہ تم بھی چل پڑو، اور اپنے معبودوں (کی پرستش) پر ثابت قدم رہو، یہ ضرور ایسی بات ہے جس میں کوئی غرض (اور مراد) ہےہ ہم نے اس (عقیدۂ توحید) کو آخری ملّتِ (نصرانی یا مذہبِ قریش) میں بھی نہیں سنا، یہ صرف خودساختہ جھوٹ ہےہ

۷۹۔ **وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰـهُمْ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَo**(۲)

اور وہ کہتے ہیں کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم اِن (بتوں) کی پرستش نہ کرتے، انہیں اِس کا (بھی) کچھ علم نہیں ہے وہ محض اَٹکل سے جھوٹی باتیں کرتے ہیںہ

---

(۱) ص، ۳۸:۵-۷

(۲) الزخرف، ۴۳:۲۰

۸۰۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (۱)

اور مشرک لوگ کہتے ہیں: اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی پرستش نہ کرتے، نہ ہی ہم اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم اس کے (حکم کے) بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے، یہی کچھ ان لوگوں نے (بھی) کیا تھا جو اِن سے پہلے تھے، تو کیا رسولوں کے ذمہ (اللہ کے پیغام اور احکام) واضح طور پر پہنچا دینے کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ ○

۸۱۔ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ○ (۲)

(نہیں) بلکہ وہ کہتے ہیں بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ملّت (و مذہب) پر پایا اور یقیناً ہم انہی کے نقوشِ قدم پر (چلتے ہوئے) ہدایت یافتہ ہیں○ اور اسی طرح ہم نے کسی بستی میں آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے وڈیروں اور خوشحال لوگوں نے کہا: بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ و مذہب پر پایا اور ہم یقیناً انہی کے نقوشِ قدم کی اقتداء کرنے والے ہیں○

۲۳۔ کفار کے عقائد کا ردّ

پھر قرآنِ مجید ان کے اِس عقیدے کا ردّ اِن الفاظ میں کرتا ہے:

(۱) النحل، ۱۶: ۳۵

(۲) الزخرف، ۴۳: ۲۲-۲۳

۸۲۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا○[1]

فرما دیجیے: اگر اس کے ساتھ کچھ اور بھی معبود ہوتے جیسا کہ وہ (کفار و مشرکین) کہتے ہیں تو وہ (مل کر) مالکِ عرش تک پہنچنے (یعنی اس کے نظامِ اِقتدار میں دخل اندازی کرنے) کا کوئی راستہ ضرور تلاش کر لیتے○

۸۳۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ○[2]

اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور (بھی) معبود ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہو جاتے پس اللہ جو عرش کا مالک ہے ان (باتوں) سے پاک ہے جو یہ (مشرک) بیان کرتے ہیں○

۸۴۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۚ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ○ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۚ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ○[3]

بے شک تم اور وہ (بت) جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے (سب) دوزخ کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو○ اگر یہ (واقعتاً) معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے، اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے○

۸۵۔ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ○[4]

کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ (خود) پیدا کیے گئے ہیں○

---

(۱) بنی إسرائیل، ۱۷:۴۲

(۲) الأنبیاء، ۲۱: ۲۲

(۳) الأنبیاء، ۲۱:۹۸-۹۹

(۴) الأعراف، ۷:۱۹۱

۸۶۔ قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ۝(۱)

آپ (ان سے دریافت) فرمائیے کہ کیا تمہارے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو تخلیق کی ابتداء کرے پھر (زندگی کے معدوم ہو جانے کے بعد) اسے دوبارہ لوٹائے؟ آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہی (حیات کو عدم سے وجود میں لاتے ہوئے) آفرینش کا آغاز فرماتا ہے پھر وہی اس کا اعادہ (بھی) فرمائے گا، پھر تم کہاں بھٹکتے پھرتے ہو؟ ۝

۸۷۔ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخۡلُقُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّهُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ وَلَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا وَّلَا يَمۡلِكُوۡنَ مَوۡتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوۡرًا ۝(۲)

اور ان (مشرکین) نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لیے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے لیے کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ وہ موت کے مالک ہیں اور نہ حیات کے اور نہ (ہی مرنے کے بعد) اٹھا کر جمع کرنے کا (اختیار رکھتے ہیں) ۝

۸۸۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَنۡ يَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ؕ وَاِنۡ يَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَيۡـًٔا لَّا يَسۡتَنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ ۝(۳)

اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو: بے شک جن (بتوں) کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب اس

(۱) یونس، ۱۰: ۳۴

(۲) الفرقان، ۲۵: ۳

(۳) الحج، ۲۲: ۷۳

(کام) کے لیے جمع ہو جائیں، اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے (تو) وہ اس چیز کو اس (مکھی) سے چھڑا (بھی) نہیں سکتے، کتنا بے بس ہے طالب (عابد) بھی اور مطلوب (معبود) بھی○

۸۹۔ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ○ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ط لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ○(۱)

فرما دیجیے: شب و روز (خدائے) رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت و نگہبانی کون کر سکتا ہے، بلکہ وہ اپنے (اسی) رب کے ذکر سے گریزاں ہے○ کیا ہمارے سوا ان کے کچھ اور معبود ہیں جو انہیں (عذاب سے) بچا سکیں، وہ تو خود اپنی ہی مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہماری طرف سے انہیں کوئی تائید و رفاقت میسّر ہوگی○

۹۰۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ج لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ○(۲)

فرما دیجیے: تم انہیں بلالو جنہیں تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو، وہ آسمانوں میں ذرّہ بھر کے مالک نہیں ہیں اور نہ زمین میں، اور نہ ان کی دونوں (زمین و آسمان) میں کوئی شراکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے○

۹۱۔ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ لا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ط وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ○(۳)

---

(۱) الأنبياء، ۲۱:۴۲-۴۳

(۲) سبا، ۳۴:۲۲

(۳) فاطر، ۳۵:۱۳

وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو (ایک نظام کے تحت) مسخّر فرما رکھا ہے، ہر کوئی ایک مقرر میعاد کے مطابق حرکت پذیر ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی ساری بادشاہت ہے، اور اس کے سوا تم جن بتوں کو پوجتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں○

۹۲۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ○ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ○(۱)

اور انہوں نے اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنالیا ہے اس امید پر کہ ان کی مدد کی جائے گی○ وہ بت اُن کی مدد کی قدرت نہیں رکھتے اور یہ (کفار و مشرکین) اُن (بتوں) کے لشکر ہوں گے جو (اکٹھے دوزخ میں) حاضر کر دیے جائیں گے○

۲۴۔ بت پرستی کا ذکر اور اس کا ردّ

پھر کفار و مشرکین کی بت پرستی کا ذکر کر کے اسے یوں رد کیا گیا ہے:

۹۳۔ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى○(۲)

کیا تم نے لات اور عزیٰ (دیویوں) پر غور کیا ہے؟○ اور اُس تیسری ایک اور (دیوی) منات کو بھی (غور سے دیکھا ہے؟ تم نے انہیں اللہ کی بیٹیاں بنا رکھا ہے؟)○

۹۴۔ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا○(۳)

---

(۱) یسین، ۳۶: ۷۴-۷۵

(۲) النجم، ۵۳: ۱۹-۲۰

(۳) نوح، ۷۱: ۲۳

اور کہتے رہے کہ تم اپنے معبودوں کو مت چھوڑنا اور وَدّ اور سُوَاع اور یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر (نامی بتوں) کو (بھی) ہرگز نہ چھوڑنا○

۹۵۔ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ○(۱)

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چل سکیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سن سکیں؟ آپ فرما دیں: (اے کافرو!) تم اپنے (باطل) شریکوں کو (میری ہلاکت کے لیے) بلالو پھر مجھ پر (اپنا) داؤ چلاؤ اور مجھے کوئی مہلت نہ دو○

۹۶۔ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ○(۲)

اللہ نے نہ تو بحیرہ کو (امرِ شرعی) مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو، لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے○

۲۵۔ قیامت اور بعث بعد الموت کا قطعی اِنکار

اِسی طرح کفار و مشرکین کلیتًا قیامت اور بعث بعد الموت کے بھی منکر تھے۔ اس کا ذکر بھی جگہ جگہ تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ اس سلسلے میں بعض مقامات ملاحظہ ہوں:

۹۷۔ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ○(۳)

(۱) الأعراف، ۷: ۱۹۵
(۲) المائدة، ۵: ۱۰۳
(۳) الأنعام، ۶: ۲۹

اور وہ (یہی) کہتے رہیں گے (جیسے انہوں نے پہلے کہا تھا) کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا (اور) کوئی (زندگی) نہیں اور ہم (مرنے کے بعد) نہیں اٹھائے جائیں گےo

۹۸۔ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ج وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ ج وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَo(۱)

اور اگر آپ (کفار کے انکار پر) تعجب کریں تو ان کا (یہ) کہنا عجیب (تر) ہے کہ کیا جب ہم (مرکر) خاک ہو جائیں گے تو کیا ہم ازسرِنو تخلیق کیے جائیں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا، اور انہی لوگوں کی گردنوں میں طوق (پڑے) ہوں گے اور یہی لوگ اَہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیںo

۹۹۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَا یَبْعَثُ اللهُ مَنْ یَّمُوْتُ ط بَلٰی وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَo(۲)

اور یہ لوگ بڑی شدّ و مد سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جائے اللہ اسے (دوبارہ) نہیں اٹھائے گا، کیوں نہیں اس کے ذمہِ کرم پر سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتےo

۲۶۔ بعث بعد الموت کو ناممکن سمجھنا

۱۰۰۔ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًاo قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًاo اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ج فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ط قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ج فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ

(۱) الرعد، ۱۳: ۵

(۲) النحل، ۱۶: ۳۸

وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ قَرِیۡبًا○[۱]

اور کہتے ہیں: جب ہم (مرکر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں ازسرِنو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟○ فرما دیجیے: تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا○ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمہارے خیال میں (ان چیزوں سے بھی) زیادہ سخت ہو (کہ اس میں زندگی پانے کی بالکل صلاحیت ہی نہ ہو)، پھر وہ (اس حال میں) کہیں گے کہ ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرما دیجیے: وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا تھا، پھر وہ (تعجب اور تمسخر کے طور پر) آپ کے سامنے اپنے سر ہلا دیں گے اور کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ فرما دیجیے: امید ہے جلد ہی ہو جائے گا○

۲۷۔ صرف دنیوی زندگی کو پہلی اور آخری زندگی سمجھنا

۱۰۱۔ ذٰلِکَ جَزَآؤُہُمۡ بِاَنَّہُمۡ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِیۡدًا○[۲]

یہ ان لوگوں کی سزا ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور یہ کہتے رہے کہ کیا جب ہم (مرکر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم اَزسرِنو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟○

۱۰۲۔ سورۃ المومنون میں اس مضمون کا ذکر اس طرح آیا ہے:

اَیَعِدُکُمۡ اَنَّکُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَکُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّکُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ○ ہَیۡہَاتَ ہَیۡہَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ○ اِنۡ ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَنَحۡیَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ○[۳]

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۴۹-۵۱

(۲) الإسراء، ۱۷: ۹۸

(۳) المؤمنون، ۲۳: ۳۵-۳۷

کیا یہ (شخص) تم سے یہ وعدہ کر رہا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور تم مٹی اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (دوبارہ زندہ ہو کر) نکالے جاؤ گے○ بعید (از قیاس) بعید (از وقوع) ہیں وہ باتیں جن کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے○ وہ (آخرت کی زندگی کچھ) نہیں ہماری زندگانی تو یہی دنیا ہے ہم (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں اور (بس ختم)، ہم (دوبارہ) نہیں اٹھائے جائیں گے○

۱۰۳۔ وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ○ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ○ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ○(۱)

اور وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور شب و روز کا گردش کرنا (بھی) اسی کے اختیار میں ہے۔ سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟○ بلکہ یہ لوگ (بھی) اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں جس طرح کی اگلے (کافر) کرتے رہے ہیں○ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہم خاک اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟○

یہی مضمون النمل اور العنکبوت میں یوں بیان ہوا ہے:

۱۰۴۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَا اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ○ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ○(۲)

اور کافر لوگ کہتے ہیں: کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا (مر کر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے قبروں میں سے) نکالے جائیں گے○ درحقیقت اس کا وعدہ ہم سے (بھی) کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے (بھی) یہ اگلے لوگوں

(۱) المؤمنون، ۲۳: ۸۰-۸۲

(۲) النمل، ۲۷: ۶۷-۶۸

کے من گھڑت افسانوں کے سوا کچھ نہیں○

۱۰۵۔ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ○[1]

کیا انہوں نے نہیں دیکھا (یعنی غور نہیں کیا) کہ اللہ کس طرح تخلیق کی ابتداء فرماتا ہے پھر (اسی طرح) اس کا اعادہ فرماتا ہے۔ بے شک یہ (کام) اللہ پر آسان ہے○

۱۰۶۔ سورۂ سبا میں ان کے عقیدۂ اِنکارِ آخرت کا ذکر یوں آیا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ○[2]

اور کافر لوگ (تعجب و استہزاء کی نیت سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہیں ایسے شخص کا بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم (مرکر) بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے تو یقیناً تمہیں (ایک) نئی پیدائش ملے گی○

اِسی مضمون کو الصافات اور الدخان میں یوں بیان کیا گیا ہے:

۱۰۷۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ○ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ○ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ○[3]

کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو ہم یقینی طور پر (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے؟○ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اٹھائے جائیں گے)؟○ فرما دیجیے: ہاں اور (بلکہ) تم ذلیل و رسوا (بھی) ہو گے○

---

(۱) العنکبوت، ۲۹: ۱۹

(۲) سبا، ۳۴: ۷

(۳) الصافات، ۳۷: ۱۶-۱۸

۱۰۸۔ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ○ اِنْ هِىَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ○ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ (۱)

بے شک وہ لوگ کہتے ہیں○ کہ ہماری پہلی موت کے سوا (بعد میں) کچھ نہیں ہے اور ہم (دوبارہ) نہیں اٹھائے جائیں گے○ سوتم ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ، اگر تم سچے ہو○

پھر یہی بات سورۃ ق میں یوں بیان ہوئی ہے:

۱۰۹۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ ۢ بَعِيْدٌ○ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ○ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ○ (۲)

کیا جب ہم مَر جائیں گے اور ہم مٹّی ہوجائیں گے (تو پھر زندہ ہوں گے)؟ یہ پلٹنا (فہم و ادراک سے) بعید ہے○ بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین اُن (کے جسموں) سے (کھا کھا کر) کتنا کم کرتی ہے، اور ہمارے پاس (ایسی) کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے○ بلکہ (عجیب اور فہم و ادراک سے بعید بات تو یہ ہے کہ) انہوں نے حق (یعنی رسول ﷺ اور قرآن) کو جھٹلا دیا جب وہ اُن کے پاس آ چکا سو وہ خود (ہی) الجھن اور اضطراب کی بات میں (پڑے) ہیں○

۱۱۰۔ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ○ (۳)

سو کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے کے باعث تھک گئے ہیں؟ (ایسا نہیں) بلکہ وہ لوگ ازسرِ نو پیدائش کی نسبت شک میں (پڑے) ہیں○

---

(۱) الدخان، ۴۴:۳۴-۳۶

(۲) ق، ۵۰:۳-۵

(۳) ق، ۵۰:۱۵

سورۃ الواقعہ میں یہی مضمون اس طرح آیا ہے:

۱۱۱۔ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ○ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ○ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ○ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ○(۱)

اور کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم خاک (کا ڈھیر) اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے ○ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ کیے جائیں گے)○ آپ فرما دیں: بے شک اگلے اور پچھلے ○ (سب کے سب) ایک معیّن دِن کے مقررّہ وقت پر جمع کیے جائیں گے ○

۱۱۲۔ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ ○(۲)

ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا تھا پھر تم (دوبارہ پیدا کیے جانے کی) تصدیق کیوں نہیں کرتے؟○

پھر سورۃ القیامہ میں کفار و مشرکین کی اسی سوچ کا ذکر اس طرح آیا ہے:

۱۱۳۔ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○(۳)

میں قسم کھاتا ہوں روزِ قیامت کی ○

۱۱۴۔ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ○ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ○(۴)

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو (جو مرنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو کر

(۱) الواقعہ، ۵۶:۴۷-۵۰
(۲) الواقعة، ۵۶:۵۷
(۳) القيامة، ۷۵:۱
(۴) القيامة، ۷۵:۳-۴

بکھر جائیں گی) ہرگز اِکٹھا نہ کریں گے○ کیوں نہیں! ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی اُنگلیوں کے ایک ایک جوڑ اور پوروں تک کو درست کر دیں○

۱۱۵۔ اَلَيۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنۡ يُّحۡيِۦَ الۡمَوۡتٰی○[۱]

تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مُردوں کو پھر سے زندہ کر دے○

۱۱۶۔ سورۃ النازعات میں کفار کی یہی سوچ یوں بیان ہوئی ہے:

يَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَةِ○ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً○ قَالُوۡا تِلۡکَ اِذًا کَرَّةٌ خَاسِرَةٌ○[۲]

(کفّار) کہتے ہیں: کیا ہم پہلی زندگی کی طرف پلٹائے جائیں گے؟○ کیا جب ہم بوسیدہ (کھوکھلی) ہڈیاں ہو جائیں گے (تب بھی زندہ کیے جائیں گے)؟○ وہ کہتے ہیں: یہ (لوٹنا) تو اس وقت بڑے خسارے کا لوٹنا ہوگا○

الغرض آپ نے مذکورہ بالا چند نمونوں سے اِس اَمر کا بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ غیر اَہلِ کتاب کفار و مشرکین کے عقائد کے ضمن میں قرآن مجید سرے سے مختلف موضوعات پر بات کرتا ہے، جب کہ اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ضمن میں بالکل دوسرے موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔

عام کفار و مشرکین کے عقائد کے ردّ پر مشتمل آیات سے یہ واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ وہ اَقوام اور طبقات تھے جو سرے سے انبیاء کرام اور رُسل عظام کو مانتے ہی نہیں تھے، نہ بعثت اور رسالت کے اُصولی تصور کے قائل تھے اور نہ ان کی دعوتِ توحید پر کان دھرتے تھے۔ نہ وحیِ اِلٰہی کو مانتے تھے اور نہ ہی اس کے ذریعے پہنچائی گئی تعلیماتِ ربانی کو قبول کرتے تھے۔ نہ ان کا عقیدہ، آخرت اور یومِ حساب پر تھا اور نہ ہی بعث بعد الموت پر۔ نہ ان کے پاس

---

(۱) القیامۃ، ۷۵:۴۰

(۲) النازعات، ۷۹:۱۰-۱۲

کوئی منزل من اللہ دین تھا، نہ شریعت و ملت، نہ ان کی کوئی آسمانی کتاب تھی اور نہ سلسلۂ انبیاء میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق۔ وہ اَوّلاً و آخراً کافر و مشرک تھے، اُنہوں نے روزِ اَوّل سے پیغامِ حق کو قبول ہی نہیں کیا تھا۔ سو ان کی روش حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر بعثتِ محمدی تک ایک ہی رہی۔ ان کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ ان کا عقیدہ کبھی درست رہا ہو اور بعد ازاں تحریف کے باعث بگاڑ کا شکار ہو گیا ہو، یا وہ پہلے زمانوں کے بعض انبیاء اور رسولوں پر ایمان لائے ہوں اور انہی کی اُمت رہنے پر مصر ہوں، اس وجہ سے انہوں نے رسالتِ محمدی کا انکار کر دیا ہو اور کافر بن گئے ہوں۔ نہیں! وہ روزِ اَوّل سے ہی ایمان نہیں لائے، وہ کبھی مومن نہیں رہے۔ اس لیے ایسے تمام طبقات خواہ وہ بت پرست ہیں یا سورج پرست، ستارہ پرست ہیں یا آتش پرست، ملائکہ پرست ہیں یا مظاہر پرست، حتی کہ دریاؤں، درختوں، جانوروں اور مورتیوں سمیت کسی بھی شے کی پوجا کرتے ہیں یا سرے سے کوئی خدا ہی نہیں مانتے، وہ سب ایک ہی قسم میں شمار ہوتے ہیں، جسے غیر اِلہامی مذاہب کہا جاتا ہے۔ یہ کسی بھی آسمانی کتاب اور شریعت کو نہ ماننے کے باعث (believers) کے زُمرے میں نہیں آتے۔ جب کہ اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) تورات اور اِنجیل پر آج بھی اُسی طرح اپنا عقیدہ رکھتے ہیں جیسے عہدِ رِسالت مآب ﷺ اور نزولِ قرآن کے زمانے میں رکھتے تھے۔ یعنی ان کے ہاں تحریفِ کتاب اور فسادِ عقائد کی خرابیاں اُس وقت بھی موجود تھیں اور آج بھی وہی ہیں، کوئی نئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید نے بایں ہمہ ان کا عنوانِ 'اَہلِ کتاب' برقرار رکھا اور بعض اہم دینی معاملات میں ان کے احکام بھی دیگر کفار و مشرکین سے جدا رکھے (جن کا ذکر آگے آئے گا)۔ اس لیے یہ وسیع معنی میں 'believers' یعنی 'آسمانی کتاب کو ماننے والے' کہلاتے ہیں۔ اس کا معنی 'اَہلِ ملّت اور اَہلِ دعویٰ توحید' ہونا بھی ہے۔ یہی تصریح جلیل القدر ائمۂ فقہ و عقائد نے اپنی کتب میں کی ہے (جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے)۔

باب دوم

سیرتِ نبوی کی روشنی میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب (کفار ومشرکین) میں فرق

قرآن حکیم کی روشنی میں ہم نے گزشتہ بحث میں بخوبی سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کفار کے درمیان فرق روا رکھا ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا حضور سرور کائنات نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی اس فرق کو قائم رکھا یا دونوں طبقات کو برابری کی سطح پر رکھتے ہوئے معاملات فرمائے۔

ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مبارکہ کی روشنی میں مکی اور مدنی، دونوں اَدوار میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب کے درمیان کئی اِعتبار سے نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ اس کا تعین قرآن مجید اور آپ ﷺ کے کئی تاریخی اِقدامات اور اِرشادات سے بھی ہوتا ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ کئی اَہلِ کتاب مومنین اور صالحین تھے

قرآن مجید میں بعض اَہلِ کتاب کے اِیمان اور اَعمالِ صالحہ کی نسبت واضح اِرشادات ملتے ہیں، جیسے کہ سورۃ الاَعراف میں فرمایا گیا ہے:

۱۔ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ○[(۱)]

اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں سے ایک جماعت (ایسے لوگوں کی بھی) ہے جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل (پر مبنی فیصلے) کرتے ہیں○

اسی طرح سورہ آل عمران میں اہلِ کتاب میں سے مومنین کی خصوصیات بیان کی جا رہی ہیں:

۲۔ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

(۱) الأعراف، ۷:۱۵۹

رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○[1]

اور بے شک کچھ اَہلِ کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر بھی (ایمان لاتے ہیں) جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی اور ان کے دل اللہ کے حضور جھکے رہتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے عوض قلیل دام وصول نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے○

۲۔ نصاریٰ بلحاظِ محبت مسلمانوں کے قریب تر ہیں

اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ دونوں کی نفسیات، دونوں کی تعلیمات اور دیگر خامیوں اور خوبیوں کو بھی موضوع بنایا ہے۔ خصوصی طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے عمومی رویوں اور مسلمانوں کے ساتھ طبعی میلانات کا حوالہ دیتے ہوئے قرآن نے واضح کیا کہ ان دونوں مذاہب میں سے عیسائی قوم مسلمانوں سے ہمدردی میں یہودیوں کی نسبت زیادہ قریب ہوگی۔ اس کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ ان میں کچھ مذہبی رہنما اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے یعنی عوام کو نفرت پر نہیں اُبھاریں گے۔ اس حوالے سے ارشادِ ربانی ملاحظہ ہو:

۳۔ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ○[2]

اور آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ محبت سب سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں: بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں علماءِ (شریعت بھی) ہیں اور (عبادت گزار) گوشہ نشین بھی ہیں اور (نیز) وہ تکبر نہیں کرتے○

---

(۱) آل عمران، ۳:۱۹۹

(۲) المائدة، ۵:۸۲

قرآن مجید کا نصاریٰ (Christians) کے حق میں یہ تبصرہ اتنا اچھوتا ہے جو کبھی بھی عام کفار و مشرکین کے حق میں کسی مصالحت و مسالمت کے دور میں بھی نہیں کیا گیا۔ پھر اس کی وجہ یہ مماثلت بیان کی گئی ہے کہ ان میں اَہلِ شریعت بھی ہیں اور اَہلِ روحانیت بھی۔ یعنی ظاہری اَحکام کے ماہرین و متخصصین بھی ہیں اور باطنی و روحانی اِصلاح کے لیے مجتهد و مربی بھی۔ ان علماء اور پیشواؤں کی یہ خصوصیت بطور خاص ذکر فرمائی کہ وہ نخوت و تکبر سے دور ہوں گے۔ اِسی طرح کی تقسیم مسلمانوں میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر سلف صالحین تک اور بعد کے زمانوں میں بھی علماء و فقہاء اور زُہّاد و صالحین کے طبقات کی صورت میں نظر آتی ہے۔ یہ گوشہ دونوں طبقات (یعنی مسلمانوں اور اَہلِ کتاب) میں کافی اِشتراکات رکھتا ہے، ہر چند کہ اَحکام و مسائلِ شریعت کی تفصیلات کے لحاظ سے دونوں کے طریقے کتنے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔

مذکورہ بالا آیت میں سے مسیحیوں (Christians) سے متعلق درجِ ذیل حصہ غور طلب ہے:

’وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى.‘

اور آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ محبت سب سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں: بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔

۳۔ قرآن نے مسیحی مملکت کو مکہ پر ترجیح دی

بعثتِ نبوی کے بعد مصطفوی مشن جب اہل مکہ کی ترش روئی، ہٹ دھرمی اور سخت مزاحمت کا شکار ہونے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشکلات کو کم کرنے کے لئے مکہ کے ارد گرد علاقوں اور ممالک میں اسلامی تحریک کے امکانات پر غور و فکر کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طویل غور و خوض کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت - جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں - کو پڑوسی ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخوبی علم تھا کہ حبشہ مسیحی ملک اور اس کا حاکم نجاشی

بھی عیسائی ہے۔ لیکن چونکہ نجاشی کی شہرت ایک عادل اور رحم دل حکمران کے طور پر آپ تک پہنچ چکی تھی اس لئے آپ ﷺ نے پہلی اور دوسری ہجرت کے لے اسی مسیحی مملکت کا انتخاب فرمایا۔ قرآن نے حضور ﷺ کے اس فیصلے کو تائید الٰہی سے نوازا اور حبشہ کو مسلمانوں کے لئے بہترین ٹھکانہ قرار دیا۔

۱۔ قرآن مجید میں ہجرتِ حبشہ کی نسبت اِرشاد فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِی اللهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○(۱)

اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر (طرح طرح کے) ظلم توڑے گئے تو ہم ضرور انہیں دنیا (ہی) میں بہتر ٹھکانا دیں گے، اور آخرت کا اجر تو یقیناً بہت بڑا ہے، کاش! وہ (اس راز کو) جانتے ہوتے ○

امام قرطبی اپنی تفسیر 'الجامع لأحکام القرآن' میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

وَقَالَ قَتَادَةُ: الْمُرَادُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ، ظَلَمَهُمُ الْمُشْرِكُونَ بِمَكَّةَ وَأَخْرَجُوهُمْ حَتّٰى لَحِقَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بِالْحَبَشَةِ، ثُمَّ بَوَّأَهُمُ اللهُ تَعَالٰى دَارَ الْهِجْرَةِ، وَجَعَلَ لَهُمْ أَنْصَارًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ.(۲)

اور حضرت قتادہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن پر مشرکینِ مکہ نے مظالم ڈھائے اور انہیں (وہاں سے) نکال دیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک گروہ حبشہ چلا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دار الہجرت کا ٹھکانا عطا فرمایا اور مومنوں میں سے ان کے مددگار بنائے۔

---

(۱) النّحل، ۱۶:۴۱

(۲) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۰:۱۰۷

امام ابن ابی حاتم رازی اور امام ابن جریر طبری نے بھی 'بہترین ٹھکانے' کی طرف ہجرت سے مراد ہجرتِ حبشہ اور بعدازاں ہجرتِ مدینہ دونوں مراد لی ہیں۔(۱) اور ان جگہوں (اَوّلاً حبشہ اور بعدازاں مدینہ) کو لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کے تحت شمار کیا گیا ہے۔

امام مکی بن ابی طالب المقری نے 'الهداية إلى بلوغ النهاية' میں اِس آیت کریمہ کے تحت ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ دونوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

> اس آیت کا اِشارہ ہجرتِ مدینہ کی طرف نہیں بلکہ صرف ہجرتِ حبشہ کی طرف ہے کیوں کہ یہ آیت مکہ میں ہجرتِ حبشہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔(۲)

اِس اَمر کی تصریح امام ابن عطیہ نے بھی المحرر میں کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> **وهم الذين هاجروا إلى أرض الحبشة. هذا قول الجمهور، وهو الصحيح في سبب هذه الآية، لأن هجرة المدينة لم تكن وقت نزول الآية.(۳)**

> اور (زیرِ بحث آیت میں مراد) وہ لوگ ہیں جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یہی جمہور کا قول ہے اور اِس آیت کے سببِ نزول کے لحاظ سے درست بھی یہی ہے کیوں کہ اس آیت کے نزول کے وقت ہجرتِ مدینہ نہیں ہوئی تھی۔

یہی بات امام ابو حیان نے البحر المحيط میں لکھی ہے کہ یہ آیت صرف ہجرتِ حبشہ سے متعلق ہے کیونکہ اس کے نزول کے وقت ہجرتِ مدینہ نہیں ہوئی تھی، اور یہی صحیح ہے۔(۴)

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۷:۲۲۸۴، رقم: ۲۱۵۱۸
۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴:۱۰۷

(۲) مکی بن ابی طالب المقری، الهداية إلى بلوغ النهاية، ۶:۳۹۹۶

(۳) ابن عطیة، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، ۳:۳۹۴

(۴) ابو حیان، البحر المحیط، ۵:۴۹۲

ہجرت کے بعد جو واقعات حبشہ میں مسلمانوں کو پیش آئے اور قریش مکہ کی مخالفت کے باوجود نجاشی نے جس طرح صحابہ کرام ﷺ کی حمایت کی، اس سے حضور ﷺ کے حسنِ ظن کو اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں بدل دیا۔ نہ صرف نجاشی مسلمانوں کا محافظ بن گیا بلکہ مسلمانوں کی مختصر جماعت کے کردار نے نجاشی کے دل میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام حضور ﷺ کے بارے میں محبت کا چشمہ رواں کر دیا۔ کفارِ مکہ کے ظلم و ستم کے ستائے ہوئے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے پرامن ٹھکانہ بھی مہیا فرما دیا اور حبشہ کے حکمران نجاشی کی شکل میں ایک مہربان میزبان بھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے دوسری بار زیادہ تعداد میں اسی سرزمین کی طرف ہجرت کی اور اس وقت تک وہاں قیام پذیر رہے جب تک حضور ﷺ نے بقیہ مسلمانوں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت نہیں فرمائی اور وہاں مسلمان فعال نہیں ہوگئے۔

۲۔ اِسی ضمن میں سورۃ العنکبوت میں ارشاد ربانی ہے:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ۝ (۱)

اے میرے بندو! جو ایمان لے آئے ہو بے شک میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو۝

اس آیت کے تحت حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

لما ضاق على المستضعفين بمكة مقامهم بها، خرجوا مهاجرين إلى أرض الحبشة، ليأمنوا، على دينهم هناك، فوجدوا هناك خير المنزلين، أصحمة النجاشي ملك الحبشة، رحمه الله، آواهم وأيدهم بنصره. (۲)

جب مکہ کے کمزور و ناتواں (صحابہ کرام ﷺ) پر سرزمینِ مکہ تنگ ہوگئی اور اُن کے لیے

---

(۱) العنکبوت، ۲۹:۵۶

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۶:۲۹۰

وہاں قیام کرنا مشکل ہوگیا تو انہوں نے اپنا دین بچانے کے لیے حبشہ کی طرف ہجرت کر لی۔ وہاں انہیں شاہِ حبشہ اَصحمہ النجاشیؒ کی صورت میں بہترین میزبان مل گیا، جس نے مہاجرین کی بھرپور تائید و نصرت کی اور انہیں ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچائیں۔

۴۔ حضور ﷺ نے حبشہ کو 'سچائی کی سرزمین' قرار دیا

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا قرآن نے حبشہ کو بہترین ٹھکانہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی اسے سچائی اور امن کی سرزمین قرار دیا حالانکہ حضور ﷺ جانتے تھے کہ اس ملک کا حاکم مسیحی المذہب ہے۔ اِمام ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ جب کفار و مشرکینِ مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور مسلمانوں کے بچاؤ کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرتِ حبشہ کا حکم دیا۔ (یاد رہے کہ یہ ہجرت اعلانِ نبوت کے پانچویں سال ماہِ رجب میں ہوئی)۔ اِبتداءً سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور آپ کی زوجہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت الرسول سمیت پندرہ اَفراد نے ہجرت کی۔ بعدازاں حبشہ کی نسبت اچھی خبریں پا کر مزید صحابہ و صحابیات شاملِ ہجرت ہوتے گئے اور مجموعی طور پر مہاجرین کی تعداد بیاسی تک پہنچ گئی۔ اسی وجہ سے اسے حبشہ کی طرف ہجرتِ ثانیہ بھی کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وقتِ ہجرت جو خطاب فرمایا اس کے کلمات توجہ طلب ہیں۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرتِ حبشہ کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوْ خَرَجْتُمْ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، فَإِنَّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ أَحَدٌ، وَهِيَ أَرْضُ صِدْقٍ، حَتّٰى يَجْعَلَ اللهُ لَكُمْ فَرَجًا. فَخَرَجَ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، مَخَافَةَ الْفِتْنَةِ وَفِرَارًا إِلَى اللهِ بِدِينِهِمْ، فَكَانَتْ أَوَّلَ هِجْرَةٍ كَانَتْ فِي الْإِسْلَامِ.(۱)

(۱) ابن ہشام، السيرة النبوية، ۱: ۳۳۱

اگر تم لوگ ملک حبشہ چلے جاؤ تو بہتر ہے کیوں کہ وہاں کے بادشاہ کی سلطنت میں کسی پر بھی ظلم نہیں ہوتا اور وہ سچائی اور راستی کی سرزمین ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی فرما دے۔ چنانچہ اِس حکمِ نبوی کو سُن کر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے دین کی حفاظت کی خاطر حبشہ کی طرف روانہ ہوگئے، اور یہ تاریخِ اِسلام میں پہلی ہجرت تھی۔

یہی کلمات سرزمینِ حبشہ اور نجاشی کے بارے میں امام طبری نے بھی 'تاریخ الأمم والملوک' میں روایت کیے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

فَإِنّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ أَحَدٌ، وَهِيَ أَرْضُ صِدْقٍ. (۱)

اس ملک کا بادشاہ ایسا ہے کہ اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور یہ سچائی کی سرزمین ہے۔

اِنہی کلمات کو امام ذہبی نے 'تاریخ الإسلام (۱:۱۸۴)' میں اور حافظ ابن کثیر نے 'البدایۃ والنہایۃ (۳:۵۵)' میں روایت کیا ہے؛ الغرض ابن الاثیر الجزری سمیت کثیر اَئمہ تاریخ و حدیث نے اِسے روایت کیا ہے۔ امام بدر الدین العینی نے بھی **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری** کی **کتاب الجمعۃ** میں انہی کلمات کو بیان کیا ہے۔

نہایت غور طلب نکتہ

یہ بات نہایت غور طلب ہے کہ جہاں مسلمانوں پر کفار و مشرکینِ مکہ کے مظالم بڑھ جانے کی صورت میں ان کی جان و مال اور دین و ایمان کی حفاظت کے لیے سرزمینِ حبشہ کا انتخاب کیا گیا، وہاں اسے 'اچھی پناہ گاہ' اور 'سچائی کی سرزمین' کے اَلقابات سے بھی نوازا گیا؛ جب کہ اس ملک کے تمام باشندے مذہباً مسیحی تھے اور اس کا بادشاہ نجاشی بھی عیسائی تھا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ابھی تک اسے حضور علیہ السلام کے مبعوث ہو جانے کی خبر بھی نہیں تھی۔ اس

(۱) طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۱:۵۴۷

کے باوجود حضور ﷺ نے اِس کے ملک کو مسلمانوں کے 'دین و اِیمان' کے لیے محفوظ پناہ گاہ قرار دیا اور اس مملکت کو 'اَرضِ صدق (سچائی کی سرزمین)' کے نہایت معزز و مکرم لقب سے بھی نوازا؛ اور یہ سب کچھ اس کے قبولِ اِسلام سے پہلے فرمایا گیا ہے۔ امام ابن اسحاق، امام طبرانی اور امام ابن عساکر اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:

لما نزلنا أرض الحبشة جاورنا بها خير جارٍ النجاشي، أمنًّا على ديننا، وعبدنا الله لا نؤدى، ولا نسمع شياءً نكرهه.(۱)

جب ہم حبشہ میں شاہ نجاشی کے پاس تھے تو بہت پُر اَمن ماحول میں رہتے تھے، ہم اپنے دین کے حوالے سے بے خوف ہوگئے تھے، سو ہم نے اللہ تعالیٰ کی (آزاد ماحول میں) خوب عبادت کی جو پہلے نہ کرسکتے تھے اور ہم وہاں کوئی ناگوار بات نہ سنتے تھے۔

اِسی طرح امام ابن اِسحاق نے 'السیرۃ' میں، امام ابو نعیم نے 'الدلائل' میں، امام ابن عساکر نے 'التاریخ' میں اور حافظ ابن کثیر نے 'البدایۃ والنہایۃ' میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اَصحمہ النجاشی نے حضور ﷺ کے اَوصاف اور تعلیمات کا ذکر سنا تو رو پڑا۔ پھر اس نے اپنے دربار میں برملا کہا:

مرحباً بكم وبمن جئتم من عنده، أشهد أنه رسول الله، وأنه الذى نجد فى الإنجيل، وأنه الرسول الذى بشر به عيسىٰ ابن مريم، أنزلوا حيث شئتم، والله لولا ما أنا فيه من الملك لأتيته حتىٰ أكون أنا الذى أحمل نعليه. وأمر لنا بطعام وكسوة. ثم قال: اذهبوا فأنتم آمنون. من سبكم غرم، من سبكم غرم، من سبكم غرم.(۲)

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱: ۳۴۱

(۲) یوسف صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، الباب التاسع عشر: فی رجوع القادمین من الحبشۃ إلیھا والھجرۃ الثانیۃ، ۲: ۳۹۱

تمہیں خوش آمدید! اور اُس برگزیدہ ہستی کو بھی جس کے ہاں سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور بے شک آپ وہی ہیں جن کا ذکر ہم اِنجیل میں پاتے ہیں۔ اور آپ وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ (مسلمانو!) تم جہاں چاہو آزادانہ ٹھہر سکتے ہو۔ بخدا! اگر میں اس ملک کا حکمران نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، یہاں تک کہ میں آپ کا پاپوش بردار بنتا (یعنی آپ ﷺ کے نعلین اٹھایا کرتا)۔ پھر نجاشی نے ہمیں بہترین کھانا اور لباس فراہم کیے جانے کا حکم دیا۔ پھر کہا: جاؤ! تم لوگ اَمن میں ہو۔ جس نے بھی تمہیں برا بھلا کہا اسے سزا ملے گی، جس نے بھی تمہیں برا بھلا کہا اسے سزا ملے گی، جس نے بھی تمہیں برا بھلا کہا اسے سزا ملے گی۔

اب دیکھیے! ایک طرف کفار و مشرکینِ مکہ کے مظالم ہیں اور دوسری طرف اَہلِ کتاب کی ایک مملکت جسے 'سچائی کی سرزمین' قرار دیا جا رہا ہے اور اس کے صالح مسیحی حکمران کو مسلمانوں کے دین کا محافظ ٹھہرایا جا رہا ہے، اور وہ اپنے عمل سے فرمانِ رسول ﷺ کو سچا بھی ثابت کر رہا ہے۔

ایسا اِستثنائی طرزِ عمل دیگر کفار و مشرکین کے کسی قبیلے یا مملکت سے کبھی متوقع نہ تھا۔ اس کی گنجائش بعض اَہلِ کتاب میں ہی ہو سکتی تھی، جس کے باعث حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو وہیں جا کر آباد ہونے کی تلقین فرمائی۔

۵۔ نجاشی اور اس کی حکومت کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلماتِ تحسین

امام ابن ہشام نے 'السیرۃ' میں اور حافظ ابن کثیر نے 'البدایۃ والنہایۃ' میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مزید روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ 'ہمارے قیام کے دوران ایک حبشی شخص نے نجاشی کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ خدا کی قسم! ہم اِس قدر اداس اور

پریشان کبھی نہ ہوئے تھے جس قدر اس دن ہوئے، اس خطرے کے پیشِ نظر کہ کہیں یہ شخص نجاشی کی حکومت کا تختہ نہ اُلٹ دے اور برسر اِقتدار نہ آ جائے۔ پھر ممکن ہے کہ یہ شخص ہم مسلمانوں کے حقوق کو اس طرح تسلیم نہ کرے اور ہماری اس طرح حفاظت نہ کرے جیسے نجاشی کر رہا ہے۔ چنانچہ نجاشی کی فوج اور اس کا لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ ہم سب نجاشی کی حکومت کے لیے دعائیں کرنے لگے۔ اچانک زبیر بن العوام نے ہمیں آ کر خوش خبری دی کہ نجاشی فتح یاب ہوگیا ہے اور اس کا دشمن شکست کھا چکا ہے۔ خدا کی قسم! ہم اس دن اس قدر خوش ہوئے کہ اتنی خوشی کبھی نہ ہوئی تھی'۔

ام المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ ﷺ کے دو جملے بطور خاص ملاحظہ ہوں:

۱۔ **فَجَعَلْنَا نَدْعُوا اللهَ، وَنَسْتَنْصِرَهُ لِلنَّجَاشِي.**

پس ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجاشی کی فتح یابی کے لیے دعائیں مانگنے لگے۔

۲۔ **ألا، أبشروه، فقد أظهر الله النجاشي، فوالله، ما علمنا فرحنا بشيء قط فرحنا بظهور النجاشي.**[(۱)]

آ گاہ ہوجاؤ! خوشیاں مناؤ! اللہ تعالیٰ نے نجاشی کو غلبہ عطا فرما دیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ ہمیں نجاشی کی فتح و کامرانی پر ہونے والی خوشی سے زیادہ خوشی کسی اور موقع پر ہوئی ہو (یعنی اتنی خوشی کسی اور موقع پر کبھی نہیں ہوئی تھی)۔

(۱) ۱۔ ابن اسحاق، السيرة النبوية، ۱:۲۵۰
۲۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۱:۳۴۴-۳۴۵
۳۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۳:۷۵

۶۔ نجاشی کے مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک پر باری تعالیٰ کا حسنِ جزا

سنن ابی داود کی کتاب الجہاد میں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرٰى عَلٰى قَبْرِهٖ نُورٌ. (۱)

جب (شاہِ حبشہ) نجاشی فوت ہوگئے تو ہم کہا کرتے تھے کہ ان کی قبر پر ہمیشہ نور برستا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

۷۔ نجاشی کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسنِ سلوک پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنِ عطا

'صحیح بخاری' اور 'صحیح مسلم' کی کتاب الجنائز اور کتاب المناقب میں مروی ہے کہ:

'جب حبشہ میں نجاشی کی وفات ہوئی تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی اس کی نماز جنازہ پڑھائی'۔ (۲)

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب في النور يرى عند قبر الشهيد، ۳:۱۶، رقم: ۲۵۲۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجنائز، باب الرجل ينعى إلى أهل الميت بنفسه، ۱:۴۲۰، الرقم:۱۱۸۸

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجنائز، باب الصفوف على الجنازة، ۱:۴۴۳، الرقم:۱۲۵۵

۳۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنائز بالمصلى والمسجد، ۱:۴۴۶، الرقم:۱۲۶۳

۴۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنائز بالمصلى والمسجد، ۱:۴۴۶، الرقم:۱۲۶۳

’علماء فرماتے ہیں کیونکہ وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ تھا، اِس لیے حضور ﷺ نے اس کے اِحسان کا بدلہ اَعلیٰ اِحسان سے چکایا۔‘(۱)

۸۔ نجاشی نے باقاعدہ قبولِ اِسلام کب کیا؟

یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ نجاشی نے باقاعدہ قبولِ اِسلام حضور ﷺ کے اس خط کے نتیجے میں کیا تھا جو آپ ﷺ نے اُس کی طرف مدنی دور میں لکھا تھا جب کہ آپ ﷺ نے قیصرِ روم، کسریٰ ایران اور والیِ مصر کی طرف بھی دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ سب خطوط ایک ہی وقت لکھے گئے؛ جب کہ نجاشی مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور حضور ﷺ کی ذاتِ اَقدس کے لیے بے پناہ اِظہارِ محبت وعقیدت باقاعدہ دعوتِ اِسلام پانے سے بھی کم وبیش دس بارہ سال پہلے سے کرتا آ رہا تھا۔(۲) یہ تمام واقعہ بعض اَہلِ کتاب اور دیگر کفار ومشرکین کے عقیدہ وکردار میں نمایاں فرق کو ظاہر کرتا ہے۔

۹۔ ہجرتِ نبوی کے لیے سرزمینِ مدینہ کا انتخاب کیوں؟

اِسی طرح دوسرا واقعہ ’ہجرتِ مدینہ‘ کا ہے، جس کی تفصیلات بیان کرنا یہاں مقصود نہیں۔ صرف اِس قدر سمجھنا کافی ہے کہ جب مکہ میں مسلمانوں کے لیے بے پناہ مشکلات پیدا ہوگئیں اور اسلام کے فروغ کی راہیں مسدود ہوگئیں؛ یہاں تک کہ کفار ومشرکینِ مکہ نے تنگی

.... ۵۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنازة أربعا، ۱:۴۴۷، الرقم:۱۲۶۸

۶۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب موت النجاشی، ۳:۱۴۰۷-۱۴۰۸، الرقم:۳۶۶۴-۳۶۶۸

۷۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنازة، ۲:۶۵۶

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۳:۱۸۸

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیة، ۱:۴۴۳-۴۴۴

۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیة، ۵:۲۱، ۲۶

تلواروں کے ساتھ کاشانۂ نبوی کا محاصرہ کر لیا تو اس وقت جس شہر 'یثرب' کا ہجرت کے لیے انتخاب کیا گیا وہ بھی 'اَہلِ کتاب' کا قدیمی مسکن تھا۔ پھر بیعتِ عقبہ اُولیٰ اور بیعتِ عقبہ ثانیہ میں اس وقت یثرب سے آ کر جن درجنوں لوگوں نے صحبتِ نبوی کے طویل مواقع پائے بغیر حضور ﷺ کے دستِ اَقدس پر قبولِ اِسلام کی بیعت کر لی تھی، وہ بھی اَصلاً اَوس وخزرج کے قبائل سے تعلق رکھنے والے 'اَہلِ کتاب' ہی تھے۔

سوال یہ ہے کہ اِسلام کے لیے ان کی اتنی جلد آمادگی اور اتنے مضبوط ایمانی تحرک کا سبب کیا تھا؟ یہ سبب اِس کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا کہ انہوں نے پہلے ہی سے تورات و اِنجیل میں حضور ﷺ کے تذکرے پڑھ رکھے تھے، اور وہ آپ ﷺ کی نبوت و رِسالت کی علامات سے واقف تھے! سو انہوں نے 'منیٰ' کے میدان میں جب حضور ﷺ کی زیارت کی تو جن مزاجوں کی زمین میں پہلے ہی سے ایمان کا بیج موجود تھا اور انہیں حضور ﷺ کے مقام اور عظمتِ شان سے آگہی نصیب تھی، وہ آپ ﷺ کو دیکھتے اور سنتے ہی ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کے نقباء اور نمائندگان بن کر 'مدینہ' میں اِسلام کے مشن کے لیے کام کرنے لگے حالانکہ انہوں نے کفارِ مکہ کی طرح نہ تو چاند کو ٹکڑے ہوتا دیکھا تھا، نہ وہ سفرِ معراج کے عینی شاہد تھے اور نہ ہی انہیں دیگر عظیم معجزات کا دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ ایسی قلبی سازگاری اور ذہنی ہمواری - جو اَہلِ کتاب کو میسر تھی - کفار و مشرکین کو بالعموم نصیب نہیں ہوئی۔ چنانچہ اُنہوں نے ہجرتِ مدینہ سے قبل ہی آپ ﷺ کی آمد کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی۔ مستزاد یہ کہ بعد از ہجرت جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم 'اَنصار' کہلائے وہ بھی سارے کے سارے پہلے 'اَہلِ کتاب' ہی تھے۔ گویا ان میں قبولِ اسلام کی بنیادی صلاحیت اور رغبت دوسروں کی نسبت زیادہ تھی اور اس سرزمین اور سوسائٹی میں بھی مکہ اور کفارِ مکہ کی نسبت رِسالتِ محمدی پر ایمان لانے کے امکانات زیادہ تھے۔ اِسی وجہ سے اس سرزمین کو منتخب کیا گیا۔

۱۰۔ مکہ اور مدینہ میں لوگوں کے قبولِ اِسلام کی رفتار اور تعداد میں فرق کا سبب

عام کفار و مشرکین اور اَہلِ کتاب میں فرق کا اندازہ یوں بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے بعثت سے قبل اپنی حیاتِ طیبہ کے ۴۰ برس مکہ معظّمہ میں گزارے تھے اور اِعلانِ نبوت کے بعد کے ۱۳ برس بھی وہیں دعوتِ اسلام میں صرف فرمائے تھے۔ ان ۵۳ سالوں کے نتیجے میں تین سو (۳۰۰) سے کچھ زائد اَفراد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے جب کہ نہایت عظیم معجزاتِ ﷺ کا ظہور بھی اسی زمانے میں ہوا۔

اِس کے برعکس ہجرتِ مدینہ کے آٹھویں سال (یعنی ۸ ہجری میں) جب حضور ﷺ فتحِ مکہ کے لیے تشریف لائے تو آپ ﷺ کے ساتھ آنے والے جاں نثار صحابہ کی تعداد دس ہزار (۱۰,۰۰۰) ہو چکی تھی۔ اس سے آپ قبولِ اسلام کی رفتار کا فرق دیکھ سکتے ہیں۔ اس سرعتِ رفتار کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عام کفار و مشرکین کلیتًا عقیدۂ توحید کے ہی مخالف تھے؛ اِسی طرح نبوت و رسالت، وحی اور تعلیماتِ اِلٰہیہ کے بھی اَصلاً منکر تھے۔ اُنہیں دینِ اسلام کو قبول کرنے کے لیے بہت سی دشوار گزار گھاٹیاں عبور کرنا پڑتی تھیں جب کہ اَہلِ کتاب ان تمام تصورات اور تعلیمات سے خوب شناسا تھے اور اُصولی طور پر قائل بھی تھے۔ ایمان کی راہ میں ان کی بڑی رکاوٹ صرف ایک تھی اور وہ یہ تھی کہ حضور ﷺ بنی اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل سے مبعوث ہوئے تھے حالانکہ وہ خود صدیوں پہلے، اس کھجوروں والے شہر 'مدینہ' میں آباد ہی حضور ﷺ کے لیے ہوئے تھے۔ پھر ان کی کئی نسلیں آپ ﷺ ہی کی آمد کے انتظار میں دُنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ اُنہیں اَصلاً کوئی انکار نہ تھا بلکہ انتظار تھا۔ جب دیکھا کہ رسول آخر الزماں ﷺ، جن کے لیے وہ خود مدت سے منتظر تھے بنی اسرائیل سے نہیں آئے، بلکہ بنی اسماعیل سے آگئے ہیں تو کئی لوگ نسلی حسد و عناد کے باعث کافر ہوگئے اور کئی سلامتِ طبع کے باعث مومن بن گئے۔ اب بھی عام کافر و مشرک اور کتابی کافر کے درمیان اس طرح کا کچھ نہ کچھ فرق ضرور دیکھنے کو ملتا ہے

جس کی وجہ سے اَہلِ کتاب بالخصوص مسیحیوں میں قبولِ اِسلام کے اِمکانات دیگر تمام طبقات کے مقابلے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ (میں نے خود اس حقیقت کا مشاہدہ اور تجربہ عمر بھر کیا ہے۔) کیونکہ انہیں اسلام کے بنیادی تصورات سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوتی، صرف جہالت اور بے خبری کا پردہ اُٹھانے کی دیر ہوتی ہے یا تہمتوں کی گرد کو جھاڑ کر اسلام کا اصل خوبصورت چہرہ دکھانے کی دیر ہوتی ہے۔ ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی دیگر کفار کے مقابلے میں جلد آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دُنیا میں قبولِ اسلام کی شرح کا موزانہ کیا جائے تو مسیحیوں میں قبولیت اسلام کا رجحان دیگر تمام مذاہب کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ اسی فرق سے اِلہامی اور غیر اِلہامی مذاہب کی تقسیم کی حقیقت سمجھی جا سکتی ہے۔

۱۱۔ میثاقِ مدینہ کے ذریعے حضور ﷺ نے یہود اور مسلمانوں کو ایک اِجتماعی وحدت کا حصہ بنا دیا

اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب میں فرق کا ایک اور اندازہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اس سنتِ مبارکہ سے بھی ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد اَہلِ کتاب سے معاہدہ فرمایا اور انہیں شریکِ صحیفہ کیا، تو جو کلمات ان کے لیے تحریر کروائے تھے وہ کبھی غیر کتابی کفار و مشرکین کے لیے ادا نہیں فرمائے۔

امام ابن اسحاق 'السیرۃ' میں، امام ابو عبید قاسم بن سلام اور امام حمید بن زنجویہ 'کتاب الأموال' میں، ابن ہشام 'السیرۃ' میں، السہیلی 'الروض الأنف' میں، ابن سید الناس 'عیون الأثر' میں، حافظ ابن کثیر 'البدایۃ والنہایۃ' میں، النویری 'النہایۃ' میں، ابن الاثیر الجزری 'النہایۃ' میں، امام منصور بن الحسن 'نثر الدرر' میں، الصاغانی 'العباب' میں، ابن تیمیہ 'الصارم المسلول' میں، ابن القیم 'أحکام أھل الذمۃ' میں، امام بیہقی 'السنن الکبریٰ' میں، امام زرقانی 'شرح المواھب للقسطلانی' میں، اَلغرض تمام اَئمہ سیر و تاریخ نے 'صحیفہ مدینہ (معاہدۂ یہود)' کو کامل نص کے ساتھ یا مختصراً اور جزواً روایت کیا ہے، جو امام ابن شہاب

زہریؒ اور دیگر سے کئی طرق کے ساتھ مروی ہے۔

اِس 'صحیفہ' کے افتتاحی الفاظ ملاحظہ ہوں:

هٰذا كِتابُ رسُولِ اللهِ ﷺ بينَ المُؤمنينَ وأهلِ يَثْرِبَ ومُوَادعتِهِ يَهُودَهَا، مَقْدَمَهُ الْمَدِيْنَةَ ...... أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كَتَبَ بهذا الكِتابِ: هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمّدٍ النّبِيّ رسولِ اللهِ ﷺ، بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وأهلِ يَثْرِبَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ، فحَلَّ مَعَهُمْ، وَجَاهَدَ مَعَهُمْ، إنّهُمْ أُمّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النّاسِ. (۱)

یہ معاہدہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد مومنین اور اَہلِ یثرب کے مابین ہے اور یہود کو بھی اِس معاہدۂ مصالحت میں شامل کیا گیا ہے۔ ...... یہ اللہ کے نبی اور رسول محمد ﷺ کی طرف سے دستوری تحریر (و دستاویز) ہے۔ یہ معاہدہ مسلمانانِ قریش اور اَہلِ یثرب اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہوجائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔ یہ سب مل کر بقیہ لوگوں سے ہٹ کر ایک ہی اُمت ہیں۔

امام ابن اِسحاق نے ابتدائی حصہ یوں بھی روایت کیا ہے:

كتب رسول الله ﷺ كتاباً بين المهاجرين والأنصار، وَادَعَ فيه يهود وعاهدهم، وأقرهم على دينهم وأموالهم، وشرط لهم، واشترط عليهم.

---

(۱) ۱۔ حمید بن زنجویه، کتاب الأموال، ۱:۳۹۳

۲۔ أبو عبید قاسم بن سلام، کتاب الأموال، ۱:۳۹۳

۳۔ ابن ہشام، السیرة النبویة، ۲:۴۹۷

۴۔ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۳:۲۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ھذا کتاب من محمد النبی بین المؤمنین والمسلمین من قریش ویثرب، ومن تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم. إنھم أمة واحدة من دون الناس. [1]

رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور اَنصار کے درمیان ایک معاہدہ لکھا، اور یہود کو بھی اِس معاہدۂ مصالحت میں شریک کیا اور اُنہیں (باقاعدہ) فریقِ معاہدہ بنایا؛ اور اُنہیں اُن کے دین اور کاروبار و اَموال (کی آزادی) پر برقرار رکھا۔ اور اُن کی کچھ شرائط مانیں اور بعض شرائط کا انہیں پابند کیا۔

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ یہ پیغمبر محمد ﷺ کی جانب سے ایک عہد نامہ ہے قریش و یثرب کے مومنین و مسلمین اور اُن لوگوں کے مابین جو اِن سے آ کر ملے اور جنگ میں اِن کے ساتھ شریک ہوئے ہیں۔ یہ سب مل کر ایک ہی اُمت ہیں، بقیہ لوگوں کے سوا۔

الصحیفۃ کی ابتداء میں ہی حضور ﷺ نے قریش اور اَہلِ یثرب کے مومنین و مسلمین کے ساتھ اَہلِ کتاب (یہود) کے اُن قبائل کو بھی شاملِ مصالحت فرمایا جو مسلمانوں کے حلیف اور اتحادی بن گئے تھے اور جنہوں نے دفاعِ مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ ان تمام مہاجرین و اَنصار اور یہودِ یثرب کو ملا کر حضور ﷺ نے 'ایک اُمت' یعنی ایک اجتماعی وحدت اور قوم کی تشکیل فرمائی اور صراحت کے ساتھ اعلان فرمایا:

إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ.

بقیہ لوگوں کو چھوڑ کر یہ سب ایک قوم ہیں۔

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرة النبویة، ۲:۴۹۷

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸:۱۰۶

۳۔ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۳:۲۲۴

آپ ﷺ نے کفار و مشرکینِ مکہ اور اس معاہدۂ صلح و اِتحاد میں شریک نہ ہونے والوں کو أُمةٌ واحدةٌ سے نکال دیا۔

پھر آپ ﷺ نے 'اُمتِ واحدہ' میں شریک قبائل کے نام گنوائے اور انہیں اپنے اپنے دین اور روایات پر برقرار رکھتے ہوئے اَحکام صادِر فرمائے۔ اِس ضمن میں آپ ﷺ کے اگلے کلمات و اِرشادات ملاحظہ ہوں:

☆ الْمُهَاجِرُونَ مِنْ قُرَيْشٍ عَلٰى رِبَاعَتِهِمْ، يَتَعَاقَلُونَ بينهم معاقلهم الأولى، وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين.

☆ وَبَنُو عَوْفٍ عَلٰى ربعاتِهِمْ، يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وكُلّ طَائِفَةٍ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆ وبنو الخزرج على ربعاتِهِمْ يتعاقلون مَعَاقِلَهُمُ الأولٰى، وكل طائفة منهم تفدي عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين.

☆ وَبَنُو سَاعِدَةَ عَلٰى رِبَاعَتِهِمْ، يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆ وَبَنُو جُشَمٍ عَلٰى رِبَاعَتِهِمْ، يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆ وَبَنُو النّجّارِ عَلٰى رِبَاعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆ وَبَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَلٰى ربعاتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِين.

☆ وَبَنُو النّبيتِ عَلَى رِبَاعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆ وَبَنُو أَوْسٍ عَلٰى رِبَاعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.(۱)

قریش میں سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر ادا کیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

اور بنو عوف اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

اور بنوخزرج اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

اور بنو ساعدہ اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

اور بنو جشم اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل

---

(۱) ۱۔ حمید بن زنجویه، كتاب الأموال، ۱: ۳۹۴
۲۔ أبو عبيد قاسم بن سلام، كتاب الأموال، ۱: ۳۹۴
۳۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۲: ۴۹۷-۴۹۸
۴۔ بيہقی، السنن الكبرى، ۸: ۱۰۶
۵۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳: ۲۲۴-۲۲۵

کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

اور بنو نجار اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

اور بنو عمرو بن عوف اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

اور بنو نبیت اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

اور بنو اَوس اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

۱۲۔ حضور ﷺ کا فرمان کہ 'یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک قوم ہیں'

جہاں تک 'صحیفہ' کے شروع میں بیان کی گئی 'أمة واحدة' کی اِصطلاح کا تعلق ہے، اِس پر محدثین اور مؤرّخین کے دو قول ملتے ہیں:

ایک قول کے مطابق یہ لفظ صرف مہاجرین و اَنصار صحابہ کے لیے اِستعمال ہوا ہے، جب کہ یہود اس معاہدہ میں کچھ عرصہ بعد شریک ہوئے ہیں، اس وجہ سے ان کے لیے

مسلمانوں کے ساتھ مل کر 'ایک اُمت یعنی جماعت' بن جانے کا ذکر اِسی صحیفہ میں آگے چل کر دوبارہ آیا ہے۔

دوسرے قول کے مطابق ہر چند کہ 'أمة واحدة' کی اِصطلاح اَصلاً مہاجرین و اَنصار کے لیے اِستعمال کی گئی ہے مگر اِسی مقام پر جب ان کلمات کا اِضافہ فرمایا گیا:

ومَنْ تبِعَهم فَلحِقَ بهم فحلّ معَهم وجَاهَد مَعَهُم، إنّهم أمةٌ واحدةٌ.

اور جس نے بھی اِن قواعدِ دستور میں مہاجرین و اَنصار کے ساتھ موافقت اِختیار کی اور ان کے ساتھ اِلحاق کیا اور ان کا حلیف بن گیا اور ریاستِ مدینہ کے دفاع کے لیے ان کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ تو وہ سب مل کر ایک اُمت یعنی اِجتماعیت قرار پا گئے۔

سو اِن اِضافی کلمات کے ذریعے جو قبائلِ یہود بھی انہی شرائط پر - خواہ بعد اَزاں شریکِ معاہدہ ہوئے - فریقِ صحیفہ بنے اور مسلمانوں کے حلیف بن گئے تو وہ بھی لامحالہ اِسی 'أمة واحدة' کا لازمی حصہ بن گئے۔ اسے کسی حکم کا توسیعی اِطلاق (extensional application) کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے 'توسیع کا ضابطہ (principle of extension)' تو خود ہی پہلے روز سے مسلمانانِ قریش و یثرب (مہاجرین و اَنصار) کے درمیان معاہدہ کرواتے ہوئے لکھوا دیا تھا۔ ورنہ 'ان اِضافی کلمات' کا کوئی معنی و اِطلاق ہی نہیں بنتا۔ اس لیے کہ اگر 'أمة واحدة' سے مراد صرف مسلمان ہیں تو وہ تو 'مہاجرین و اَنصار یا قریش و یثرب کے مومنین و مسلمین' کے اندر سارے کے سارے آ گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ بقیہ موافقت، اِلحاق، دفاعی تعاون اور معاہدہ وغیرہ کی شرائط کن طبقات کے لیے لکھی جا رہی ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ غیر اَز مومنین و مسلمین ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ مسلمان تو اصل فریق ہوئے، اور رہ گئی توسیع تو وہ دوسروں کے لیے ہی ہوسکتی ہے جو اِن شرائط کو پورا کریں۔

تاہم اِس بحث میں پڑے بغیر یہود (اَہلِ کتاب) کا مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمت (جماعت) بنایا جانا دوسرے مقام پر بطور خاص الگ سے صراحتاً آ گیا ہے۔ اس لیے

پہلے مقام پر جرح و بحث کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ اب 'صحیفہ' کے دوسرے مقام کی عبارت ملاحظہ کیجئے جہاں یہود کو الگ سے مسلمانوں کے ساتھ ملا کر ایک اُمت قرار دیا جا رہا ہے۔ 'صحیفہ مدینہ' میں حضور ﷺ کے لکھوائے گئے یہ کلمات بھی ملاحظہ ہوں:

إِنّ يَهُودَ بَنِی عَوْفٍ أُمّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ، لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْن دِينُهُمْ، مَوَالِيهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ. (1)

بے شک یہودِ بنی عوف، مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی اُمت قرار دیے جاتے ہیں مگر یہود کے لیے ان کا اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کے لیے ان کا اپنا۔ اُمت ہونے میں وہ خود بھی شامل ہوں گے اور دونوں طبقات کے موالی بھی۔

یہاں اِس بات کی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ دونوں طبقات اپنے اپنے جداگانہ دین پر کاربند رہیں گے مگر اس کے باوجود انہیں ایک 'اُمت یعنی قوم' ہونے میں کوئی اَمر مانع نہیں ہوگا۔ گویا مسلمانوں اور یہود کا مل کر ایک اُمت ہونا نہ تو ان کے اپنے اپنے دینی تشخص کو مجروح کرتا ہے اور نہ ہی ان کا جداگانہ دینی تشخص انہیں ایک ہیئت اِجتماعی اور ایک اُمت بن کے رہنے سے روکتا ہے۔

اِس فرمانِ نبوی ﷺ کا مسلمانوں کے 'اُمتِ مسلمہ' ہونے کے تصور سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ اِس لیے کہ جب مسلمانوں کو 'ایک اُمت' قرار دیا گیا تو وہ دینی، ملّی اور اِعتقادی اِعتبار سے تھا، اور جب 'میثاقِ مدینہ' کے ذریعے حضور ﷺ نے مسلمانوں اور یہود کو ملا کر ایک 'اُمت (جماعت)' کا حصہ بنایا تو اس کا معنی سیاسی، سماجی اور دفاعی اِجتماعیت اور وحدت تھا۔ اِسی سے 'آئینی قومیت (constitutional nationality)' اور 'شہریت (citizenship)' کا تصور وجود میں آیا ہے اور اِسی حکم کی بناء پر حضور نبی اکرم ﷺ نے کثیر الثقافتی سوسائٹی

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۲: ۴۹۹
۲۔ ابن زنجويه، كتاب الأموال، ۱: ۳۹۴
۳۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳: ۲۲۵

(multicultural society) کی بنیاد رکھی ہے، جو آج کی دُنیا کے لیے بین المذاہب رواداری (interfaith tolerance) اور 'پُر اَمن بقاے باہمی' (peaceful co-existence) کے لیے اُسوہ و نمونہ بن گئی ہے۔ اَصل مصادر اور اُمّہات الکتب میں حدیثِ نبوی کا یہی جملہ أمة مع المؤمنین کے بجائے أمة من المؤمنین کے لفظ کے ساتھ بھی روایت ہوا ہے۔

اِس روایت کے مطابق عبارت یوں آئی ہے:

أن يهود بني عوفٍ ومواليهم وأنفسهم أمةٌ من المؤمنين، لليهود دينهم، وللمؤمنين دينهم. (1)

بے شک یہودِ بنی عوف، ان کے جملہ نفوس اور موالی سب مل کر (گویا) مومنوں کی اُمت کا ہی حصہ قرار دیے جاتے ہیں۔ البتہ یہود کے لیے ان کا اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کے لیے ان کا اپنا دین۔

۱۳۔ إنّ يهود بني عوفٍ أمّةٌ مِنَ المؤمنين کا معنی

جن اَئمہ سیر و حدیث نے أمةٌ من المؤمنین کے الفاظ روایت کیے ہیں، ان میں امام ابو عبید قاسم بن سلام، امام حمید بن زنجویہ، امام منصور بن الحسین الآبی، امام ابن الأثیر الجزری اور امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی اور دیگر شامل ہیں۔

اِس عبارت کا معنی یہ ہے کہ مذاہب جدا جدا ہونے کے باوجود مسلمان اور یہود اس معاہدہ و مصالحت کے ذریعے ایک ہی اُمت کے اَفراد کی مانند ہوگئے ہیں۔ پس دونوں ایک دوسرے کے اِس طرح محافظ، معاون اور مددگار ہوں گے جیسے ایک ہی اُمت کے اَفراد ایک دوسرے کے لیے ہوتے ہیں۔ سو اُن کے باہمی اِتحاد نے انہیں آپس میں ایک ہی جماعت کے اَفراد کی طرح جوڑ دیا ہے۔

---

(۱) ۱۔ أبو عبيد قاسم بن سلام، كتاب الأموال: ۲۶۳

۲۔ محمود بن عمر الزمخشري، الفائق في غريب الحديث والأثر، ۲: ۲۵

اب ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے کلمات **إنّ یهود بنی عوفٍ أمّةٌ مِنَ المؤمنین** کا معنی ائمہ حدیث سے معلوم کرتے ہیں۔

(۱) امام ابن الاثیر الجزری (م ۶۰۶ھ)

اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے امام ابن الاثیر الجزری (م ۶۰۶ھ) کا قول لیتے ہیں۔ آپ اپنی معروف کتاب '**النهایة فی غریب الحدیث والأثر**' میں لکھتے ہیں:

وفیه: إن یهود بنی عوف أمة من المؤمنین. یرید: أنهم بالصلح الذی وقع بینهم، وبین المؤمنین کجماعة منهم، کلمتهم وأیدیهم واحدة.[1]

'بے شک یہودِ بنی عوف مومنوں کی اُمت میں ہی شامل ہیں' کا معنی یہ ہے کہ اِس صلح کے ذریعے جو ان کے اور مومنوں کے درمیان واقع ہوئی، یہود کی حیثیت یہ قرار پائی ہے کہ وہ اب مومنوں کی ہی ایک جماعت کی طرح ہیں۔ دونوں کا قول و فعل ایک ہی قول و فعل تصور ہوگا۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک گروہ کسی قوم یا قبیلے سے وعدہ کرتا ہے تو دوسرا گروہ بھی اس وعدے کا اسی طرح پابند ہوگا۔ گویا وہ وعدہ خود اِسی نے کیا ہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک گروہ کسی کو پناہ دیتا ہے تو دوسرا اس پناہ کا اسی طرح پابند ہوگا۔ گویا وہ پناہ اسی نے ہی دے رکھی ہو۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے خلاف کوئی اِقدام ہوتا ہے تو دوسرا گروہ بھی اس اقدام کو اپنے خلاف تصور کرے گا۔ اِسی طرح دونوں کی حمایت بھی ایک ہوگی اور مخالفت بھی ایک۔ الغرض آج سے یہود اور مسلمان دونوں ایک ہی جماعت کے اَفراد کی طرح تصور ہوں گے۔

امام ابن الاثیر (م ۶۰۶ھ) نے اپنی دوسری کتاب '**منال الطالب فی شرح طوال**

(۱) ابن الأثیر، النهایة فی غریب الحدیث والأثر، باب الهمزة مع المیم، ۱:۶۷

الغرائب' میں بھی یہی معنی مزید تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قوله: وإن يهود بنى عوف أمة من المؤمنين. يريد: أنهم بالصلح الذى وقع بينهم وبين المؤمنين، فصارت أيديهم وأيدى مواليهم مع المؤمنين واحدة على عدو المؤمنين، كأمة من المؤمنين، إلا أنّ لهؤلاء دينهم ولهؤلاء دينهم، إلا من ظلم وأثم بنقض العهد والنكث.(۱)

حضور ﷺ کے ارشاد - 'یہودِ بنی عوف مومنوں میں سے ہی ایک جماعت تصور ہوں گے' - کا معنی یہ ہے کہ یہود اور مسلمانوں کی باہمی مصالحت کے نتیجے میں ان دونوں طبقات کے نفوس اور ان کے موالی کے نفوس اور ان سب کی قوت و طاقت مسلمانوں کے دشمنوں (اِشارہ کفار و مشرکینِ مکہ کی طرف ہو سکتا ہے) کے خلاف ایک ہی اِجتماعی قوت اور وحدت بن گئی ہے اور اِس رشتۂ وحدت کے باعث یہود بھی گویا مومنوں کی ہی جماعت (اُمت) کا حصہ تصور ہوں گے، سوائے اس کے کہ مسلمانوں کے لیے اپنا دین برقرار رہے گا اور یہود کے لیے اپنا دین۔ بشرطیکہ کوئی فریق اس معاہدہ کی خلاف ورزی اور ظلم و عدوان کا مرتکب نہ ہو۔

(۲) علامہ زمخشری کی تشریح

اِسی معنی کو علامہ زمخشری نے بھی '**الفائق فی غریب الحديث و الأثر**' میں اِن اَلفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے:

يهود بنى عوف بسبب الصلح الواقع بينهم وبين المؤمنين كأمّة منهم فى أنّ كلمتهم واحدةٌ على عدوهم. فأما الدين فكلّ فرقة منهم على

(۱) ابن الأثير، منال الطالب فى شرح طوال الغرائب، حديث كتاب قريش والأنصار، ۱:۱۸۳

حيالها إلا من ظلَم بنقض العهد. (۱)

یہودِ بنی عوف مسلمانوں کے ساتھ مصالحت کے باعث ان کی اُمت ہی کے حصہ کی مانند ہو گئے ہیں۔ اب ان دونوں طبقات کا اپنے دُشمنوں کے خلاف قول بھی ایک ہے اور اِقرار بھی ایک۔ رہ گیا دین کا معاملہ، سو دونوں اس میں اپنے اپنے حال پر برقرار رہیں گے مگر وہ جنہوں نے عہد شکنی کے ذریعے ظلم کیا۔

(۳) امام ابن اَبی عبید الہروی کی تشریح

أمةٌ من المؤمنين کا یہی معنی سب سے پہلے امام ابن ابی عبید الہروی (م۴۰۱ھ) نے اپنی کتاب 'الغريبين فی القرآن والحديث' میں بیان کیا تھا۔ عبارت ملاحظہ ہو:

وفيه: إن يهود بنی عوف أمة من المؤمنين. يريد: أنهم بالصلح الذی وقع بينهم، وبين المؤمنين كأمة من المؤمنين، كلمتهم وأيديهم واحدة. (۲)

بے شک یہودِ بنی عوف، مومنوں کی اُمت میں سے ہی تصور ہوں گے' کا معنی یہ ہے کہ اُس مصالحت نے جو یہود اور اَہلِ اِسلام کے درمیان واقع ہوئی، یہود کو مومنوں ہی کی جماعت کا گویا ایک حصہ بنا دیا ہے۔ اب ان دونوں کا قول وفعل ایک ہی قول وفعل تصور ہوگا۔

---

(۱) زمخشری، الفائق فی غريب الحديث و الأثر، حرف الراء مع الباء، ۲۶:۲

(۲) الهروی، الغريبين فی القرآن والحديث، باب الهمزة مع الميم، ۱۰۷:۱

۱۴۔ یہود کے پانچ دیگر قبائل بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمت اور جماعت ہونے میں شامل کر دیے گئے

بعد ازاں حضور ﷺ نے یہودِ بنی عوف کی طرح یہود کے بقیہ بڑے قبائل بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اُمت و جماعت ہونے میں شامل کر دیے اور ان میں سے ہر ایک کو وہی حیثیت (status) دے دی گئی جو پہلے 'یہودِ بنی عوف' کو حاصل تھی۔ پھر ان کے حلیفوں کو بھی اس حیثیت میں شامل کر دیا گیا۔ مزید برآں ان شرکاءِ معاہدہ کے درمیان باہمی مدد و نصرت اور تعاون علی الخیر کے ضوابط بھی مقرر فرمائے جیسا کہ ایک ہی قوم کے اَفراد ہونے کا تقاضا ہوتا ہے۔

اب ان توسیعی احکام کو ملاحظہ کریں:

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ بَنِی النّجّارِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِی عَوْفٍ.

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ بَنِی الْحَارِثِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِی عَوْفٍ.

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ بَنِی جُشَمٍ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِی عَوْفٍ.

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ بَنِی سَاعِدَةَ مَا لِيَهُودِ بَنِی عَوْفٍ.

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ الْأَوْسِ مِثْلَ ذٰلک، إلا من ظلم، فإنه لا يوتغ إلا نفسه وأهل بيته. وأنه لا يخرج أحدٌ منهم إلا بإذن محمد ﷺ.

☆ على اليهود نفقتهم، وعلى المسلمين نفقتهم.

☆ وأن بينهم النصر على من حارب أهل هذه الصحيفة. وأن بينهم النصح والنصيحة والنصر للمظلوم.

☆ وأن المدينة جوفها، حرم لأهل هذه الصحيفة.

☆ وأن بينهم النصر على من دهم يثرب.

☆ وأنهم إذا دعوا اليهود إلى صلح حليف لهم بالأسوة، فإنهم يصالحونه. وإن دعونا إلى مثل ذلک، فإنه لهم على المؤمنين إلا من حارب الدين.

☆ وأن يهود الأوس ومواليهم وأنفسهم مع البر المحسن منهم، من أهل هذه الصحيفة.

☆ وأنه البر دون الإثم، ولا يكسب كاسبٌ إلا على نفسه.

☆ وإن أوُلاهم بهذه الصحيفة البَرُّ المُحسن.(۱)

اور بنو نجار کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

اور بنو حارث کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

اور بنو جشم کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

اور بنو ساعدہ کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

---

(۱) ۱۔ حمید بن زنجویه، کتاب الأموال، ۱:۳۹۵
۲۔ ابن ہشام، السیرة النبویة، ۲:۴۹۹-۵۰۰
۳۔ ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الأموال، ۱:۲۲۴
۴۔ زمخشری، الفائق فی غریب الحدیث والأثر، ۲:۲۵

اور یہودِ اَوس کو بھی اِسی کی مثل حقوق حاصل ہیں۔ مگر وہ جس نے ظلم کیا، وہ بے شک اپنے اور اپنے اَہل خانہ کے سوا کسی کو مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا۔ اور ان میں سے کوئی بھی اِس معاہدہ سے خارِج نہیں ہوگا مگر حضور نبی اکرم ﷺ کے اِذن سے۔

اور یہود پر ان کا اپنا نان و نفقہ واجب ہوگا جب کہ مسلمانوں پر ان کا اپنا نان نفقہ واجب ہوگا۔

اور جو کوئی اس معاہدہ والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم اِمدادِ عمل میں آئے گی۔ اور اِن میں باہم حسنِ مشورہ اور بہی خواہی ہوگی اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی، اور مظلوم کی داد رسی لازماً کی جائے گی۔

اور مدینہ کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے) اس معاہدہ والوں کے لیے حرم (دار الامن) ہوگا (یعنی یہاں آپس میں جنگ کرنا منع ہوگا)۔

کسی بیرونی حملے کی صورت میں ریاستِ مدینہ کا دفاع اِمدادِ باہمی کے تحت ان (یہودیوں اور مسلمانوں) کی مشترکہ ذِمّہ داری ہوگی۔

اور جب وہ یہود کو (اپنے) کسی حلیف کے ساتھ طے شدہ دستور کے مطابق صلح کے لیے بلائیں گے تو وہ ان سے مصالحت کریں گے اور اگر ایسے ہی مقصد کے لیے ہمیں بلائیں گے تو ان کا حق مومنوں پر ہوگا۔ البتہ اس شخص کا کوئی حق مومنوں پر نہیں جو دین اسلام سے جنگ کرے۔

اور (قبیلہ) اَوس کے یہودیوں کو - موالی ہوں یا اَصل - وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اِس دستور والوں کو حاصل ہیں اور وہ بھی اِس دستور والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں گے۔

اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی؛ جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا۔

اور اِس معاہدہ کا زیادہ حق دار وہی شخص ہوگا جو نیک اور محسن ہوگا۔

الغرض میثاقِ مدینہ کی متذکرہ بالا عبارات کی روشنی میں اَہلِ کتاب اور دیگر غیر کتابی کفار ومشرکین کے درمیان فرق و اِمتیاز اَظہر من الشّمس ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر جب ہم اس 'معاہدہ' کا موازنہ 'صلح نامہ حدیبیہ' سے کرتے ہیں جو ۶ھ میں کفار ومشرکینِ مکہ کے ساتھ ہوا تھا، تو صاف نظر آ جاتا ہے کہ اِس کا مضمون، مزاج، شرائط اور عبارات یکسر معاہدۂ یہود سے مختلف ہیں۔ اَوّل کلمہ سے آخری کلمہ تک اس کا مزاج مختلف ہے۔ اِس کے مقاصد بھی مختلف ہیں۔ اِس میں محض دس سال کے لیے جنگ بندی اور اَمن کی شرائط مذکور ہیں اور اِس سے بڑھ کر دونوں طبقات کے درمیان کسی قسم کی خیر سگالی کی کوئی فضا نظر نہیں آتی، جب کہ 'معاہدۂ مدینہ' کے مقاصد بھی جدا ہیں اور اَہلِ کتاب کے ساتھ معاملات بھی جداگانہ ہیں، جن کا آپ مطالعہ کر چکے ہیں۔

باب سوم

اِسلام کے ہاں اَہلِ کتاب کے دعویٰ توحید پر اِعتبار

(اَکابر ائمہ کی تصریحات)

۱۔ اَہلِ ملت اور غیر اَہلِ ملت کی تقسیم

ہم پہلے باب میں بیان کر چکے ہیں کہ اَدیانِ عالم کو عموماً دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: آسمانی مذاہب اور غیر آسمانی مذاہب۔ آسمانی مذاہب میں یہودیت، عیسائیت اور اِسلام شامل ہیں، جب کہ دیگر تمام مذاہب غیر آسمانی ہیں۔ اِسلام کے ماننے والوں کو 'مسلم' کہا جاتا ہے اور دیگر تمام مذاہب کے پیروکار 'غیر مسلم' یعنی کفار کہلاتے ہیں۔ ائمہ عقیدہ و کلام اور فقہاء و محدثین نے غیر مسلموں (کافروں) کی پھر دو قسمیں بیان کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(ا) اہلِ ملّت (believers of the book)

(ب) غیر اہلِ ملّت (non-believers of the book)

(ا) اہلِ ملّت (believers of the book)

اس میں اَہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ آتے ہیں کیونکہ یہ آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور عقیدۂ توحید کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کے اِس دعویٰ کو ہمارے اَئمہ فقہ و عقائد نے تسلیم کرتے ہوئے ان کے دعویٰ کی بنیاد پر انہیں 'اَصحابِ ملّتِ توحید' میں شمار کیا ہے، جب کہ مسلمانوں کو اعتقاداً 'اَصحابِ ملّتِ توحید' گردانا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اَربعہ نے اِجماعاً انہیں 'اَہلِ ملّت (believers of the book)' قرار دیا ہے۔

(ب) غیر اہلِ ملّت (non-believers of the book)

اِس قسم کے غیر مسلموں میں ہندو، مجوسی، صابی اور دیگر مشرکین آتے ہیں، جن کا کسی آسمانی کتاب پر ایمان نہیں ہے اور نہ ہی یہ عقیدۂ توحید کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ 'اَہلِ

ملّت (believers of the book)‘ میں شامل نہیں ہیں۔[1] یعنی نہ تو اہل اسلام کی طرح وہ اعتقاداً صاحبانِ ملّتِ توحید ہیں اور نہ ہی اہل کتاب کی طرح دعوے کی بنیاد پر اَصحابِ ملّتِ توحید ہیں۔

اس تقسیم پر اکابر ائمہ کی تصریحات موجود ہیں۔ ذیل میں چند ایک تصریحات ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام ماتریدی کی تصریح

یہود و نصاریٰ کے آسمانی کتاب پر ایمان رکھنے اور اہل ملّت ہونے کے ثبوت پر عقیدۂ اہل سنت کے سب سے بڑے حنفی امام، ابومنصور الماتریدی (م۳۳۳ھ) کی تحقیق ملاحظہ کیجئے۔ آپ تفسیر الماتریدی (تأویلات اہل السنۃ) میں سورۃ المائدۃ کی پانچویں آیت - ﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ط وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ ’آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور ان لوگوں کا ذبیحہ (بھی) جنہیں (الہامی) کتاب دی گئی، تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے‘ - کے تحت لکھتے ہیں کہ اس حکم کا اطلاق صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر ہوتا ہے، مجوسیوں پر نہیں، کیونکہ مجوسی کسی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے یعنی وہ کسی آسمانی کتاب کے beleivers نہیں ہیں۔ اس لیے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔ امام ماتریدی کے الفاظ درج ذیل ہیں:

وليس لِلمجوس كتاب آمنوا به؛ فتحل ذبائحهم، وأما أهل الكِتاب،

---

(۱) ۱۔ ماتریدی، تأویلات أهل السنة، ۳:۴۶۲
۲۔ مرغینانی، الهداية، ۳:۳۴۰
۳۔ حاشية كنز الدقائق، ۲:۴۱۷
۴۔ تكملة المجموع شرح المهذب، ۹:۲۷۲
۵۔ ملا على قارى، فتح باب العناية شرح كتاب النقاية، كتاب النكاح، ۲:۱۶۱ وغيرهم۔

فإنهُم آمنوا بما في الكتاب، حله وحرمته، لذلک افترقا. (۱)

اور مجوسیوں کے ہاں کوئی کتاب موجود ہی نہیں جس پر وہ ایمان لاتے تاکہ ان کے ذبیحے حلال قرار پاتے۔ رہے اہلِ کتاب تو وہ اس کتاب میں حلت و حرمت کے اعتبار سے جو کچھ ہے اس پر ایمان لائے، اس لئے اہل کتاب اور مجوس ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

مجوسی اور اہلِ کتاب کے مابین فرق پر امام ماتریدی آگے مزید لکھتے ہیں:

فالمجوسية ليست عندنا من أهل الكتاب، والدليل على ذلک قول الله تعالى: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾ (الأنعام، ٦: ١٥٥-١٥٦). فأخبر الله تعالى أن أهل الكتاب طائفتان، فلا يجوز أن يجعلوا ثلاث طوائف، وذٰلک خلاف ما دل عليه القرآن. (۲)

ہمارے نزدیک مجوسی اہلِ کتاب میں شامل نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلیل ہے: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں خبر دی ہے کہ اہل کتاب کے دو گروہ ہیں، لہٰذا جائز نہیں کہ ان کے تین گروہ بنائے جائیں۔ یہ اس مفہوم کے بھی خلاف ہے جس پر قرآن دلالت کر رہا ہے۔

امام ماتریدی اپنے اس موقف پر احادیث و آثار سے مزید تائید یوں لاتے ہیں:

ومن الدليل على أن المجوس ليسوا من أهل الكتاب ما قال عمر بن

---

(۱) ماتریدی، تأویلات أهل السنة، ۳: ۴۶۲

(۲) ماتریدی، تأویلات أهل السنة، ۳: ۴۶۳

الخطاب ﷺ وهو في مجلس بين القبر والمنبر: ما أُدري كيف أصنع بالمجوس، وليسوا بأهل الكتاب؟ فقال عبد الرحمن بن عوف: سمعت رسول الله ﷺ يقول: سنوا بالمجوس سنة أهل الكتاب.(۱) صرح عمر ﷺ بأنهم ليسوا أهل الكتاب. ولم ينكر عبد الرحمن ذلک عليه، ولا أحد من الصحابة ﷺ. فلو كانو أهل الكتاب لقال: هم أهل الكتاب، لم يقل: سنو بهم سنة أهل الكتاب.

وكذٰلک روي عن الحسن بن محمد، (أنه) قال: كتب رسول الله ﷺ، إلى مجوس هجر، فقال: أَدْعُوكُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهِ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ فَإِنْ أَسْلَمْتُمْ فَلَكُمْ مَا لَنَا وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَيْنَا، وَمَنْ أَبٰى فَعَلَيْهِ الْجِزْيَةُ، غَيْر اٰكِلِي ذَبَائِحِهِمْ، وَلَا نَاكِحِي نِسَاءِهِم.(۲)

وإلى ما ذهب أصحابنا في قولهم: إن المجوس ليسوا بأهل الكتاب.(۳)

---

(۱) ۱۔ مالك، الموطأ، كتاب الزكاة، باب جزية أهل الكتاب والمجوس، ۱:۲۷۸، رقم: ۴۲

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، كتاب أهل الكتاب، باب أخذ الجزية من المجوس، ۶:۶۸-۶۹، رقم: ۱۰۰۲۵

(۲) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۶: ۷۰-۶۹، رقم: ۱۰۰۲۸

۲۔ بيهقى، السنن الكبرى، ۹: ۱۹۲، ۲۸۵

یہ حسن بن محمد، حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں۔ ان کے والدِ گرامی محمد بن حنفیہ ہیں۔ امام بیہقی نے فرمایا: یہ حدیث مرسل ہے اور اس پر اکثر مسلمانوں کا اجماع اس کی تاکید کرتا ہے۔

(۳) ماتریدی، تأويلات أهل السنة، ۳: ۴۶۳-۴۶۵

مجوس کے اہل کتاب میں سے نہ ہونے پر حضرت عمر بن الخطاب ﷛ کا قول بھی دلیل ہے جو آپ نے قبرِ انور اور منبرِ رسول ﷺ کے درمیان منعقدہ مجلس میں ارشاد فرمایا: 'میں نہیں جانتا کہ مجوس کے ساتھ کیا معاملہ کروں حالانکہ وہ اہلِ کتاب نہیں'؟ تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ﷛ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: مجوس کے ساتھ اہلِ کتاب والا طریقہ اختیار کرو۔ پھر حضرت عمر ﷛ نے تصریح فرمائی کہ مجوس اہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں۔ اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ کرام ﷢ میں سے کسی نے بھی آپ سے اختلاف نہیں کیا، اگر وہ اہلِ کتاب میں سے ہوتے تو آپ ﷺ فرماتے: وہ اہلِ کتاب میں سے ہیں۔ آپ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ 'ان کے ساتھ اہلِ کتاب جیسا سلوک کرو۔

اسی طرح حسن بن محمد سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوس کی طرف خط لکھا تو اس میں ارشاد فرمایا: 'میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر تم میری دعوت قبول کر لو تو تمہارے لئے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے ہیں اور تم پر وہی فرائض ہوں گے جو ہم پر ہیں اور جس نے انکار کیا تو اس پر جزیہ ہوگا۔ ان کے ذبیحہ کو نہیں کھایا جائے گا اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی نہیں کیا جائے گا۔

ہمارے اَصحاب اپنے موقف میں اسی طرف گئے ہیں کہ مجوسی اَہلِ کتاب نہیں ہیں۔

علم الکلام اور عقیدۂ اسلام کے اولین شارح امام ماتریدی نے دوٹوک الفاظ میں اہل کتاب کو اہل ملتِ توحید میں شمار کیا ہے اور باقی جملہ کفار خواہ وہ مجوسی ہوں یا بت پرست انہیں ملت توحید سے خارج کر دیا ہے۔ لہذا یہ حقیقت ذہن نشین ہو جانی چاہیے کہ عقیدۂ توحید و رسالت اور آخرت پر دعویٰ کی حد تک ایمان بھی اہل کتاب کو مسلمانوں کے اتنا قریب لے آتا ہے کہ انکی عورتوں سے اہل اسلام کا نکاح تک جائز ہو جاتا ہے۔

(۲) امام مرغینانی (صاحب الھدایۃ) کی تصریح

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (صاحب الھدایۃ) کی تصریح ملاحظہ کیجئے۔ آپ کتاب الذبائح میں حلتِ ذبیحہ کی شرط کے طور پر لکھتے ہیں:

ومن شرطه: أن يكون الذابح صاحب ملة التوحيد إما اعتقاداً كالمسلم أو دعوىً كالكتابي. وإطلاق الكتابي ينتظم الكتابي والذمي والحربي والعربي والتغلبي، لأن الشرط قيام الملة على ما مر.

قال: (ولا تؤكل ذبيحة المجوسي) لقوله عليه الصلاة والسلام: (سنّوا بهم سُنَّة أهل الكتاب غير ناكحي نسائهم ولا آكلي ذبائحهم) ولأنه لا يدعي التوحيد فانعدمت الملة اعتقادا ودعوى.

قال: (والمرتد) لأنه لا ملة له.[1]

اور ذبح کی شرائط میں سے ہے کہ ذبح کرنے والا ملّتِ توحید میں سے ہو خواہ اعتقادی طور پر ہو جیسا کہ مسلمان یا دعویٰ کے طور پر جیسا کہ کتابی (عیسائی اور یہودی)۔

کتابی کا عمومی اطلاق یہاں کتابی، ذمی، حربی اور تغلبی پر یکساں کیا جا رہا ہے کیونکہ اہل ملت میں سے ہونا ہی بنیادی شرط ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر بھی ہوا ہے۔ یہ قول کہ مجوسی کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا، حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کی روشنی میں ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: 'ان (مجوسیوں) کے ساتھ اہل کتاب والا معاملہ کرو تاہم انکی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کا ذبیحہ کھانے کی اجازت نہیں'۔

نیز مجوسی کا ذبیحہ اس لئے بھی نہیں کھایا جائے گا کہ وہ توحید کا دعویٰ نہیں کرتے لہٰذا

---

(۱) مرغینانی، الهداية شرح بداية المبتدی، کتاب الذبائح، ۳، ۴: ۳۴۰

اعتقاد اور دعویٰ (دونوں) کے لحاظ سے ان کا اہلِ ملت ہونا معدوم ہوگیا۔ اسی طرح مرتد کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہوگا کیونکہ اس کی کوئی ملّت نہیں ہے۔

امام برہان الدین مرغینانی کی یہ وضاحت اگرچہ ذبیحہ کے باب میں بھی آ رہی ہے تاہم یہاں زیر بحث موضوع سے متعلق ان کا واضح موقف درج ذیل امور کی نشان دہی کر رہا ہے:

۱۔ اہل کتاب کو ملتِ توحید میں اس لئے شامل کیا گیا کیونکہ وہ توحید کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ اعتقاد اور دعویٰ میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن اسلام ان کے محض دعویٰ توحید کو بھی معتبر سمجھتا ہے۔

۲۔ بعض حضرات نے اَہلِ کتاب کی اقسام بیان کی ہیں اور انہی اقسام کے مطابق ان پر احکام کا اطلاق کیا ہے لیکن صاحب ھدایہ نے خصوصی طور پر احناف کی نمائندگی کرتے ہوئے اہل کتاب میں انکی جملہ اقسام شامل کر دی ہیں اور اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ بنیادی طور پر کتابی ہیں۔ ان کے حربی یا غیر حربی ہونے سے ان کے دعویٰ توحید پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۳۔ انہوں نے مجوسی کے ذبیحہ کو ممنوع قرار دے کر اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب میں حدِ فاصل قائم کر دی ہے۔ دونوں کے احکامات میں فرق نے دونوں طبقات کی حیثیت کو الگ الگ کر دیا ہے۔

(۳) امام نسفی کی تصریح

اسی اصول کو 'کنز الدقائق' اور 'شرح کنز الدقائق' میں بھی بیان کیا گیا ہے:

وَحَلَّ ذَبِيحَةُ مُسْلِمٍ وَكِتَابِيٍّ وَصَبِيٍّ وَامْرَأَةٍ وَأَخْرَسَ وَأَقْلَفَ لَا مَجُوسِيٍّ وَوَثَنِيٍّ وَمُرْتَدٍّ.

اور مسلمان، اہلِ کتاب، بچے، عورت، گونگے اور غیر مختون کا ذبیحہ حلال ہے، البتہ

آتش پرست، بت پرست اور مرتد کا حلال نہیں ہے۔

شرح 'کنز الدقائق' میں اس عبارت کے ذیل میں امام نسفی نے فرمایا:

لا يحل ذبيحهم هؤلاء، أما المجوسي فلقوله عليه الصلاة والسلام: سنّوا بهم سُنَّة أهل الكتاب غير ناكحي نسائهم ولا آكلي ذبائحهم. أخرجه عبد الرزاق وابن أبي شيبة مرسلا. ...... لأنه لا يدعي التوحيد، فانعدمت الملة اعتقادًا ودعوى.

وأما الوثني فلأنه مثل المجوسي في عدم دعوى التوحيد وأما المرتد فلأنه لا ملة له. (۱)

ان سب کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، رہا مجوسی کا تو حضور نبی اکرم ﷺ کے اس قول کی بنا پر: 'ان کے ساتھ اہل کتاب والا سلوک کرو، سوائے ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے، اور ان کے ذبیحہ کے کھانے کے'۔ اس کو امام عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے مرسلاً روایت کیا ہے۔ چونکہ مجوسی توحید کا دعوے دار نہیں، لہٰذا اِعتقاد اور دعویٰ دونوں کے لحاظ سے ملتِ توحید اس میں معدوم ہوگئی ہے۔

اور رہا وثنی (بت پرست) تو وہ اس لئے کہ وہ دعویٰ توحید نہ ہونے میں مجوسی کی طرح ہے۔ اور جہاں تک مرتد کے ذبیحے کا تعلق ہے تو وہ اس لئے جائز نہیں کہ اس کی سرے سے کوئی ملّت ہی نہیں ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہاں بھی مرتد، مجوسی اور بت پرست کافر کو کتابی سے الگ کیا گیا ہے۔ یہ فرق اس کے دعوئ توحید کی وجہ سے ہے جس میں اگرچہ بے شمار اعتقادی سقم موجود ہیں تاہم دعویٰ کی حد تک اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی اہل کتاب کو دوسرے کفار کے مقابلے میں ممتاز کر دیتا ہے۔

---

(۱) اعزاز علی، حاشیة كنز الدقائق، ۲: ۴۱۷

(۴) ملا علی قاری کی تصریح

اسی اصول کو ملا علی قاری الحنفی بھی 'فتح باب العناية فى شرح كتاب النقاية فى الفقه الحنفى (۳:۱۴۰-۱۴۱)' میں شروط الذابح کے تحت بیان کرتے ہیں:

(لاَ مَنْ لاَ كِتَابَ لَهُ) أي وشُرِطَ أن لا يكون الذابح غير كتابي مجوسيّاً أو وَثنياً، أمّا المجوسيّ فلما أخرجه عبد الرزّاق وابن أبي شَيْبَة في مصنفيهما عن عليّ أن النّبيّ ﷺ كتب إلى مجوس هَجَر يعرض عليهم الإسلام، فمن أسلم قُبِلَ منه، ومن لم يُسْلِم ضُرِبَ عليه الجزية، غير ناكحي نسائهم ولا آكلي ذبائحهم.

ولأنّه لا يدّعي التوحيد فانعدمت منه الملّة اعتقاداً، كما في المسلم، ودعوىً، كما في الكتابي. وأمّا الوثني فلأنه مثل المجوسيّ في عدم دعوى التوحيد.

(نہ ہی اس کا ذبح جائز ہے جس کی کوئی کتاب نہ ہو۔) اس سے مراد یہ ہے کہ ذبح صرف اسی صورت میں جائز ہوگا جب ذبح کرنے والا غیر کتابی یعنی مجوسی یا بت پرست نہ ہو۔ رہا مجوسی (یعنی آتش پرست) تو اس کے ذبح کا حکم بھی اس حدیث کی وجہ سے ہے جس کی تخریج امام عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اپنی اپنی 'مصنف' میں کی ہے۔ یہ روایت حضرت علی ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہَجر نامی جگہ کے مجوسیوں کے نام انہیں اسلام کی دعوت دیتے ہوئے لکھا کہ جس نے اسلام قبول کیا اس کا اسلام قبول کیا جائے گا، اور جس نے اسلام قبول نہ کیا اس پر جزیہ (ٹیکس) لگایا جائے گا البتہ ان کی عورتوں کے ساتھ نہ تو نکاح کیا جائے گا اور نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا۔

مجوسی اہلِ ملّت ہونے سے اس لئے محروم ہو گیا کیونکہ وہ عقیدۂ توحید کا دعویٰ ہی نہیں

کرتا، جیسا کہ عقیدہ توحید مسلمانوں میں اعتقادی طور پر موجود ہے جبکہ کتابی (محض) ملّت توحید ہونے کا دعویدار ہے اور رہا بت پرست تو وہ دعویٰ ملّت توحید کے نہ ہونے میں مجوسی کی مانند ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری مرتد کے ہاتھوں ذبح کے حرام ہونے کی وجہ لکھتے ہیں:

(وَلاَ مُرْتَدّاً) لأنه لا ملة له إذ لا يُقَرُّ على ما انتقل إليه، ولهذا لا يجوز نكاحه بخلاف اليهوديّ إذا تنصّر، والنَّصرانيّ إذا تهوّد، والمجوسيّ إذا تنصّر أو تهوّد، فإنه يُقَرُّ على ما انتقل إليه عندنا، فيعتبر ما هو عليه عند الذبح ولو تَمجَّس اليهودي أو النّصرانيّ لا تحلّ ذكاته لأنه لا يقرّ على ذلک. [1]

(اور نہ ہی مرتد کا ذبح جائز ہے) اس لئے کہ اس کی سرے سے کوئی ملّت ہی نہیں، کیونکہ جس نئے دین کی طرف وہ منتقل ہوا ہے اس پر اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے اس کا نکاح جائز نہیں بخلاف یہودی کے جب وہ نصرانی ہو جائے، یا نصرانی جب وہ یہودی ہو جائے اور مجوسی جب وہ نصرانی یا یہودی ہو جائے (تو اُس کا ذبیحہ بھی جائز تصور کیا جائے گا)، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ جس نئے دین کی طرف منتقل ہوا اُسے اُسی پر تسلیم کیا جائے گا۔ پس ذبح کے وقت وہ جس مذہب پر ہوگا، اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ جب کہ اس کے برعکس اگر یہودی یا نصرانی مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہوگا کیونکہ وہ اپنی (اہل کتاب ہونے کی) حالت پر قائم نہیں رہا (یعنی وہ پہلے اَہلِ دعویٰ توحید تھا، سو اِس وجہ سے اُس کا ذبیحہ بھی جائز تھا؛ مگر اب وہ اِس عقیدہ پر قائم نہیں رہا)۔

(۱) باب فتح العناية فی شرح كتاب النقاية، كتاب الذبائح، ۳: ۱۴۱

۲۔ امام اعظم ﷛ یہود و نصاریٰ کو اِصطلاحاً اور شرعاً مشرک قرار نہیں دیتے

اَہلِ علم میں کفر و شرک کے دو ناموں کے اِطلاق پر اختلاف ہوا ہے۔ امام اعظم ﷛ اور آپ کے اصحاب کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ دونوں مختلف اسماء ہیں، ہر شرک یقیناً کفر ہوتا ہے، مگر ہر کفر، شرک نہیں ہو سکتا۔ جبکہ امام شافعی ﷛ اور دیگر ائمہ کا خیال یہ ہے کہ ہر کافر کو مشرک بھی کہا جا سکتا ہے۔

۱۔ امام فخر الدین الزیلعی الحنفی (م۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

وللجمهور ما تلونا، والمشرک ليس من أهل الكتاب. ولهذا عطف على أهل الكتاب في قوله تعالى: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ﴾ [البينة، ۹۸:۱]. **والعطف يقتضي المغايرة.**(۱)

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک مشرک اہلِ کتاب میں شمار نہیں ہوتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان میں اس کا اہلِ کتاب پر عطف کیا گیا ہے: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ﴾ ’اہلِ کتاب میں سے جو لوگ کافر ہو گئے اور جو مشرکین ہیں اُس وقت تک (کفر سے) الگ ہونے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل (نہ) آ جاتی‘۔ عطف جدائی اور مغایرت چاہتا ہے۔ (لہٰذا ثابت ہوا کہ اہلِ کتاب اور مشرکین الگ الگ نوع سے تعلق رکھتے ہیں)۔

۲۔ امام زین الدین ابنِ نجیم الحنفی (م۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) زیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ۲:۱۱۰۔

وللجمهور أن المشرک ليس من أهل الكتاب للعطف في قوله تعالى: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ﴾ [البينة، ۹۸:۱]. والعطف يقتضي المغايرة. وفي قوله تعالى: ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّالنَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ [المائدة، ۸۲/۵].(۱)

جمہور علماء کے نزدیک مشرک اہلِ کتاب میں شمار نہیں ہوتے۔ اس عطف کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان میں ہے: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ﴾ ’اہلِ کتاب میں سے جو لوگ کافر ہوگئے اور جو مشرکین ہیں اُس وقت تک (کفر سے) الگ ہونے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل (نہ) آ جاتی‘۔ کیونکہ عطف جدائی اور مغایرت چاہتا ہے۔ (اہلِ کتاب اور مشرکین کی تفریق میں) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی حجت ہے: ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّالنَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ ’آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ عداوت سب لوگوں سے زیادہ سخت یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے‘۔

۳۔ اس بحث کو امام ابن حزمؒ (۴۵٦ھ) نے ’الفصل فی الملل والنحل‘ میں اس طرح بیان کیا ہے:

واختلف الناس في الكفر والشرک فقالت طائفة: هما اسمان واقعان على معنيين وإن كل شرک كفر وليس كل كفر شركا وقال هؤلاء: لا شرک إلا قول من جعل لله شريكا. قال هؤلاء: اليهود والنصارى كفارا لا مشركون وسائر الملل كفار مشركون وهو قول أبي حنيفة وغيره وقال آخرون: الكفر والشرک سواء وكل كافر فهو مشرک

(۱) ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ۳:۱۱۰۔

وكل مشرك فهو كافر وهو قول الشافعي وغيره.(۱)

اہل علم نے کفر اور شرک میں اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ دو الگ الگ نام ہیں، جن کا اطلاق دو الگ معانی پر ہوتا ہے؛ بے شک ہر شرک، کفر ہے مگر ہر کفر شرک نہیں ہے۔ دوسرے گروہ میں شامل لوگوں نے کہا ہے کہ شرک صرف اس بندے کا قول ہے جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کافر ہیں، مشرک نہیں؛ جب کہ دیگر تمام کافر اَقوام مشرک ہیں۔ یہ امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ کا قول ہے؛ جب کہ بعض اَئمہ نے کہا ہے کہ کفر و شرک برابر ہے، اس لیے ہر کافر مشرک ہے اور ہر مشرک کافر ہے یہ امام شافعی و دیگر کا قول ہے۔

امام نووی کی تائید

اب ہم امام محی الدین یحییٰ النووی الشافعی کی کتاب 'المجموع شرح المہذب' کے 'تکملہ' سے جسے امام ابو اسحاق الشیرازیؒ نے مرتب کیا ہے، اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ وہ مذہبِ شافعی کے مطابق مشرکین کی تین اقسام بیان کرتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ پوری بحث کے اختتام پر امام اعظم ﷺ کے موقف کو اپناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اب ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اہل کتاب پر لفظ مشرک کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ 'تکملۃ المجموع شرح المہذب' کی عبارت ملاحظہ ہو:

وجملة ذلک أن المشركين على ثلاثه أضرب: ضرب لهم كتاب؛ وضرب لا كتاب لهم ولا شبهة؛ وضرب لهم شبهة كتاب. أولا: فأما الضرب الذين لهم كتاب فهم اليهود والنصارى، فإن كتاب اليهود: التورة، وكتاب النصارى: الإنجيل، فيحل للمسلم نكاح حرائرهم

(۱) ابن حزم، الفصل في الملل والأهواء والنحل، ۲: ۲۴۲

ووطء الأماء منهم بملك اليمين، وبه قال عامة أهل العلم.[1]

اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ مشرکوں کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے جن کے پاس (آسمانی) کتاب ہے، دوسری وہ جن کے پاس نہ کوئی کتاب ہے نہ اس سے ملتی جلتی کوئی چیز، اور تیسری قسم اُن لوگوں کی ہے جن کے ہاں کتاب سے ملتی جلتی کوئی چیز (صحیفہ وغیرہ) موجود ہو۔

اولاً: پس وہ قسم جن کے پاس آسمانی کتاب ہے، وہ یہود و نصاریٰ ہیں، کیونکہ یہود کی کتاب، تورات اور نصاریٰ کی کتاب انجیل ہے، پس مسلمان کے لئے ان کی آزاد عورتوں سے نکاح، اور ملکِ یمین کے ذریعے ان کی باندیوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنا جائز ہے؛ اور عام اہلِ علم اسی چیز کے قائل ہیں۔

ثانیًا: وأما الضرب الثانی الذین لا کتاب لهم ولا شبهة کتاب فهم عبدة الأوثان، وهم قوم یعبدون ما یستحسنون من حجر وحیوان وشمس وقمر فلا یجوز إقرارهم علی دینهم ولا یحل نکاح حرائرهم، وإن ملکت منهم أمة لم یحل وطؤها بملک الیمین لقوله تعالی: (ولا تنکحوا المشرکٰتِ حتی یؤمن) وقوله تعالی: (ولا تمسکوا بعصم الکوافر) فیحرم نکاح المشرکات حتی یؤمن ثم نسخ منه نکاح أهل الکتاب وبقي الباقي منهم علی ظاهر التحریم.[2]

اور رہی دوسری قسم جو ان لوگوں کی ہے جن کے پاس نہ تو کتاب ہے اور نہ ہی اس سے ملتی جلتی کوئی چیز تو وہ بتوں کے پجاری ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جو چاند، سورج، جانور اور پتھروں میں سے جسے اچھا سمجھتے ہیں اس کی عبادت کرتے ہیں ان کا اقرارِ

(۱) شیرازی، تکملة المجموع شرح المهذب، ۱۹:۲۷۲

(۲) شیرازی، تکملة المجموع شرح المهذب، ۱۹:۲۷۹

دین جائز نہیں اور نہ ہی ان کی آزاد عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے۔ اگر ان میں سے کسی عورت کے آپ مالک ہو گئے تو ملکِ یمین کے ذریعے اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات بھی جائز نہیں؛ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بدولت: (اور تم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو) اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بدولت (اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم کافر عورتوں کو اپنے عقد نکاح میں نہ روکے رکھو)۔

پس مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں، پھر اس میں سے اہلِ کتاب کے ساتھ نکاح (حرام ہونے کا حکم) منسوخ ہوگیا، اور باقی احکام ظاہری حرمت پر باقی ہیں۔

أن آية البقرة التى هى عماد الدليل قد نسختها آية المائدة وهي قوله تعالى: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾[1].

كما روي عن ابن عباس: أجيب بأن النسخ إنما يكون عند التعارض، ولا تعارض في الآيتين: إذا أن المشركات في آية البقرة المراد بهن: عبدة الأوثان، ولعل الوارد فى آية المائدة وارد على اليهود والنصارى، ولم يتناول عبدة الأوثان، فيكون مورد التحريم خلاف مورد التحليل، فيجري حكم كل من الآيتين على إفراده فلا تعارض، فلا نسخ، هذا على ما اخترنا آنفا من أن اسم المشرك لا يتناول أهل الكتاب.[2]

بے شک سورۃ البقرۃ کی آیت جس پر دلیل کا دار و مدار ہے، اسے سورۃ المائدۃ کی آیت نے (اہل کتاب کے لیے) منسوخ کر دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(۱) المائدة، ۵:۵

(۲) شیرازی، تكملة المجموع شرح المهذب، ۱۹:۲۸۱

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: میں (نووی) اس سلسلے میں جواب دیتا ہوں کہ اُصول کے تحت نسخ تعارض کے وقت ہوتا ہے، جب کہ ان دو آیات کے مابین کوئی تعارض ہے ہی نہیں، کیونکہ سورۃ البقرۃ کی آیت میں مشرکات سے مراد بتوں کو پوجنے والی عورتیں ہیں، اور سورۃ المائدہ کی آیت میں وارد ہونے والا حکم یہود و نصاریٰ کے لئے ہے؛ اس میں بتوں کے پجاری شامل نہیں ہیں۔ پس یہ جگہ موردِ حرمت ہوگی نہ کہ موردِ حلت۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں حکم اپنے اپنے افراد پر الگ الگ جاری ہوگا۔ چونکہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لئے کوئی نسخ واقع نہیں ہوگا۔ **یہ ہے وہ مؤقف جسے اب ہم نے اختیار کرلیا ہے کہ مشرک کے حکم میں اَہلِ کتاب شامل نہیں (گویا اُنہوں نے شوافع کے پہلے موقف سے رجوع کر کے اَحناف کے موقف کو اپنا لیا ہے)۔**

ثالثاً: وأما الضرب الثالث: وهم من لهم شبهة كتاب فهم المجوس.[1]

اور رہی تیسری قسم، تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے کتاب سے ملتی جلتی کوئی نہ کوئی چیز موجود ہے۔ پس یہ مجوس (آتش پرست) ہیں۔

۳۔ مجوسی اَہلِ کتاب میں کیوں شمار نہیں ہوتے؟

ائمہ فقہ و عقائد نے ہر جگہ یہ متفقہ اُصول بیان کیا ہے کہ اہلِ کتاب اور اہلِ ملّت کا درجہ صرف انہی مذاہب کو حاصل ہے جو انبیاے سابقین علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتب میں سے کسی ایک پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ فقط دو ہی طبقات ہیں: یہود اور نصاریٰ۔ مذاہب اربعہ میں سے کسی نے بھی مزید ایسی شرط کا اضافہ نہیں کیا کہ ان کے عقائد بھی نازل شدہ کتب میں

(۱) شیرازی، تکملة المجموع شرح المهذب، ۱۹:۲۸۲

اصلاً بیان کی گئی حقیقی تعلیمات کے عین مطابق ہوں، اور بعدازاں کوئی تبدیلی نہ آئی ہو۔ یا وہ کتابیں اپنی اصل حالت اور عبارت پر قائم ہوں، تب ہی ان پر ایمان رکھنا معتبر ہوگا۔ اس لئے کہ ان کے عقائد اور ان کی کتب میں دونوں قسم کے تغیرات بعثتِ محمدی ﷺ اور نزولِ قرآن سے بہت پہلے واقع ہو چکے تھے۔ بنابریں قرآن مجید میں ان کی کتب میں تحریف و تبدیلی کا ذکر بھی بار بار آیا ہے اور اس کی مذمت کی گئی ہے اور اسی طرح ان کے عقائد میں بھی توحید سے تثلیث تک کا سفر پہلے ہو چکا تھا، تب ہی تو قرآن مجید میں بار بار تثلیث کا رد آیا ہے۔ مگر قرآن مجید نے اس کے باوجود انہیں دیگر کفار کے مقابلے میں اہلِ کتاب کا امتیازی درجہ دیا اور اسلام نے کئی شرعی احکامات میں ان کا معاملہ دیگر کفار و مشرکین سے ممتاز اور ممیّز کر دیا۔ (جس کا تفصیلی تذکرہ آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔)

یہی وجہ ہے کہ ائمہِ فقہ و عقائد نے ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اضافی شرائط نہیں لگائیں اور جو طبقات اپنے پاس کوئی بھی آسمانی کتاب، خواہ محرف و متبدل شکل میں ہی کیوں نہ ہو، نہیں رکھتے، انہیں بالاتفاق اہلِ کتاب میں شامل نہیں کیا گیا۔ چنانچہ مذہب حنفی کے عظیم مفسر و فقیہ امام ابوبکر الجصاص (۳۷۰ھ) اہل کتاب اور مجوس و صابئین کے درمیان اسی اُصول کی بنا پر فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اختلف في المجوس فقال جل السلف وأكثر الفقهاء: ليسوا أهل الكتاب وقال آخرون: هم أهل الكتاب والقائلون بذلك شواذ والدليل على أنهم ليسوا أهل الكتاب قوله تعالى ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾ فأخبر تعالى أن أهل الكتاب طائفتان فلو كان المجوس أهل الكتاب لكانوا ثلاث طوائف.

وأيضاً فإن المجوس لا ينتحلون شيئا من كتب الله المنزلة على أنبيائه وإنما يقرؤن كتاب زرادشت وكان متنبيا كذابا فليسوا إذا أهل

كتاب.

وروى سفيان عن قيس بن مسلم عن الحسن بن محمد قال: كتب النبي ﷺ إلى مجوس هجر يدعوهم إلى الإسلام قال: فإن أسلمتم فلكم ما لنا وعليكم ما علينا ومن أبى فعليه الجزية غير أكل ذبائحهم ولا نكاح نسائهم.

ويدل على أنهم ليسوا أهل كتاب أن النبي ﷺ كتب إلى صاحب الروم: يا أهل الكتاب، تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم، وكتب إلى كسرى ولم ينسبه إلى كتاب. وروى في قوله تعالى: ﴿الٓمّٓ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ○﴾ أن المسلمين أحبوا غلبة الروم لأنهم أهل كتاب وأحبت قريش غلبة فارس لأنهم جميعا ليسوا بأهل الكتاب.(۱)

مجوسیوں کے متعلق اختلاف رائے ہے۔ سلف میں اکثر حضرات اور فقہاء کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ یہ لوگ اہل کتاب میں شامل نہیں ہیں۔ کچھ تھوڑے سے حضرات اس کے قائل ہیں کہ مجوسی بھی اہل کتاب ہیں۔ ان کے اہل کتاب میں سے نہ ہونے کی دلیل یہ قولِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾ ’اور یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے سو (اب) تم اس کی پیروی کیا کرو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ (قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ تم کہیں یہ (نہ) کہو کہ بس (آسمانی) کتاب تو ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر اتاری گئی تھی‘۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ واضح فرما دیا ہے کہ اہل کتاب کے صرف دو گروہ

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۳: ۳۲۶، ۳۲۷

ہیں۔ اگر مجوس اہل کتاب ہوتے تو پھر گروہوں کی تعداد تین بتائی جاتی۔

ایک اور وجہ بھی ہے کہ مجوس انبیاے سابقین پر نازل شدہ کتابوں میں سے کسی کتاب کو نہیں اپناتے ہیں یعنی کسی پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ تو صرف زرتشت کی کتاب پڑھتے ہیں۔ زرتشت نبوت کا ایک جھوٹا دعویدار گزرا ہے اس لیے یہ لوگ اہل کتاب نہیں ہیں۔

سفیان نے قیس بن مسلم سے روایت کیا ہے اور انہوں نے امام حسن بن محمد (ابنِ حنفیہ رضی اللہ عنہ) سے کہ حضور ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں کو تحریری طور پر دعوتِ اسلام دی اور فرمایا: 'اگر تم مسلمان ہوجاؤ تو تمہارے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے ہیں اور تم پر وہی فرائض عائد ہوں گے جو ہم پر ہیں لیکن جو شخص اسلام کی دعوت قبول نہیں کرے گا اس پر جزیہ عائد ہوگا۔ ان کے ذبیحے نہیں کھائے جائیں گے (جیسے یہود و نصاریٰ کے ذبیحے کھائے جاتے ہیں) اور نہ ہی ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جائے گا'۔ جیسے یہودی اور عیسائی عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

مجوسیوں کے اہلِ کتاب نہ ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ نے روم کے بادشاہ کو ان الفاظ میں خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی تھی: ﴿اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے﴾، لیکن جب آپ نے شہنشاہ ایران کسریٰ کو دعوت نامہ تحریر کیا تو اس میں اسے اہل کتاب کہہ کر مخاطب نہیں فرمایا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿الٓمّٓo غُلِبَتِ الرُّوْمُo﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ مسلمان اہلِ روم کے غلبہ کے اس بناء پر خواہشمند تھے کہ وہ اہلِ کتاب تھے۔ اس کے برعکس قریشِ مکہ ایرانیوں کے غلبہ کے خواہش مند تھے کیونکہ وہ (قریش اور اہل ایران) سب غیر اہل کتاب تھے۔

لہٰذا یہ بات دلائل کے ساتھ واضح ہوگئی کہ مجوسی نازل شدہ کتب میں سے کسی پر بھی

ایمان نہ لانے کے باعث غیر اہل ملتِ توحید یعنی صریح کافر ہیں اور انہیں اہل کتاب میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ صابئین کے متعلق امام اعظم کا نرم موقف

امامِ اعظم نے بعض صابئین کو فقط دینِ مسیحی اختیار کرنے کے باعث اہلِ کتاب تسلیم کیا ہے، حالانکہ صابئین اصلاً اہل کتاب میں سے نہیں ہیں۔

امام ابوبکر الجصاص 'احکام القرآن' میں اہل کتاب اور صابئین کا فرق نمایاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد اختلف في الصابئين هم من أهل الكتاب أم لا؟ فروي عن أبي حنيفة أنهم أهل كتاب وقال أبو يوسف ومحمد: ليسوا أهل كتاب. وكان أبو الحسن الكرخي يقول: الصابئون الذين هم عنده من أهل الكتاب قوم ينتحلون دين المسيح ويقرؤن الإنجيل فأما الصابئون الذين يعبدون الكواكب وهم الذين بناحية حران فإنهم ليسوا بأهل كتاب عندهم جميعا. (1)

صابئین کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ اہل کتاب میں سے ہیں یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ اہل کتاب ہیں۔ جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد انہیں اہل کتاب قرار نہیں دیتے۔ امام ابو الحسن کرخی فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جو صابئین اہل کتاب میں سے ہیں، یہ صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے دینِ مسیحی اختیار کر رکھا ہے اور وہ انجیل بھی پڑھتے ہیں۔ البتہ وہ صابئین جو ستارہ پرست ہیں اور حران کے علاقے میں بستے ہیں ان کے اہل کتاب ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

(۱) جصاص، أحکام القرآن، ۳: ۳۲۸

(۱) صابئین سے متعلق امام ابو اللیث السمر قندیؒ کا قول

فقہ حنفی کے عظیم امام الفقہ ابو اللیث السمر قندیؒ (۳۷۵ھ) نے اپنی تفسیر **بحر العلوم** میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۶۲ - ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ﴾ - کے تحت یہود و نصاریٰ اور صابئین کے درمیان فرق واضح کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ابو صالح کی روایت میں حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

وهم قوم كانوا مؤمنين بموسى والتوراة.(۱)

اس سے مراد وہ لوگ تھے جو حضرت موسیٰ ؑ اور تورات پر ایمان رکھتے تھے۔

بعد ازاں امام ابواللّیث نے صابئین کی نسبت احکام پر ائمہ کے اختلاف کو یوں بیان کیا ہے:

واختلف العلماء في حكم الصابئين. فقال بعضهم: حكمهم كحكم أهل الكتاب في أكل ذبائحهم ومناكحة نسائهم وهو قول أبي حنيفة رحمه الله لأنهم قوم بين النصرانية واليهودية يقرؤون الزبور. وقال بعضهم: هم بمنزلة المجوس لا يجوز أكل ذبائحهم ولا مناكحة نسائهم وهو قول أبي يوسف ومحمد رحمهما الله لأنهم يعبدون الملائكة فصار حكمهم حكم عبدة النيران.(۲)

علماء نے الصابئین کے حکم کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے: ان کے ذبائح کے کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کے باب میں ان کا حکم اہل کتاب کے حکم کی مانند ہے۔ یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ ﷺ کا ہے کیونکہ ان کے نزدیک وہ ایسی قوم ہے جو (عقائد و اعمال کے لحاظ سے) نصرانیت اور یہودیت کے درمیان

(۱) سمرقندی، بحر العلوم، ۱:۱۲۴

(۲) سمرقندی، بحر العلوم، ۱:۱۲۵

ہے اور وہ زبور کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ وہ مجوس کی مانند ہیں؛ نہ تو ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے اور نہ ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا۔ یہ قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے کیونکہ وہ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اس لیے ان کا حکم آگ کی پوجا کرنے والوں کی طرح ہوگیا۔

امام اعظم ابو حنیفہ ﷺ چونکہ وسیع المشرب اور دیگر ائمہ کی نسبت احکام میں گنجائش زیادہ دیتے ہیں اس لئے یہاں بھی انہوں نے مجوسیوں کے برعکس صابئین کو محض اس لئے اہل کتاب میں شامل کیا ہے کہ وہ زبور کی تلاوت کرتے تھے یعنی وہ اعتقاداً نصاریٰ کے قریب تھے اس لئے انہیں بھی اہل کتاب سے مماثلت کے باعث ملتِ توحید میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ امام اعظم کا یہ نرم موقف ان کی وسیع المشربی اور احتیاط کی دلیل ہے۔

(۲) صابئین کے مسئلے پر ائمہ کے اختلاف کا اصل سبب

شمس الائمہ امام محمد بن احمد بن ابی بکر السرخسی الحنفیؒ (م۴۹۰ھ) اہلِ کتاب اور دیگر مذاہب کے احکام میں فرق سے متعلق امام اعظم اور دوسرے ائمہ کا موقف بیان کرتے ہوئے ان کے درمیان پائے جانے والے اس اختلاف کی وجہ بتاتے ہیں:

أما نكاح الصابئة فإنه يجوز للمسلم عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى ويكره ولا يجوز عند أبي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى وكذلك ذبائحهم وهذا الاختلاف بناء على أن الصابئين من هم فوقع عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنهم قوم من النصارى يقرؤون الزبور ويعظمون بعض الكواكب كتعظيمنا القبلة وهما جعلا تعظيمهم لبعض الكواكب عبادة منهم لها فكانوا كعبدة الأوثان. وقالا: إنهم يخالفون النصارى واليهود فيما يعتقدون فلا يكونون من جملتهم ولكن أبو حنيفة رحمه الله تعالى يقول: مخالفتهم للنصارى

في بعض الأشياء لا تخرجهم من أن يكونوا من جملتهم كبني تغلب فإنهم يخالفون النصارى في الخمور والخنازير ثم كانوا من جملة النصارى.(۱)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسلمان شخص کیلئے صابئہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز تو ہے لیکن ناپسندیدہ ہے جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک صابئہ عورت سے نکاح جائز نہیں ہے اور اسی طرح ان کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ امام اعظمؒ اور صاحبین کے ہاں یہ اختلاف اس بناء پر ہے کہ صابئین اصل میں ہیں کون؟ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ نصاریٰ میں سے ایک قوم ہے جو زبور کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک ستارے کی تعظیم کرتے ہیں جس طرح ہم قبلہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ جبکہ صاحبین نے ان کی ستارے کی تعظیم کرنے کو ان کی عبادت شمار کیا ہے اس لئے ان کے نزدیک وہ بت پرستوں کی طرح ہو گئے اور صاحبین نے فرمایا کہ صابئین اپنے اعتقادات میں نصاریٰ اور یہود کی مخالفت کرتے ہیں، اس لیے وہ ان میں شامل نہیں ہوں گے۔ لیکن امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ان کی بعض اشیاء میں نصاریٰ کے ساتھ مخالفت انہیں ان میں شمار ہونے سے نکال نہیں دیتی جیسا کہ بنو تغلب شراب اور خنزیر کے بارے میں نصاریٰ کی مخالفت کرتے ہیں پھر بھی نصاریٰ میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہر جگہ امام اعظمؒ کا اندازِ فکر اور زاویۂ نگاہ کتنی وسعت پر مبنی ہے۔ جو طبقہ اصلاً یہود و نصاریٰ یا اہل کتاب میں سے ہی نہیں تھا بلکہ بالکل ایک مختلف مذہب رکھنے والے لوگ تھے، اور ابتداءً اُمتِ موسوی یا اُمتِ عیسوی کا حصہ ہی نہیں تھے۔ مگر انہوں نے یا ان میں سے ایک طبقہ نے اپنے بعض عقائد و اعمال میں یہود و نصاریٰ کا طریقہ اپنا لیا اور ان میں شامل ہو گئے۔ ہر چند کہ تورات یا انجیل کی تلاوت کرنے کی بجائے زبور کی تلاوت کرتے

---

(۱) سرخسی، المبسوط، ۴: ۲۱۰-۲۱۱

رہے، کئی اُمور میں نصاریٰ کے ساتھ مماثلت اور مشابہت اختیار کر لی اور کئی اُمور میں مخالفت برقرار رہی۔ مستزاد یہ کہ ستارے کی تعظیم کا عنصر بھی ان کے عقیدہ وعمل میں داخل رہا۔ یعنی اہلِ کتاب کے ساتھ جزوی مماثلت کی بناء پر امام اعظمؒ نے ان کے لئے 'اہلِ کتاب' کا درجہ تسلیم فرمایا ہے۔ گویا آپ نے صابئین کے اس طبقہ کی اہل کتاب کے ساتھ یگانگت اور مشابہت (commonality and similarity) کے پہلو کو اہمیت دی ہے اور ان سے اہلِ کتاب کا سلوک جائز قرار دیا ہے۔ جبکہ صاحبین کی نگاہ زیادہ تر ان کے مابین اختلاف و امتیاز (difference and dissimilarity) کے پہلو پر رہی ہے۔ اس لئے انہیں اہل کتاب میں شمار کرنے میں متردد ہیں۔

۵۔ نصاریٰ کے 'عقیدۂ مسیح' کی نسبت ایک اشکال اور اس کا جواب

امام سرخسیؒ فقہ حنفی کی سب سے پہلی جامع کتاب 'المبسوط' میں لکھتے ہیں:

بعض أصحاب الشافعي رحمهم الله يقولون: يحل (أي أن يسمعه المسلم يسمي عليه المسيح) لأن المسلم إذا ذبح بغير اسم الله تعالى يصير مرتداً وإنما لا يؤكل بردته وهذا لا يوجد في حق الكتابي وقد أحل الشرع ذبائحهم مع قولهم: ﴿إِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ كما أخبر الله عنهم وهو تعالى عن ذلك علوًّا كبيرًا، فإذا ظهر ذلك لم تحرم ذبيحتهم.[1]

بعض شوافع کہتے ہیں کہ کتابی کا ذبیحہ اس صورت میں بھی حلال ہوگا (جب مسلمان اسے ذبح کرتے وقت حضرت عیسیٰ ؑ کا نام لیتے ہوئے سن لے)، کیونکہ جب

(۱) سرخسی، المبسوط، ۱۱:۲۴۶-۲۴۷

مسلمان اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام کے سوا کسی نام سے ذبح کرے تو وہ مرتد ہوجاتا ہے اور اس صورت میں اس کا ذبیحہ اس کے ارتداد کی وجہ سے حلال نہیں ہوتا لیکن یہ صورت کتابی کی نسبت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ شریعت نے ان کے مسیح بن مریم کو اللہ ماننے کے باوجود ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ نے ان کی نسبت خود یہ خبر دی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾، حالاں کہ وہ ذات اس سے بہت بلند و برتر ہے۔ لہٰذا جب ان کی طرف سے یہ عقیدہ واضح ہے تب بھی ان کے ذبیحہ کو حرام قرار نہیں دیا گیا (بلکہ حلال قرار دیا گیا ہے)۔

امام سرخسی اس مضمون کی وضاحت میں مزید فرماتے ہیں:

قال: فإن تهود المجوسي أو تنصر تؤكل ذبيحته وصيده، لأنه يقر على ما اعتقده عندنا، لأنه صار بحيث يدعي التوحيد. ولو تمجس يهودي أو نصراني لم يحل صيده ولا ذبيحته بمنزلة ما لو كان مجوسيا في الأصل.

امام صاحب نے فرمایا: اگر کوئی مجوسی، یہودی یا عیسائی ہوجائے تو اس کا ذبیحہ اور شکار کھایا جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک وہ اپنے اعتقاد کے مطابق اقرار (توحید) کرتا ہے، **اس لئے وہ دعویٰ توحید کی حیثیت والا بن جائے گا۔** اگر کوئی یہودی یا نصرانی مجوسی ہوجائے تو اس کا شکار اور ذبیحہ حلال نہیں رہے گا۔ اب یوں سمجھا جائے گا گویا وہ اصلاً مجوسی تھا تو اس صورت میں اس کا شکار اور ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ اس کے لیے اب وہی حکم صادر ہوگا۔

امام سرخسیؒ امام اعظم کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

قال: وإن كان غلام أحد أبويه نصراني والآخر مجوسي وهو يعقل الذبح تؤكل ذبيحته وصيده عندنا ...... ولم يوجد اتفاقهما في

التمجس فلا يثبت حكم المجوسية في حقه ولأن أحد الأبوين ممن تحل ذبيحته فيجعل الولد تابعا له.[1]

امام صاحب نے فرمایا: اگر (ذبح کرنے والے کے) والدین میں سے ایک نصرانی اور دوسرا مجوسی ہو، ان کا بچہ جو ذبح کو سمجھتا ہو ذبح کرے تو ہمارے نزدیک اس کا ذبیحہ اور شکار کھایا جائے گا (اس لئے کہ) والدین میں سے دونوں کا مجوسی ہونے پر اتفاق نہیں پایا گیا تو ان کے بچے کے حق میں مجوسیت کا حکم ثابت نہ ہوگا اور اس لئے بھی کہ والدین میں ایک تو ان لوگوں میں سے ہے جن کا ذبیحہ حلال ہوتا ہے لہٰذا بچے کو اس ایک کے تابع سمجھا جائے گا۔

۶۔ کتابی اور غیر کتابی والدین کا بچہ سہولتاً کتابی کے حکم میں تصور کیا جائے گا

فقہائے اسلام نے یہاں تک بیان کیا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص ذبح کرتا ہے جس کے ماں باپ میں سے ایک کتابی ہے اور دوسرا غیر کتابی تو اسے کتابی کے زمرے میں سمجھا جائے گا۔ امام کاسانی فرماتے ہیں:

الْمَوْلُودُ بَيْنَ كِتَابِيٍّ وَغَيْرِ كِتَابِيٍّ تُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ أَيُّهُمَا كَانَ الْكِتَابِيَّ الْأَبَ أَوِ الْأُمَّ عِنْدَنَا. وَقَالَ مَالِكٌ: يُعْتَبَرُ الْأَبُ فَإِنْ كَانَ كِتَابِيًّا تُؤْكَلُ وَإِلَّا فَلَا.

وَالصَّحِيحُ قَوْلُنَا؛ لِأَنَّ جَعْلَ الْوَلَدِ تَبَعًا لِلْكِتَابِيِّ مِنْهُمَا أَوْلَى؛ لِأَنَّهُ خَيْرُهُمَا دِينًا بِالنِّسْبَةِ فَكَانَ بِاتِّبَاعِهِ إِيَّاهُ أَوْلٰى.[2]

---

(۱) سرخسی، المبسوط، ۱۱:۲۴۶-۲۴۷

(۲) کاسانی، بدائع الصنائع، ۶: ۲۲۹

اگر ماں باپ میں سے ایک کتابی اور دوسرا غیر کتابی ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا، خواہ ماں باپ میں سے کوئی بھی (باپ یا ماں) کتابی ہو، یہ ہمارا مسلک ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ باب کا کتابی ہونا معتبر ہوگا کہ اگر باپ کتابی ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا ورنہ نہیں۔

اس بارے میں ہمارا قول صحیح ہے، اس لئے کہ بچے کو ان دونوں میں سے کتابی (ماں یا باپ) کے تابع قرار دینا زیادہ بہتر ہے، **کیونکہ دوسرے فرد کے دین کی نسبت سے اس کا دین بہتر ہے، لہٰذا اس کو اسی کا متبع سمجھنا زیادہ بہتر ہوگا۔**

۷۔ امام کاسانی (صاحب البدائع والصنائع) کے ہاں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب میں فرق

صاحبِ بدائع الصنائع امام علاء الدین الکاسانیؒ (م۵۸۷ھ) غیر کتابی کفار ومشرکین کی ذبائح کی حرمت اور اہل کتاب کے ذبائح کی حلت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(وَمِنْهَا) أَنْ يَكُونَ مُسْلِمًا أَوْ كِتَابِيًّا فَلَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ أَهْلِ الشِّرْكِ وَالْمَجُوسِيِّ وَالْوَثَنِيِّ وَذَبِيحَةُ الْمُرْتَدِّ أَمَّا ذَبِيحَةُ أَهْلِ الشِّرْكِ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ﴾. وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ أَيْ لِلنُّصُبِ وَهِيَ الْأَصْنَامُ الَّتِي يَعْبُدُونَهَا.(۱)

ذبح کرنے والے شخص کا مسلمان یا اہل کتاب میں سے ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا مشرک، مجوسی، بت پرست اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ مشرکین کا ذبیحہ اس لئے حرام ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ﴾ نیز دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ اور نصب سے مراد وہ بت ہیں جن کی مشرک پوجا

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۶: ۲۲۴–۲۲۵

کرتے ہیں۔

اب امام کاسانیؒ اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ وَالْمُرَادُ مِنْهُ ذَبَائِحُهُمْ إِذْ لَوْ لَمْ يَكُنِ الْمُرَادُ ذٰلِکَ لَمْ يَكُنْ لِلتَّخْصِيصِ بِأَهْلِ الْكِتَابِ مَعْنًى؛ لِأَنَّ غَيْرَ الذَّبَائِحِ مِنْ أَطْعِمَةِ الْكَفَرَةِ مَأْكُولٌ وَلِأَنَّ مُطْلَقَ اسْمِ الطَّعَامِ يَقَعُ عَلَى الذَّبَائِحِ كَمَا يَقَعُ عَلَى غَيْرِهَا؛ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِمَا يُتَطَعَّمُ وَالذَّبَائِحُ مِمَّا يُتَطَعَّمُ فَيَدْخُلُ تَحْتَ إِطْلَاقِ اسْمِ الطَّعَامِ فَيَحِلُّ لَنَا أَكْلُهَا وَيَسْتَوِي فِيهِ أَهْلُ الْحَرْبِ مِنْهُمْ وَغَيْرُهُمْ لِعُمُومِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ. وَكَذَا يَسْتَوِي فِيهِ نَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ وَغَيْرُهُمْ؛ لِأَنَّهُمْ عَلَى دِينِ النَّصَارَى إِلَّا أَنَّهُمْ نَصَارَى الْعَرَبِ فَيَتَنَاوَلُهُمْ عُمُومُ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ. [1]

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ اس سے مراد ان کا ذبیحہ ہے، اس لئے کہ اگر اس جگہ طعام سے مراد ان کا ذبیحہ نہ ہوتو اس کو اہل کتاب کے ساتھ مختص کئے جانے کی کوئی وجہ نہیں رہی۔ اس لئے کہ ذبائح کے سوا تو سب کافروں کا کھانا حلال ہے (اس میں کیا امتیاز رہا)۔ نیز اس لئے بھی کہ طعام کا لفظ مطلقاً استعمال ہوتو اس سے مراد ذبائح اور دوسری اشیاء سب کلیتًا مراد لی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ طعام ان اشیاء کا نام ہے جنہیں کھایا جاتا ہے اور ذبیحہ کو بھی کھایا جاتا ہے، لہٰذا مطلق لفظ طعام کے تحت سب کھانے شامل ہوں گے۔ جس کی بنا پر ہمارے لئے ان کا کھانا حلال ہوگا۔ اس مسئلے میں حربی، غیر حربی اور ہر طرح کے کتابی کافر یکساں ہیں۔ کیونکہ آیت کا مفہوم عام ہے اسی طرح اس میں بنو تغلب اور دوسرے قبائل کے عیسائی وغیرہ بھی شامل ہیں کیونکہ وہ سب دین نصاریٰ کے ماننے والے ہیں اگرچہ وہ (بنو تغلب) عرب کے رہنے والے عیسائی ہیں، لہٰذا آیت کا عموم ان تمام لوگوں کو شامل ہوگا۔

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۶: ۲۲۶-۲۲۷

اس کے بعد امام کاسانیؒ نے ایک نہایت اہم نکتہ بیان کیا ہے:

فَإِنْ انْتَقَلَ الْكِتَابِيُّ إِلٰى دِينِ غيرِ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنَ الْكَفَرَةِ لَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ؛ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ لَوْ انْتَقَلَ إِلَى ذٰلِكَ الدِّينِ لَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ فَالْكِتَابِيُّ أَوْلَى. وَلَوْ انْتَقَلَ غَيْرُ الْكِتَابِيِّ مِنَ الْكَفَرَةِ إِلٰى دِينِ أَهْلِ الْكِتَابِ تُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ.(۱)

پھر اگر کوئی کتابی اہل کتاب کا مذہب چھوڑ کر غیر اہل کتاب کفار میں سے کسی کا مذہب اختیار کر لے تو اس کا ذبیحہ بھی نہ کھایا جائے (وہ حرام ہو جائے گا)، اس لئے کہ اگر کوئی مسلمان اس مذہب کو اختیار کر لیتا تو اس کا ذبیحہ بھی حلال نہ رہتا لٰہذا کتابی کا (اپنا مذہب چھوڑنے کی صورت میں تو بدرجہ اولیٰ حلال نہ رہے گا اور اگر اس کے برعکس کوئی غیر کتابی کافر اہل کتاب (میں سے یہود و نصاریٰ) کا مذہب اختیار کر لے تو اس کا ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔

آپ ائمہ فقہ کی تصریحات سے اس امر کا اندازہ لگایئے کہ شریعت نے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کفار میں احکام کے لحاظ سے کس قدر فرق رکھا ہے۔ اس کی مزید تفصیلات آئندہ باب میں آ رہی ہے۔

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۶: ۲۲۸-۲۲۹

بابِ چہارُم

اَہلِ ملت اور غیر اَہلِ ملت کے اَحکامات میں فرق

مسلمان عقیدۂ توحید پر اِعتقاداً بھی قائم ہیں اور ان کا دعویٰ بھی ان کے عقیدے کی تصدیق کرتا ہے۔ جب کہ یہودی اور عیسائی عقیدۂ توحید کا محض دعویٰ ہی کرتے ہیں، فی الاصل ان کا عقیدۂ توحید تثلیث میں تبدیل ہو چکا ہے۔ لیکن اَہلِ کتاب کے اس صریحاً کفر اور عقائد باطلہ کے باوجود ان کے عقیدۂ توحید کے فقط دعویٰ کو شرعاً تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر ہمارے دور کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ہمارے بعض علماء حضرات اپنی تحریر و تقریر میں دیگر کفار کی بہ نسبت اَہلِ کتاب سے نفرت و حقارت کا درس زیادہ دیتے ہیں۔ رہ گئیں یہ تعلیمات اور حقائق، یا تو ان کے علم میں ہی نہیں ہوتے یا پھر عمداً عامۃ الناس کے سامنے لانے سے گریز کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم گزشتہ ابواب میں قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ جمیع اَئمہ نے ان کا حکم بقیہ تمام غیر کتابی کفار و مشرکین یعنی بت پرستوں، ستارہ پرستوں یا آتش پرستوں وغیرہ سے جدا رکھا۔ اِس لیے ان (اَہلِ کتاب) کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز رکھا گیا کیونکہ وہ اَہلِ ملّت تھے۔ اِس کے برعکس غیر کتابی کفار و مشرکین کا نہ ذبیحہ جائز رکھا اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا گیا کیوں کہ وہ اَہلِ ملّت نہ تھے۔ اَہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کا یہی اَہلِ ملّت ہونا اُنہیں غیر مسلموں میں سے believers اور غیر کتابیوں کا اَہلِ ملّت نہ ہونا انہیں non-believers بناتا ہے۔

اَہلِ کتاب کو believers کا ٹائٹل کسی 'نازل شدہ آسمانی کتاب' پر عقیدہ رکھنے کی وجہ سے دیا جاتا ہے خواہ وہ کتاب اپنی اصل حالت پر برقرار نہ رہی ہو اور نہ ہی ان کا عقیدہ اَصل توحید پر برقرار رہا ہو۔ یہ معاملہ تمام اَئمہ کے سامنے تھا حتیٰ کہ یہ نزولِ قرآن اور بعثتِ نبوی سے بھی پہلے کا ہے، لیکن اس کے باوُجود قرآن و سنت نے یہ تفریق قائم رکھی۔ کتاب میں یہ ترمیم و تحریف نزولِ قرآن سے پہلے ہی ہو چکی تھی اور اُن کے عقیدۂ توحید میں بھی تحریف (بشکلِ عقیدۂ اِبنیت و تثلیث) ہو چکی تھی۔ یہ تمام تفصیلات قرآن حکیم میں مذکور ہیں اور ان کا ردّ بھی کیا گیا

ہے۔ ہم نے بالصراحت ان کا ذکر بھی باب اول میں کر دیا ہے۔

ذیل میں موضوعِ زیر بحث کے تحت ہم صرف دو بنیادی معاملات پر ائمہ دین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں جن میں انہوں نے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے احکامات میں واضح فرق کیا ہے۔ ان میں پہلا مسئلہ ذبیحہ سے متعلق ہے اور دوسرا نکاح سے۔

فصل اَوّل

اَہلِ کتاب اور دیگر غیر مسلموں کے ذبیحہ کے اَحکامات میں فرق

اَہلِ مکہ اور مشرکینِ عرب چونکہ صاحب کتاب نہ تھے اور نہ کسی آسمانی ہدایت کے پابند تھے اس لیے انہوں نے از خود جائز و ناجائز کے اصول اور طریقے اپنا رکھے تھے۔ وہ اپنے آبائی مذہب کے مطابق جانور ذبح کرتے وقت بتوں اور دیوتاؤں کا نام لیتے۔ وہ لوگ مردار کھانے میں بھی کوئی مضائقہ نہ سمجھتے اور اس بارے میں کہا کرتے کہ جب انسان کا مارا ہوا جائز ہے تو خدا کا مارا ہوا ناجائز کیسے ہوسکتا ہے۔

قرآن حکیم نے جہاں ذبح کیے بغیر مختلف طریقوں سے مرے ہوئے جانور کو حرام قرار دے دیا وہاں مشرکین کی طرف سے دیوی، دیوتاؤں اور بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانوروں کا کھانا بھی ممنوع قرار دے دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ. (۱)

اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، حرام کیا ہے۔

اور فرمایا:

وَلَا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ. (۲)

اور تم اس (جانور کے گوشت) سے نہ کھایا کرو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کو ہی جائز قرار دیا اور اسے کھانے کا حکم دیا۔ فرمایا:

---

(۱) البقرة، ۲: ۱۷۳

(۲) الأنعام، ٦: ۱۲۱

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ٥(۱)

سو تم اس (ذبیحہ) سے کھایا کرو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو٥

بت پرست مشرکین کے برعکس چونکہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) بنیادی طور پر خدا، وحی اور رسالت کے تصورات پر ایمان رکھتے تھے اور انہیں ملت توحید ہونے کا دعویٰ تھا اس لیے قرآن مجید نے ان کے ذبیحہ کو حلال اور جائز قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ط وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ص وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ. (۲)

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور ان لوگوں کا ذبیحہ (بھی) جنہیں (الہامی) کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے۔

۱۔ اَہلِ کتاب کے طعام سے مراد

آیت مندرجہ بالا میں اہل کتاب کے 'طعام' سے علماء نے ان کا ذبیحہ مراد لیا ہے۔ امام بخاری نے 'الصحیح' کی کتاب الصيد والذبائح میں ایک باب کے عنوان میں ہی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

وقال ابن عباس رضی اللہ عنہما: طعامهم: ذبائحهم. (۳)

۱۔ امام ابو داود اور امام بیہقی نے مذکورہ آیات کی تفسیر کے ذیل میں درج ذیل روایت

(۱) الأنعام، ۶: ۱۱۸

(۲) المائدة، ۵: ۵

(۳) بخاری، الصحيح، كتاب الذبائح و الصيد، باب ذبائح أهل الكتاب وشحومها من أهل الحرب وغيرهم، ۵: ۲۰۹۷۔

بیان کی ہے:

عن ابن عباس ﷺ قال: ﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾، ﴿وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾، فنسخ واستثنٰى من ذلك، فقال: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾. (۱)

حضرت (عبد اللہ) بن عباس ﷺ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾ 'سوتم اس (ذبیحہ) سے کھایا کرو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو'، ﴿وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾ 'اور تم اس (جانور کے گوشت) سے نہ کھایا کرو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو'۔ یہ آیات اِس اگلی آیت کے حکم سے مستثنٰی ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت بیان فرمائی: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ 'اور ان لوگوں کا ذبیحہ (بھی) جنہیں (الہامی) کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے' (یعنی اہل کتاب کے ذبح کیے ہوئے جانور تمہارے لیے حلال ہیں اور تمہارے ذبح کیے گئے جانور ان کے لیے حلال ہیں)۔

۲۔ عقیدہ اور علم کلام میں اَحناف کے **امام اکبر امام ابو منصور الماتریدی** نے 'تاویلات اہل السنۃ' میں اس مسئلہ کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے اس آیت کے ضمن میں حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ کا یہ تفسیری قول بھی نقل کیا ہے:

عن ابن عباس ﷺ، قال: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ أي: ذبائحهم حِلٌّ لكم، وذبائحكم حِلٌّ لهم. (۲)

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الضحايا، باب في ذبائح أهل الكتاب، ۳: ۱۰۱، رقم: ۲۸۱۷

۲۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، كتاب الضحايا، باب ما جاء في طعام أهل الكتاب، ۲: ۲۸۲، رقم: ۱۸۹۳۵

(۲) الماتريدي، تأويلات أهل السنة، ۳: ۴۶۲

حضرت (عبد اللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے آیت ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ 'اور ان لوگوں کا ذبیحہ (بھی) جنہیں (الہامی) کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے' کی تفسیر میں فرمایا: یعنی اہل کتاب کے ذبح کیے ہوئے جانور تمہارے لیے حلال ہیں اور تمہارے ذبح کیے گئے جانور ان کے لیے حلال ہیں۔

۳۔ یہی روایت طبری نے 'جامع البیان' اور سیوطی نے 'الدر المنثور' میں بھی بیان کی ہے:

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما: طعامهم ذبائحهم. (۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: ان کے طعام سے مراد ان کے ذبیحے ہیں۔

۴۔ الغرض اہل کتاب کے طعام کا یہی مفہوم کم و بیش تمام مفسرین نے بیان کیا ہے۔ مثلاً علامہ زمخشری کے قول کو امام رازی نے بھی اِسی ذیل میں ذکر کیا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أنه سئل عن ذبائح نصارى العرب، فقال: لا بأس. وهو قول عامة التابعين وبه أخذ أبو حنيفة وأصحابه. (۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ان سے اَہلِ عرب نصاریٰ کے ذبیحہ سے متعلق شرعی حکم پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ان کا ذبیحہ جائز ہے۔ اکثر تابعین کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر احناف نے اپنا موقف قائم کیا ہوا ہے۔

---

(۱) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۶:۱۰۲

۲۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۳:۲۴

(۲) ۱۔ زمخشری، الکشاف، ۱:۶۴۲

۲۔ رازی، التفسیر الکبیر، ۱۱:۱۱۵

۵۔ حافظ ابن کثیر نے اس موقف کی تائید کرنے والے اکابر تابعین کے نام بھی شامل کیے ہیں:

قال ابن عباس، وأبو أمامة ومجاهد وسعيد بن جبير وعكرمة وعطاء والحسن ومكحول وإبراهيم النخعي والسدي ومقاتل بن حيان: يعني ذبائحهم وهذا أمر مجمع عليه بين العلماء أن ذبائحهم حلال للمسلمين. (۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (آیت مذکورہ کی تفسیر میں) فرمایا: ابو امامہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطا، حسن بصری، مکحول، ابراہیم النخعی، السدی اور مقاتل بن حیان جیسے حضرات نے اَہلِ کتاب کے طعام سے مراد ان کا ذبیحہ لیا ہے۔ اس مسئلے پر تمام علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔

۶۔ امام قرطبی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اور قول بھی نقل کیا ہے جس میں انہوں نے قرآن حکیم کی آیت سے پیدا ہونے والے التباس کو بھی اس آیت کے حکم سے دور کر دیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ایسے جانور کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے جس پر ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

قال ابن عباس: قال تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾. ثم استثنى فقال: 'وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ' يعنى ذبيحة اليهودي والنصراني وإن كان النصراني يقول عند الذبح باسم المسيح واليهودى يقول باسم عزير وذلک لأنهم يذبحون على الملة. (۲)

(۱) ابن کثير، تفسير القرآن العظيم، ۲:۲۰

(۲) قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۶:۷۶

حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾۔ پھر اس حکم کو مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾۔ مراد یہ ہے کہ یہودی اور نصرانی کا ذبیحہ حلال ہے۔ اگرچہ عیسائی ذبح کرتے ہوئے اللہ کے نام کی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کا نام ہی لیتے ہیں۔ یہ ذبیحہ اس لیے جائز سمجھا جائے گا کیونکہ یہود و نصاریٰ ملتِ توحید پر رہتے ہوئے ذبح کرتے ہیں۔

۷۔ امام بیضاوی اپنا نقطہ نظر یوں لکھتے ہیں:

وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم، يتناول الذبائح وغيرها. (۱)

اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے، (اس آیت میں) طعام کا لفظ ذبیحوں اور دیگر کھانوں کو شامل ہے۔

۸۔ امام زمخشری نے اس کی تفسیر میں جانوروں کے گوشت کے علاوہ ان کے تمام کھانے بھی مراد لیے ہیں نیز عرب اور غیر عرب نصاریٰ کی تمیز بھی ختم کر دی ہے۔

قيل: هو ذبائحهم. وقيل: جميع مطاعمهم ويستوي في ذلک جميع النصاریٰ. (۲)

کہا گیا ہے کہ طعام سے مراد ان کے ذبیحے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد ان کے تمام کھانے ہیں اور یہ حکم تمام نصاری کے لئے برابر ہے۔

طعام سے مراد

آیاتِ مذکورہ بالا کے تحت اَئمہ نے بحث کی ہے کہ آیا طعام سے مراد عام کھانے ہیں یا محض ذبیحہ۔ بہت سے اہل علم نے صرف اور صرف ذبیحہ مراد لیا ہے، تاہم بعض نے اس میں

(۱) بیضاوی، أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۲:۲۹۷

(۲) زمخشری، الکشاف، ۱:۶۰۷

اہل کتاب کے عام کھانے بھی شامل کیے ہیں، جیسا کہ مندرجہ بالا قول میں علامہ زمخشری نے موقف اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ اکثر علماء نے یہاں صرف ذبیحہ مراد لیا ہے، آیئے ذیل میں ان کے دلائل پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔

۱۔ امام نیشاپوری نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ 'طعام' سے مراد اہل کتاب کے تمام کھانے نہیں بلکہ ان کا ذبیحہ ہی ہے کیونکہ تمام کھانے تو ویسے بھی جائز ہیں۔

الأكثرون على أن المراد بالطعام الذبائح لأن ما قبل الآية في بيان الصيد والذبائح ولأن ماسوى الصيد والذبائح محللة قبل أن كانت لأهل الكتاب وبعد أن صارت لهم فلا يبقى لتخصيصها لأهل الكتاب فائدة. (۱)

اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ 'طعام' سے مراد ان کے ذبیحے ہی ہیں کیونکہ اس سے پہلی آیت شکار اور ذبائح کے بارے میں ہے اور اس لئے بھی کہ سوائے شکار اور ذبیحے کے باقی کھانے تو پہلے ہی حلال قرار دیئے گئے ہیں۔ اگر طعام سے مراد عام کھانے ہوں تو آیت مبارکہ میں اہل کتاب کو مخصوص کرنے کا کیا فائدہ رہ جاتا ہے؟

۲۔ **امام ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی** (م۳۷۵ھ) آیتِ زیر مطالعہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ يعنى ذبائح أهل الكتاب ﴿حِلٌّ لَّكُمْ﴾ يعنى حلال لكم أكله، ﴿وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ يعني ذبائحكم وطعامكم رخص لهم أكله. (۲)

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ سے مراد اہل کتاب کے ذبح کئے ہوئے جانور

---

(۱) تفسیر نیشاپوری، ۳:۱۲۵

(۲) سمرقندی، بحر العلوم، ۱:۴۱۷

ہیں اور ﴿حِلٌّ لَّكُمْ﴾ سے مراد ہے کہ ان کا تمہارے لئے کھانا حلال ہے اور ﴿وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ سے مراد تمہارے ذبح کئے ہوئے جانور ہیں جن کا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے۔

۳۔ **امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص** نے اپنی تفسیر 'احکام القرآن' میں لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابو درداء، حضرت حسن بصری، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ اور حضرت سدی جیسے تمام جلیل القدر صحابہ اور تابعین 'طعام' سے اہل کتاب کا ذبیحہ ہی مراد لیتے تھے۔

امام ابو بکر الجصاص فرماتے ہیں:

والأظهر أن يكون المراد الذبائح خاصة لأن سائر طعامهم من الخبز والزيت وسائر الأدهان لا يختلف حكمها بمن يتولاه ولا شبهة فی ذلک علی أحد سواء کان المتولی لصنعه واتخاذه مجوسيا أو کتابيا ولا خلاف فيه بين المسلمين. (۱)

آیت کا ظاہر اسی کا تقاضا کرتا کہ اس سے مراد خاص طور پر ان کے ذبائح ہوں؛ کیونکہ یہ (ان کے طعام میں داخل ہیں)۔ اس لیے کہ ان کے دوسرے تمام کھانوں مثلاً روٹی، زیتون اور دوسری روغنیات وغیرہ کے سلسلے میں ان کے تیار کرنے والوں کے لحاظ سے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا اور اس بارے میں کسی پر کوئی شک بھی نہیں ہوتا۔ خواہ یہ کھانا اس کتابی نے خود تیار کیا ہو یا کسی مجوسی یا کتابی سے تیار کرایا ہو۔ مسلمانوں کے درمیان اس سے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام جصاص مزید فرماتے ہیں:

وظاهره يقتضي ذالک لأن ذبائحهم من طعامهم ولو استعملنا اللفظ

---

(۱) جصاص، أحکام القرآن، ۳:۳۲۲

علیٰ عمومہٖ لانتظم جمیع طعامھم من الذبائح وغیرھا. (۱)

آیت کا ظاہر اس (مرادی معنی) کا تقاضا کرتا ہے اس لئے کہ اہلِ کتاب کے ذبیحے ان کے طعام میں شامل ہیں۔ اگر ہم طعام کے لفظ کو اس کے عموم پر رکھیں تو یہ اہل کتاب کے تمام کھانوں کو شامل ہوگا وہ کھانے خواہ ذبیحہ جانور پر مشتمل ہوں یا دوسری اشیاءِ خورد ونوش پر۔

امام ابوبکر جصاص کی وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ اس مقام پر طعام سے مراد اہل کتاب کا ذبیحہ ہی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب کے دیگر کھانے مثلاً روٹی، تیل، روغنیات وغیرہ کے جواز کے بارے میں تو مسلمانوں میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں، خواہ ان کھانوں کو کسی مجوسی نے تیار کیا ہو یا کسی اہل کتاب نے کیونکہ غیر مسلموں کے دیگر کھانوں کے بارے میں تو کوئی اختلاف موجود ہی نہیں، امام جصاص نے مزید وضاحت یوں کی ہے۔

فَلمّا خَصّ اللہ تعالیٰ طعام أھل الکتاب بالإباحۃ وَجَبَ أن یکونَ محمولاً علی الذّبائح الّتی یختلف حکمھا باختلاف الأدیان. (۲)

جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے 'طعام' کو خصوصیت کے ساتھ جائز قرار دیا ہے تو اب یہ ضروری ہے کہ اسے ان کے ذبیحوں پر ہی محمول کیا جائے، کیونکہ ذبیحوں کے احکام مذاہب کے مختلف ہونے سے بدل جاتے ہیں۔

امام جصاص نے اہل کتاب کے ذبیحہ کے جائز ہونے پر ایک مثال بھی پیش کی ہے۔ کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک یہودی عورت نے بکری کا پکا ہوا گوشت (یعنی گوشت کا سالن) تحفے میں بھیجا تو آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا۔

وَلَمْ یَسْأل عن ذَبِیْحَتِھَا أھِیَ من ذبیحۃ المسلم أم الیھودي. (۳)

---

(۱) جصاص، أحکام القرآن، ۳:۳۲۲

(۲) جصاص، أحکام القرآن، ۳:۳۲۲

(۳) جصاص، أحکام القرآن، ۳:۳۲۲

آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ کیا اسے مسلمان نے ذبح کیا ہے یا کسی یہودی نے۔

۴۔ **شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی بکر السرخسی الحنفی** آیت مذکورہ کے تحت صراحت سے لکھتے ہیں:

ولا بأس بصيد اليهودي والنصراني وذبيحتهما لقوله تعالى: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾، والمراد الذبائح إذ لو حمل على ما هو سواها من الأطعمة لم يكن لتخصيص أهل الكتاب بالذكر معنى، ولأنهم يدعون التوحيد. (۱)

اللہ رب العزت کے ارشاد گرامی ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ کی بناء پر یہودی اور عیسائی کے شکار اور ان کے ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آیت مذکورہ میں لفظ طعام سے مراد ان کے ذبح کئے ہوئے جانور ہیں کیونکہ اگر اس کو دیگر کھانوں پر محمول کیا جائے تو بیان کرنے میں اہل کتاب کی تخصیص کا کوئی معنی باقی نہیں رہتا۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ توحید کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۵۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی امام سرخسی کے موقف کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن همام: وهو موافق لما في رضاء مبسوط شيخ الإسلام في ذبيحة النصراني، إنه حلال مطلقاً سواء، قال: بثالث ثلثة أولا، وموافق لإطلاق الكتاب هنا. (۲)

ابن ہمام حنفی نے شیخ الاسلام امام سرخسی کی کتاب 'المبسوط' کی موافقت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر نصرانی کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ تثلیث کا قائل ہو یا نہ ہو۔ آیت مبارکہ میں ہر کتابی کے ذبیحے کو مطلقاً حلال قرار دیا گیا ہے۔ ابن ہمام اس سے بھی

(۱) سرخسی، المبسوط، ۱۱: ۲۴۶

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر المظهری، ۳: ۷۲-۷۳

موافق ہیں۔

۶۔ فقہ حنفی کے ایک اور جلیل القدر امام علاء الدین ابوبکر الکاسانی (م۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ والمرادُ منه ذبائحهم إذ لو لم يكُنْ المراد ذٰلِكَ لم يكن لِلتَّخصيص بأهل الكتابِ معنى؛ لأنّ غير الذبائح من أطعمةِ الكَفَرَةِ مأكول، وَلأنّ مطلق اسم الطعام يَقَعُ على الذّبائحِ كما يَقَعُ على غيرها، لأنّه اسم لما يَتَطَعَّمُ وَالذَّبائحِ مِمّا يَّتَطَعَّم فيدخل تحت إطلاق اسم الطعام فَيَحِلُّ لنا أَكْلُهَا ويستوي فيه أهل الحرب منهم وغيرهم لعموم الآية الكريمة. [1]

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ اس آیت میں طعام سے مراد اہل کتاب کا ذبیحہ ہے کیونکہ اگر یہاں طعام سے مراد ذبیحہ نہ ہوتو اس کو اَہلِ کتاب کے ساتھ مختص کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے کہ ذبیحہ کے سوا کافروں کے دیگر کھانے حلال ہیں۔ نیز جب طعام کا لفظ مطلق (یعنی بغیر کسی قید کے) ہوتو اس کا اطلاق ذبائح پر ہوتا ہے اور دیگر کھانے پینے کی اشیاء بھی اس میں شامل ہوتی ہیں۔ لہٰذا طعام ان سب اشیاء کو کہتے ہیں جو کھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ذبیحہ بھی لفظِ طعام کے اطلاق میں داخل ہوتا ہے۔ لہٰذا مطلق لفظ ’طعام‘ کے تحت سب (حلال) کھانے شامل ہوں گے تو ان سب کا کھانا جائز ہوگا۔ اس میں حربی و غیر حربی اہلِ کتاب سب شامل ہوں گے کیونکہ اس آیت کریمہ کے حکم میں عمومیت پائی جاتی ہے۔

۲۔ عربی و عجمی اور حربی و غیر حربی اَہلِ کتاب کا ذبیحہ

اب کتب فقہ میں ایک اور سوال زیر بحث آیا ہے کہ کیا ذبیحہ صرف عرب اہل کتاب کا

(۱) الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۶:۲

جائز ہو گا یا تمام دیگر ممالک کے اہل کتاب بھی اس حکم میں شامل ہیں؟

۱۔ امام ابوبکر جصاص، امام اعظمؒ اور صاحبین کا یہ قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد وزفر: من كان يهوديا أونصرانيا من العرب والعجم، فذبيحته مذكاة.(۱)

پس امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد اور زفر سب کا موقف یہ ہے کہ عرب و عجم کے ہر یہودی اور عیسائی کا ذبیحہ حلال ہے۔

۲۔ فقہ حنفی کے نامور فقیہ امام **برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر المرغینانی** (م ۵۹۳ھ) اپنی کتاب الھدایۃ میں اہل کتاب کو بربنائے دعویٰ ملتِ توحید میں شامل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے:

أَن يَّكُونَ الذَّابِحُ صَاحِبَ مِلَّةِ التَّوْحِيدِ إِمَّا اعْتِقَادًا كَالْمُسْلِمِ أَوْ دَعْوَى كَالْكِتَابِيِّ. ...... قَالَ (وَذَبِيحَةُ الْمُسْلِمِ وَالْكِتَابِيِّ حَلَالٌ) لِمَا تَلَوْنَا؛ وَلِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾. ...... وَإِطْلَاقُ الْكِتَابِيِّ يَنْتَظِمُ الْكِتَابِيَّ وَالذِّمِّيَّ وَالْحَرْبِيَّ وَالْعَرَبِيَّ وَالتَّغْلِبِيَّ، لِأَنَّ الشَّرْطَ قِيَامُ الْمِلَّةِ عَلَى مَا مَرَّ.(۲)

ذبح کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ ذبح کرنے والا ملتِ توحید سے ہو خواہ اِعتقاداً ہو جیسے مسلمان یا دعویً ہو جیسے یہودی اور نصرانی۔ ...... اور مسلم (کی طرح) کتابی کا ذبیحہ بھی اس آیت کی دلیل کی بنا پر حلال ہے جو ہم نے تلاوت کی: ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾۔ ...... اور کتابی کا لفظ مطلقاً سب قسم کے کتابیوں کو شامل ہے خواہ اِسلام کی عمل داری میں ذِمّی ہو کر رہ رہے ہوں یا خود مختار حربی کے طور پر،

---

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۳:۳۲۲

(۲) مرغيناني، الهداية، كتاب الذبائح، ۴:۳۴۰

خواہ عربی ہو، یا تغلبی ہو اس لیے کہ شرط مذکور صرف یہ ہے کہ ملتِ (توحید) پر قائم ہو (اور اس پر یہ سب لوگ قائم ہیں)۔

۳۔ کنیسہ (چرچ) کے چڑھاوے کا ذبیحہ

جیسا کہ اوپر مفسرین کے اقوال سے ظاہر ہوگیا کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے پر ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ اہلِ کتاب کی عبادت گاہوں میں چڑھاوے کے طور پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کے جواز پر آراء مختلف ہیں۔

۱۔ امام ابوبکر الجصاص اِس بارے میں فرماتے ہیں:

وقال مالك: ما ذبحوه لكنائسهم أكره أكله. ...... وقال الأوزاعي: إذا سمعته يرسل كلبه باسم المسيح أكل. وقال فيما ذبح أهل الكتابين لكنائسهم وأعيادهم كان مكحول لا يرى به بأسا. ويقول: هذه كانت ذبائحهم قبل نزول القرآن، ثم أحلها الله تعالى فى كتابه وهو قول الليث بن سعد. (۱)

امام مالک کا موقف ہے کہ جو جانور انہوں نے اپنے کلیساؤں کے لیے ذبح کیا میں اس کا کھانا مکروہ سمجھتا ہوں۔ ...... امام اوزاعی فرماتے ہیں: اگر میں کسی نصرانی کو شکار پر اپنا کتا چھوڑتے وقت مسیح علیہ السلام کا نام لیتے ہوئے سن لوں تب بھی وہ شکار میں کھالوں گا۔ اہل کتاب اپنی عبادت گاہوں کے لیے اور عید کے مواقع پر جو جانور ذبح کرتے ہیں ان سے متعلق امام اوزاعی کا قول ہے کہ امام مکحول التابعی اسے کھا لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ مکحول کہا کرتے تھے کہ نزولِ قرآن سے پہلے اہل کتاب کے یہی ذبائح ہوا کرتے تھے، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انہیں حلال قرار دیا۔ امام لیث بن سعد کا بھی یہی قول ہے۔

---

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۳:۳۲۲

۲۔ امام سحنون بن سعید التنوخی (م ۲۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا:

أَرَأَيْتَ مَا ذَبَحُوا لِأَعْيَادِهِمْ وَكَنَائِسِهِمْ أَيُؤْكَلُ؟ قَالَ مَالِكٌ: أَكْرَهُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ. (۱)

آپ کی اس ذبیحہ کے بارے کیا رائے ہے جو اہل کتاب اپنی عیدوں پر اور کلیساؤں میں ذبح کرتے ہیں، کیا وہ کھا لیا جائے؟ امام مالک نے فرمایا: میں اسے خود کھانا پسند نہیں کرتا لیکن میں اسے حرام قرار نہیں دیتا۔

۴۔ ذبح کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لینے پر ذبیحہ کی حلّت یا عدمِ حلّت کا مسئلہ

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کے جائز اور حلال ہونے پر تمام صحابہ و تابعین اور ائمہ سلف و خلف کا اجماع ہے۔ حتی کہ اگر ذبح کے وقت کسی عیسائی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے لیا تو اس پر بعض ائمہ نے اختلاف کیا ہے، لیکن اکثر ائمہ فقہ اس ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے عقائد، اعمال اور جانور ذبح کرنے کی روش اور شعار سے آگاہ ہونے کے باوجود ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا ہے تو ہمیں اس سے غرض نہیں کہ وہ ذبح کرتے وقت کس کا نام لیتے ہیں۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ امام شعبی اور امام عطاء سے نصرانی کے اس ذبیحہ کے بارے میں پوچھا گیا جس پہ حضرت عیسیٰ کا نام لیا گیا تھا۔

قالا: يَحِلُّ، فإنّ الله تعالى قد أَحَلَّ ذبائحهم وهو يعلم ما يقولون. وقال الحسن: إذا ذبح اليهودي أو النصراني فذكر اسم غير الله تعالىٰ وأنت تَسمَعُ فلا تأكل، وإذا غاب عنك فَكُلْ، فقد أَحلّ اللهَ لَكَ. (۲)

(۱) مالك بن أنس، المدونة الكبرى، ۲: ۱۷۴

(۲) قاضی ثناء الله، تفسير المظهری، ۳: ۷

امام شعبی اور عطا نے فرمایا: (مسیح کا ذبح کے وقت نام لینے والے کا) ذبیحہ حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے ذبائح کو حلال قرار دیا ہے جبکہ وہ خوب جانتا ہے کہ عیسائی (ذبح کے وقت) کیا کہتے ہیں۔ اسی طرح امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی یہودی یا عیسائی ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے اور تم سن رہے ہو تو (احتیاطاً) اسے نہ کھاؤ اور اگر تمہاری عدم موجودگی میں ذبح کیا گیا ہو تو پھر کھالو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لئے حلال قرار دیا ہے۔

۲۔ یہاں پر امام بخاری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ایک حدیث لائے ہیں:

قالوا: یا رسول الله، إن هنا أقواماً حديثا عهدهم بشرک يأتوننا بلحمان لا ندري يذكرون اسم الله عليها أم لا. قال: اذكروا أنتم اسم الله وكلوا، أنأكل منها؟ فقال رسول الله ﷺ: سموا الله فكلوا. (۱)

صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! لوگوں کو ابھی شرک چھوڑے زیادہ عرصہ نہیں گزرا وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ اس پر انہوں نے اللہ کا نام لیا یا نہیں۔ کیا ہم اس سے کھالیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس پر اللہ کا نام لو اور کھالو۔

۳۔ **امام علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی** اپنی کتاب **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** میں لکھتے ہیں:

إِنَّمَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ الْكِتَابِيِّ إِذَا لَمْ يُشْهَدْ ذَبْحُهُ وَلَمْ يُسْمَعْ مِنْهُ شَيْءٌ أَوْ سُمِعَ وَشُهِدَ مِنْهُ تَسْمِيَةُ اللهِ تَعَالٰی وَحْدَهُ؛ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا يُحْمَلُ عَلٰی أَنَّهُ قَدْ سَمَّى اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَجَرَّدَ التَّسْمِيَةَ تَحْسِينًا

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب السؤال بأسماء الله، ٦:٢٦٩٢، رقم:٦٩٦٣

لِلظَّنِّ بِهِ كَمَا بِالْمُسْلِمِ، وَلَوْ سُمِعَ مِنْهُ ذِكْرُ اسْمِ اللهِ تَعَالَى لَكِنَّهُ عَنٰى بِاللهِ ﷻ الْمَسِيحَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، قَالُوا: تُؤْكَلُ؛ لِأَنَّهُ أَظْهَرَ تَسْمِيَةً هِيَ تَسْمِيَةُ الْمُسْلِمِينَ. (۱)

کتابی کا ذبیحہ اس صورت میں کھایا جاسکتا ہے کہ جب کوئی مسلمان وہاں موجود نہ ہو اور نہ ہی اس نے اس کی زبان سے کچھ سنا ہو۔ اور اگر سنا ہو تو اس نے اسے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے پایا ہو۔ اس لئے کہ اگر اس نے اس سے کچھ نہیں سنا تو اسے اس کے ساتھ حسن ظن کی بناء پر اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس نے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہے جیسے کہ مسلمان کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ اگر کسی نے اس سے اللہ کا نام سنا لیکن اس سے اس کی مراد حضرت عیسیٰ ؑ تھے تو بھی فقہاء کہتے ہیں کہ اسے کھالیا جائے (وہ حلال ہوگا)، اس لئے کہ اس نے ظاہری طور پر خدا ہی کا نام لیا اور یہی مسلمانوں کا تسمیہ (یعنی تکبیر) ہے۔

۴۔ امام ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی مالکی (م۵۴۳ھ) لکھتے ہیں:

أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ ذَبَائِحُهُمْ، وَقَدْ أَذِنَ اللهُ سُبْحَانَهُ فِي طَعَامِهِمْ: قَالَ لِي شَيْخُنَا الْإِمَامُ الزَّاهِدُ أَبُو الْفَتْحِ نَصْرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ النَّابُلُسِيُّ فِي ذٰلِكَ كَلَامًا كَثِيرًا، لُبَابُهُ: أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ قَدْ أَذِنَ فِي طَعَامِهِمْ، وَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُمْ يُسَمُّونَ غَيْرَهُ عَلَى ذَبَائِحِهِمْ، وَلٰكِنَّهُمْ لَمَّا تَمَسَّكُوا بِكِتَابِ اللهِ وَعَلِقُوا بِذَيْلِ نَبِيٍّ جُعِلَتْ لَهُمْ حُرْمَةٌ عَلٰى أَهْلِ الْأَنْصَابِ.

وَقَدْ قَالَ مَالِكٌ: تُؤْكَلُ ذَبَائِحُهُمُ الْمُطْلَقَةُ إِلَّا مَا ذَبَحُوا يَوْمَ عِيدِهِمْ أَوْ لِأَنْصَابِهِمْ. (۲)

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۶: ۲۲۹-۲۳۰

(۲) ابن العربی، أحکام القرآن، ۲: ۴۲

بے شک اس (طعام) سے مراد ان کے ذبح کئے ہوئے جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے طعام کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ ہمارے شیخ زاہد امام ابو الفتح نصر بن ابراہیم نابلسی نے میرے ساتھ اس معاملے میں تفصیل سے گفتگو فرمائی جس کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان (اہل کتاب) کے طعام کے بارے میں اجازت مرحمت فرمائی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ (اہل کتاب) اپنے ذبیحے پر ذبح کے وقت اس کے غیر کا نام لیتے ہیں لیکن جب انہوں نے اللہ کی کتاب کے ساتھ تمسک اختیار کیا اور ایک نبی کے دامن سے وابستہ ہو گئے تو ان کے لئے بت پرستوں کے مقابلے میں حرمت وعزت بنا دی گئی۔

اور امام مالک نے فرمایا ہے: مطلقاً ان کے ذبح کئے ہوئے جانور کھائے جائیں گے سوائے ان جانوروں کے جو انہوں نے اپنی عید کے دن ذبح کئے یا خصوصاً اپنے بتوں کے لئے ذبح کئے۔

امام ابن العربی نے مزید لکھا ہے:

وَقَالَ جَمَاعَةُ الْعُلَمَاءِ: تُؤْكَلُ ذَبَائِحُهُمْ وَإِنْ ذَكَرُوا عَلَيْهَا اسْمَ غَيْرِ الْمَسِيحِ، وَهِيَ مَسْأَلَةٌ حَسَنَةٌ نَذْكُرُ لَكُمْ مِنْهَا قَوْلًا بَدِيعًا: وَذٰلِكَ أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ حَرَّمَ مَا لَمْ يُسَمَّ اللهُ عَلَيْهِ مِنَ الذَّبَائِحِ، وَأَذِنَ فِي طَعَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَهُمْ يَقُولُونَ: (إِنَّ) اللهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ، وَإِنَّهُ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ. تَعَالَى اللهُ عَنْ قَوْلِهِمْ عُلُوًّا كَبِيرًا.

فَإِنْ لَمْ يَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ سُبْحَانَهُ أُكِلَ طَعَامُهُمْ، وَإِنْ ذَكَرُوا فَقَدْ عَلِمَ رَبُّكَ مَا ذَكَرُوا، وَأَنَّهُ غَيْرُ الْإِلٰهِ، وَقَدْ سَمَحَ فِيهِ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُخَالَفَ أَمْرُ اللهِ، وَلَا يُقْبَلُ عَلَيْهِ، وَلَا تُضْرَبُ الْأَمْثَالُ لَهُ.

وَقَدْ قُلْتُ لِشَيْخِنَا أَبِي الْفَتْحِ الْمَقْدِسِيِّ: إِنَّهُمْ يَذْكُرُونَ غَيْرَ اللهِ. فَقَالَ

لِي: هُمْ مِنْ آبائِهِمْ، وَقَدْ جعَلَهُمُ اللهُ تبَعًا لِمَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ مَعَ عِلْمِهِ بِحَالِهِمْ.(۱)

اور علماء کی اکثریت نے فرمایا: ان کے ذبیحے کھائے جائیں گے اگرچہ وہ ذبح کے وقت ان پر مسیح کے علاوہ کسی اور کا نام لیں۔ اور یہ بہت عمدہ مسئلہ ہے جس کے بارے میں ہم آپ کے لئے ایک نئی اور نفیس بات بیان کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جانوروں میں جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو تو حرام قرار دے دیا جبکہ اہل کتاب کے ذبیحہ کی اجازت دے دی، حالانکہ وہ (اہل کتاب) کہتے ہیں: 'بے شک اللہ مسیح بن مریم ہی ہے اور بے شک وہ تین میں سے تیسرا ہے'۔ بے شک اللہ ﷻ ان کے اس قول سے بہت بلند و برتر اور پاک ہے۔

پس اگر وہ اللہ ﷻ کا نام نہ لیں تب بھی ان کا ذبیحہ کھا لیا جائے اور اگر وہ (ذبح کے وقت کوئی) نام لیں، تب بھی کھا لیا جائے کیونکہ تمہارا رب جانتا ہے انہوں نے کیا نام لیا ہے اور وہ یقیناً غیر اللہ کا نام ہوگا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا ہے (اور اس کے کھانے کی اجازت دے دی ہے)۔ لہٰذا مناسب نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کی مخالفت کی جائے، اس کے حکم الٰہی کی مخالفت میں کچھ قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس مسئلہ کے لئے دیگر مثالیں یا نظائر بیان کئے جائیں گے۔

میں نے اپنے شیخ ابو الفتح المقدسی سے کہا: یقیناً وہ لوگ تو ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیتے ہیں؟ انہوں نے مجھے فرمایا: وہ لوگ اپنے آباء و اجداد سے ایسا کرتے آ رہے ہیں اور اللہ نے انہیں اپنے ماقبل لوگوں کے تابع ہی شمار کیا ہے اور وہ ان کے احوال سے خوب آ گاہ ہے۔ (پھر بھی اس نے حلّت کا حکم دیا ہے۔)

۵۔ برصغیر میں فقہ حنفی کی معروف دستاویز **'فتاوی عالمگیری'** میں نہایت اختصار اور جامعیت

(۱) ابن العربی، أحكام القرآن، ۲:۴۲

کے ساتھ درج ہے:

لابأس بطعام اليهود و النصارى كُله من الذبائح وغيرها و يسوي الجواب بين أن يكون اليهود و النصارى من أهل الحرب أو من غير أهل الحرب.(۱)

یہود و نصاریٰ کے تمام طعام خواہ ذبیحے ہوں یا دوسرے کھانے سب جائز ہیں اور اس حلت میں کوئی فرق نہیں خواہ یہود و نصاریٰ اہل حرب ہوں یا غیر اہل حرب۔

۶۔ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان '**العطايا النبوية فى الفتاوىٰ الرضوية**' میں موضوعِ زیر بحث سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اور اہل کتاب (یہودی یا عیسائی) اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا اگرچہ وہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرے۔ ...... اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو ظاہری الفاظ کے اعتبار پر وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور غیر لفظ کا اعتبار نہ ہوگا۔ (فتاویٰ) ہندیہ میں فرمایا: بدائع میں ہے کہ اگر کتابی عیسائی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سنا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ سے مراد مسیح علیہ السلام کو لیا تو فقہاء نے فرمایا کہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا جب تک کہ صریح الفاظ میں یوں نہ کہے: اللہ کے نام سے جو تین میں سے تیسرا ہے۔

اس میں نکتہ خاص یہ ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ عیسائی و کتابی خالص اللہ تعالیٰ کا نام لینے اور مراد مسیح علیہ السلام لینے پر کتابی ہونے سے باہر نہ ہوگا، لہٰذا اس کا ذبیحہ حلال ہے جس طرح مشرک خالص اللہ تعالیٰ اور اسی کا تقرب مراد لینے سے شرک سے باہر نہ ہوگا، لہٰذا اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔(۲)

---

(۱) عالمگیری، الفتاوى الهندية، ۵:۳۴۷

(۲) احمد رضا خان، فتاوى رضويه، ۲۰: ۲۲۹-۲۳۰

نیز یہ سوال - جو اکثر کتب دینیہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ درست ہے تو آج کل کے یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ بھی درست ہے یا نہیں؟ - کے جواب میں اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

شک نہیں کہ نصاریٰ الوہیت و ابنیت عبد اللہ وابن امتہ، سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام کی صاف تصریح کرتے ہیں۔ جو نصاریٰ ایسے ہیں اور یونہی وہ یہود کہ ابنیت عبد اللہ عزیر علیہ السلام مانیں ان کا ذبیحہ حلال ہونے میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے۔ جمہور مشائخ جانب حرمت گئے اور کہا گیا کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بکثرت محققین تحقیق جواز فرماتے ہیں کہ یہی ظاہر الروایۃ اور یہی من حیث الدلیل ہے۔[1]

۵۔ غیر اہلِ کتاب کا اللہ کا نام لینے کے باوجود ذبیحہ حرام

زیر بحث موضوع کے تحت فقہاء نے جہاں اہلِ کتاب کے ذبیحہ کو مندرجہ بالا صورتوں میں حلال قرار دیا ہے وہاں یہ بحث بھی کی گئی ہے کہ غیر اہلِ کتاب مثلاً مشرکین، مجوسی، صابی وغیرہم کا ذبیحہ، باوجود اس کے کہ وہ ذبح کرتے ہوئے اس پر اللہ کا نام لیں، حرام ہے۔ فقہ شافعی کے بانی امام محمد بن ادریس شافعی خود فرماتے ہیں:

من دان دين اليهود والنصارى من الصابئين والسامرة أكلت ذبيحته وحل نساؤه ...... وقال لا تؤكل ذبيحة المجوسي وإن سمى الله عليها.[2]

صابئین اور سامرہ میں سے جس نے یہود اور نصاریٰ کے دین کو اختیار کر لیا اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا اور اس کی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی حلال ہو گا...... اور امام شافعی نے فرمایا: مجوسی کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اگرچہ وہ اس پر اللہ کا نام بھی لے۔

---

(۱) فتاوی رضویه، ۲۰: ۲۴۶

(۲) شافعی، الأم، ۴: ۲۷۲-۲۷۳

اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے مابین احکامات میں فرق پر یہ ایسی واضح دلیل ہے جس کے بعد کسی تفصیلی بحث کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

۶۔ عقیدۂ تثلیث کے باوجود ذبیحۂ اہلِ کتاب کی حلّت میں حکمت

پہلے باب میں آیاتِ قرآنی کی روشنی میں ہم نے تفصیلاً ذکر کر دیا ہے کہ مذہبِ عیسائیت میں عقیدۂ تثلیث کے قائلین موجود ہیں، نصاریٰ میں یہ بدعقیدگی نزولِ قرآن کے وقت بھی تھی۔ اہلِ کتاب کو خطاب کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ. (۱)

اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں حد سے زائد نہ بڑھو اور اللہ کی شان میں سچ کے سوا کچھ نہ کہو، حقیقت صرف یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ ابنِ مریم (علیہ السلام) اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جسے اس نے مریم کی طرف پہنچا دیا اور اس (کی طرف) سے ایک روح ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ (معبود) تین ہیں۔

اس عقیدہ تثلیث کے باوجود قرآن نے ان کے ذبیحہ کو مسلمانوں کے لیے حلال قرار دیا (جس پر تفصیلی گفتگو گزشتہ صفحات میں درج ہو چکی ہے)۔ عقیدۂ تثلیث کے باوجود اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال ہوتا ہے جبکہ مشرکین اور مجوس کا حرام۔ اگرچہ وہ اللہ کا نام بھی کیوں نہ بلند کرتے ہوں۔ جلیل القدر ائمہِ اسلام نے اس نقطۂ نگاہ سے بھی اہلِ کتاب کے ذبیحہ کی حلت پر شرعی حوالے سے روشنی ڈالی ہے۔

---

(۱) النساء، ۴: ۱۷۱

اہلِ سنت و جماعت کے ماتریدی مکتبِ فکر کے بانی امام ابو منصور الماتریدی نے تفسیر تأویلات أهل السنة میں لکھا ہے:

حل الذبائح شرعي، وليس للمجوس كتاب آمنوا به؛ فتحل ذبائحهم، وأما أهل الكتاب، فإنهم آمنوا بما في الكتاب، حله وحرمته، لذلک افترقا.(۱)

مذبوحہ جانوروں کا حلال ہونا شرعی معاملہ ہے اور مجوسیوں کے ہاں کوئی کتاب نہیں جس پر وہ ایمان لاتے تاکہ ان کے ذبیحے حلال قرار پائیں۔ رہے اہلِ کتاب! تو وہ اس کتاب میں حلت و حرمت کے اعتبار سے جو کچھ ہے اس پر ایمان لائے، اس لئے اہلِ کتاب اور مجوس ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

یہ وہ بنیادی فرق ہے جو اہلِ کتاب اور دیگر غیر مسلموں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ یہود تورات پر اور عیسائی انجیل پر ایمان لائے لہٰذا اس کتابِ الٰہی کے احکام پر ایمان لانے کی نسبت سے اہلِ کتاب کا ذبیحہ عقیدۂ تثلیث رکھنے کے باوجود حلال ہے جبکہ کسی بھی کتابِ الٰہی پر ایمان کی محرومی کے باعث مشرکین و مجوس کا ذبیحہ حرام ہے۔

۷۔ کتابی اور غیر کتابی والدین کے بچے کا ذبیحہ

جیسا کہ ہم گزشتہ باب میں بھی امام کاسانی اور دیگر ائمہ کی تصریحات کی روشنی میں ذکر کر چکے ہیں کہ فقہائے اسلام کے مطابق ایسا بچہ جس کے والدین میں ایک اہل کتاب ہو اور دوسرا غیر اہل کتاب (مجوسی، صابی وغیرہ) ہو تو اس کا ذبیحہ بھی حلال ہوگا جیسا کہ **امام کاسانی** نے 'بدائع الصنائع' میں لکھا ہے:

المولود بين كتابى وغير كتابى تُؤكَلُ ذبيحتُهُ أيهما كان الكتابى، الأب أو الأم؛ عندنا. وقال مالک: يُعتَبر الأب فإن كان كتابياً تؤكَلُ

(۱) ماتریدی، تأويلات أهل السنة، ۳:۴۶۲

وإِلَّا فَلَا والصحيح قولنا لِأَنّ جَعْلَ الولدِ تبعاً لِكتابيٍّ منهما أولٰى، وإنه، خير هُما ديناً بالنسبة فكان باتباعه إياه أَوْلٰى. (۱)

کتابی اور غیر کتابی والدین کے بچے کا ذبیحہ حلال ہوگا خواہ ماں باپ میں سے کوئی بھی کتابی ہو۔ یہ ہمارا (احناف کا) مسلک ہے۔ اور امام مالک نے فرمایا: اگر باپ اہل کتاب میں سے ہے تو حلال ہوگا ورنہ نہیں۔ اس بارے میں ہمارا قول زیادہ درست ہے کیونکہ بچے کو ان دونوں میں سے اہل کتاب (ماں یا باپ) کے تابع قرار دینا بہتر ہے اس لئے کہ دوسرے کے دین کی نسبت اس کا دین بہتر ہے۔ چنانچہ بچے کو نسبتاً بہتر دین والے (یعنی اہل کتاب) کا متبع سمجھنا زیادہ بہتر ہے۔

۸۔ غیر کتابی کے ذبیحہ کا حکم

اسلام کے بعد دنیا میں صرف دو مذاہب اہل کتاب میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ○ (۲)

اور یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے سو (اب) تم اس کی پیروی کیا کرو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ (قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ تم کہیں یہ (نہ) کہو کہ بس (آسمانی) کتاب تو ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر اتاری گئی تھی اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے○

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۶: ۲۲۹

(۲) الانعام، ۶: ۱۵۵-۱۵۶

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب صرف دو گروہ ہیں۔ اگر مجوس یا دیگر کوئی اور مذہب اہل کتاب میں سے ہوتا تو اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ (کتاب دو گروہوں میں نازل کی گئی) نہ کہا جاتا۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ باقی تمام مذاہب غیر کتابی ہیں۔ لہذا ان کے ذبیحے وغیرہ کے احکام کتابیوں کے احکام سے مختلف ہیں ان غیر کتابی مذاھب میں مجوسی، صابی اور وثنی (بت پرست مشرک) شامل ہیں۔ ان تمام غیر کتابی مذاھب کا ذبیحہ شریعت اسلامیہ میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ **امام ابن قدامہ** کے مطابق جس آیت سے اہل کتاب کے ذبیحے کا جواز ثابت ہے، اسی سے دیگر مذاھب کے ذبیحہ کی تحریم بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ فمفهومه تحريم طعام غيرهم من الكفار، ولأنهم لا كتاب لهم، فلم تحل ذبائحهم كأهل الأوثان. (۱)

فرمان الٰہی ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ 'اور ان لوگوں کا ذبیحہ (بھی) جنہیں کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے' اسی سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ اہلِ کتاب کے علاوہ دوسرے کفار کا ذبیحہ حرام ہے کیونکہ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب نہیں۔ اس لئے ان کا ذبیحہ بھی بت پرستوں کے ذبیحے کی طرح حرام ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات میں مجوسیوں کے ذبیحے کے حرام ہونے کا واضح حکم ملتا ہے۔

۲۔ امام حسن بن محمد سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہجر کے مجوس کی طرف لکھا۔

أدعوكم إلى شهادة أن لا إله إلا الله وإني رسول الله. فإن أسلمتم فلكم ما لنا وعليكم ما علينا، ومن أبى فعليه الجزية، غير آكلي ذبائحهم ولا ناكحي نسائهم. (۲)

---

(۱) ابن قدامة، المغنی، ۱۲: ۴۵

(۲) الما تریدی، تاویلات اهل السنة، ۳: ۴۶۵

میں تمہیں اس امر کی شہادت کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، اگر تم میری دعوت کو قبول کر لو تو تمہارے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے ہیں اور تمہارے وہی فرائض ہوں گے جو ہمارے ہیں۔ جس نے انکار کیا تو اس پر جزیہ ہوگا، ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اور نہ ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جائے گا۔

۳۔ **امام احمد بن حنبل** نے اپنی سند سے قیس بن سکن الاسدی سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنكم نزلتم بفارس من النبط، فإذا اشتريتم لحماً، فإن كان من يهوديٍّ أو نصرانيٍّ فكلوا، وإن كانت ذبيحة مجوسي فلا تأكلوا، ولأن كفرهم مع كونهم غير أهل كتاب، يقتضي تحريم ذبائحهم ونسائهم.(۱)

تمہیں ایران میں نبطیوں کے ہاں ٹھہرنا ہے۔ جب تم (وہاں) گوشت خریدو گے، اگر وہ گوشت یہودی یا عیسائی (کے ذبیحے) کا ہو تو اسے کھا لو اور اگر مجوسی کا ذبیحہ ہو تو مت کھاؤ۔ کیونکہ ان کا کفر ان کے اَہلِ کتاب نہ ہونے کے باعث ان کے ذبائح اور ان کی عورتوں کے حرام ہونے کا متقاضی ہے۔

علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ حکم اس لئے ہے کہ وہ مجوسی کافر بھی ہیں اور اہل کتاب بھی نہیں۔ اس لئے دیگر تمام غیر کتابی کفار کی طرح ان کا ذبیحہ بھی حرام ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح بھی جائز نہیں۔

۴۔ **مُلّا علی القاری** (م۱۰۱۴ھ) مجوسِ ہجر کی طرف حضور ﷺ کے مکتوب گرامی کا حوالہ دینے کے بعد غیر کتابی کو مِلّت توحید سے باہر شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) ابن قدامة، المغني، كتاب الصيد و الذبائح (سألة لا يؤكل صدى المجوسي و ذبيحة إلا ما كان من حوت فإنه لاذكاة له) ۸:۵۷۰

ولأنّه لا يدّعى التوحيد فانعدمت منه الملّة اعتقاداً، كما فى المسلم، ودعوىً، كما فى الكتابى، وأمّا الوثنى فلأنه مثل المجوسىّ فى عدم دعوى التوحيد.(۱)

مجوسی کے ذبیحہ کا حلال نہ ہونا اور مجوسی عورت کے ساتھ نکاح کا عدمِ جواز اِس وجہ سے ہے کہ مجوسی توحید کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اس وجہ سے مجوسی اعتقادی طور پر ملت توحید سے خارج ہوا جس طرح کہ مسلمان ملت توحید میں ہیں، اور دعوی کے طور پر بھی ملتِ توحید سے خارج ہوگیا جیسا کہ وہ اہل کتاب دعوی کے لحاظ سے ملتِ توحید میں ہیں(گویا مجوسی دونوں جہتوں سے ملتِ توحید سے خارج ہوا) اور رہے بت پرست تو مجوسیوں کی طرح وہ بھی دعویٔ توحید نہیں کرتے (اس لئے وہ بھی ملت توحید سے خارج ہیں)۔

۹۔ مرتد کے ذبیحہ کا حکم

علماء نے مرتد کا ذبیحہ محض اس وجہ سے حرام قرار دیا ہے کیونکہ وہ ملتِ توحید پر نہیں۔

ملا علی القاری فرماتے ہیں:

(ولا مرتداً) لأنه لا ملة له إذ لا يقر على ما انتقل إليه، ولهذا لا يجوز نكاحه بخلاف اليهودي إذا تنصّر، والنصراني إذا تهوّد، والمجوسي إذا تنصّر أو تهوّد، فإنه يقر على ما انتقل إليه عندنا، فيعتبر ما هو عليه عند الذبح ولو تمجّس اليهودي أو النصراني لا تحلّ ذكاته لأنه لا يقرّ على ذلك.(۲)

---

(۱) ملا على قارى، فتح باب العناية فى شرح كتاب النقاية فى الفقه الحنفى، ۳: ۱۴۰

(۲) ملا على قارى، فتح باب العناية فى شرح كتاب النقاية فى الفقه الحنفى، ۳: ۱۴۰-۱۴۱

اسی طرح شرط ہے کہ ذبح کرنے والا مرتد بھی نہ ہو اس لئے کہ وہ ملت توحید پر نہیں، کیونکہ وہ مرتد ہو کر جس (عقیدہ و مذہب) کی طرف منتقل ہوا ہے وہاں ملت کا اقرار نہیں ہے۔ اس لئے اس کا نکاح بھی جائز نہیں، بخلاف یہودی کے کہ اگر وہ نصرانی ہو جائے اور اسی طرح بخلاف نصرانی کے کہ اگر وہ یہودیت اختیار کر لے (تو دونوں کے لئے حکم میں کوئی فرق نہیں آئے گا یعنی ان کا ذبیحہ اور نکاح دونوں حلال رہیں گے۔ کیونکہ وہ ملت سے ملت ہی کی طرف منتقل ہوتے ہیں) نیز مجوسی اگر نصرانی ہو جائے یا یہودی بن جائے تو وہ جس طرف اب منتقل ہوا ہے ہمارے نزدیک ان کے ہاں ملت توحید کا اقرار کیا جاتا ہے (اس لئے اب اس کا ذبیحہ حلال ہوگا) کیونکہ ذبح کے وقت وہ جس ملت پر ہے اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر یہودی یا نصرانی اپنا مذہب بدل کر مجوسی ہو جائے تو اب اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کو ملت توحید پر قرار نہیں دیا جاتا۔

۱۰۔ صابی کے ذبیحہ کا حکم

صابی کون لوگ تھے؟ امام سمرقندی، بحر العلوم میں لکھتے ہیں۔

وأما الصابی، فهو من صبا يصبوا، إذا مال ويقال: من صبأ يصبأ إذا رفع رأسه إلى السماء لأنهم يعبدون الملائكة.

صابی صبَا یصبوا سے مشتق ہے۔ جب وہ (دوسرے دین کی طرف) مائل ہو جائے اور کہا جاتا ہے کہ اس لفظ کا اشتقاق 'صَبَأَ یَصْبَأُ' سے ہے یعنی جب کوئی اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھائے (اور یہ اس لئے کہ) وہ ملائکۃ کی عبادت کیا کرتے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صابی آسمان کی طرف، ستارہ پرستی کے لئے منہ اٹھاتے تھے اور یہ لوگ بعض ستاروں کی تعظیم اور عبادت کرتے تھے۔

صابئین کا ایک گروہ ایسا بھی تھا، جو زبور اور انجیل کی تلاوت کرتا اور کئی معاملات میں

یہود و نصاریٰ کی مذہبی تعلیمات کی پیروی کرتا تھا چنانچہ ان کے ان احوال کے پیشِ نظر امام ابو حنیفہ نے ان کو اہل کتاب میں شمار کیا اور ذبیحہ اور نکاح کے معاملہ میں ان کے لئے اھل کتاب کا حکم صادر فرمایا۔

☆ **امام ابو اللیث سمرقندی** لکھتے ہیں:

واختلف العلماء فی حکم الصابئین: قال بعضهم: حکمهم کحکم أهل الکتاب فی أکل ذبائحهم ومناکحة نسائهم؛ وهو قول أبی حنیفة ﷺ. لأنهم قوم بین النصرانیة والیهودیة یقرؤن الزبور. وقال بعضهم: هم بمنزلة المجوس، لا یجوز أکل ذبائحهم ولا مناکحة نسائهم. وهو قول أبی یوسف ومحمد رحمهما الله، لأنهم یعبدون الملائکة؛ صار حکمهم کحکم عبدة النیران. [1]

صابئین کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ ان کا حکم ذبیحہ اور نکاح کے معاملہ میں اہلِ کتاب جیسا ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ لوگ نصرانیت اور یہودیت کے بین بین ہیں اور زبور کی تلاوت کرتے ہیں۔ بعض علماء انہیں مجوسیوں کے درجہ پر شمار کرتے ہیں کہ ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ یہ موقف امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔ یہ اس لئے کہ صابئین ملائکہ کی پوجا کرتے ہیں، اس لئے یہ آتش پرستوں کے حکم میں ہیں۔

۱۱۔ مجوسی کے ذبیحہ کا حکم

گزشتہ صفحات میں مجوسی کے ذبیحہ کا حکم ضمناً زیر بحث آ چکا ہے۔ یہاں اس پر مزید تفصیلات درج کی جا رہی ہیں:

(۱) سمرقندی، بحر العلوم، ۱: ۱۲۵

☆ **امام ابوبکر جصاص حنفی فرماتے ہیں:**

اختلف في المجوس فقال جَلّ السلفِ وأكثر الفقهاءِ، ليسوا أهل الكتاب. وقال آخرون: هم أهل الكتاب والقائلون بذلک شواظ. (۱)

مجوسیوں کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ سلف کا بڑا طبقہ اور فقہاء کی اکثریت نے کہا کہ یہ اہل کتاب نہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ اہل کتاب ہیں؛ لیکن یہ کہنے والے بہت قلیل ہیں۔

گزشتہ صفحات میں اہل ہجر کی طرف حضور کے مکتوب کا ذکر ہوا امام ابوبکر جصاص اسے مجوسیوں کے اہل کتاب نہ ہونے پر بطور دلیل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ويدل على أنهم ليسوا أهل كتاب أن النبي ﷺ كتب إلى صاحب الروم: يا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم. وكتب إلى كسرى ولم ينسبه إلى كتاب. وروى في قوله تعالى: ﴿الٓمٓ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ○﴾، إن المسلمين أحبوا غلبة الروم لأنهم أهل كتاب وأحبت قريش عليه فارس لأنهم جميعاً ليسوا بأهل الكتٰب. (۲)

مجوسیوں کے اہل کتاب نہ ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے شاہ روم کی طرف خط میں یہ رقم فرمایا تھا: ’اے اہل کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔‘ جبکہ شہنشاہ ایران کسریٰ کو دعوت نامہ تحریر کیا تو اس میں اسے اہل کتاب قرار نہیں دیا۔ اور روایت ہے کہ جب سورہ روم ﴿الٓمٓ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ○﴾ اتری تو مسلمانوں نے رومیوں کے غلبہ کو اس لئے پسند کیا کہ وہ اہل کتاب تھے اور اس کے برعکس قریش مکہ ایران کے غلبہ کے متمنی تھے

---

(۱) جصاص، احکام القرآن، ۳: ۳۲۶

(۲) جصاص، أحکام القرآن، ۳:۳۲۶

کیونکہ وہ سب کے سب (قریش کی طرح) اہل کتاب نہ تھے۔

خلاصہ بحث

موضوع زیر بحث پر ائمہ کے اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحے اور تمام حلال کھانے مسلمانوں کے لئے جائز ہونے پر تمام ائمہ اسلام متفق ہیں۔ صرف چند ایک کو جزوی اختلاف اس پہلو سے ہے کہ اگر وہ ذبح کے وقت مسیح ﷺ کا نام لیں اور مسلمان سن لے تو اس صورت میں ذبیحہ کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے یا ایسا کرنا بہتر ہے۔ البتہ اگر نہ سنے تو کریدنے کی بھی ضرورت نہیں حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اہلِ کتاب کے ذبیحہ کا کھانا جائز ہوگا۔

اکثر ائمہ کرام کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل کتاب کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ عند الذبح کس کا نام لیتے تھے اس کے باوجود اس نے اُن کے ذبیحہ کی مطلق حلت کا حکم دیا ہے اس لیے ہمیں اس مطلق حکم کو مقید کرنے کی ضرورت نہیں۔

گزشتہ صفحات میں امام ابوبکر الجصاص، اور امام ابن العربی نے اس مسئلہ کی بڑی عمدہ توجیہ بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ذبح کے وقت مسیح یا کسی اور کا نام لینے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ذبیحے کو جائز قرار دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی کتاب (تورات یا انجیل) پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ایک نبی (حضرت موسیٰ یا عیسیٰ ﷺ) کے دامن سے وابستہ ہوگئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بت پرستوں کے مقابلے میں ان کا امتیاز عزت افزائی کے ساتھ قائم فرمایا اور ان کے ذبیحے کو مسلمانوں کے لئے جائز قرار دیا۔ ان کے الفاظ ہیں:

لَمّا تمسكوا بكتاب اللهِ وَعَلَقُوا بِذيل نبِيٍّ جُعِلَت لَهُم حرمةٌ عَلىٰ أَهْلِ الْأَنْصَابِ.

جب انہوں نے کسی ایک کتابِ اِلٰہی سے تمسک کیا اور کسی ایک نبی کے دامن سے وابستہ ہوگئے تو انہیں بت پرستوں کے مقابلے میں عزت بخشی گئی۔

اس سلسلے میں دوسری اہم توجیہ امام برہان الدین المرغینانی (صاحب الهداية) نے فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

أن يكون الذابحُ صاحبُ ملة التوحيد إمّا اعتقاداً كالمسلم أو دعوىً كالكتابى. (۱)

ذبح کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا ملت توحید میں سے ہو۔ خواہ اعتقادی طور پر توحید پر یقین رکھتا ہو جیسا کہ مسلمان اعتقاداً توحید کو مانتے ہیں۔ یا وہ توحید پرست ہونے کا محض دعویٰ کرتا ہو جیسا کہ اہل کتاب (یعنی یہودی اور عیسائی) ہیں لہٰذا مسلمان اور کتابی کا ذبیحہ جائز ہے کتابی کے ذبیحہ کو جائز قرار دینے سے ائمہِ دین نے یہ ثابت کیا ہے کہ اہل کتاب کو دعوی کے طور پر ملت توحید میں شامل تصور کیا جاتا ہے۔

یہ کلمات صراحتاً اَئمہ اِسلام کی کتبِ فقہ کے متون اور شروح میں آئے ہیں۔ جن سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ ائمہ فقہ کے الفاظ یہ ہیں:

لِأنّ الشرطَ قيام الملةِ على ما مَرّ. (۲)

کیونکہ جواز کی شرط یہی ہے کہ جیسا کہ مذکور ہوا کہ ذابح میں ملت توحید پائی جائے۔

(۱) الهداية، شرح بداية المبتدى، كتاب الذبائح، ۳، ۴: ۳۴۰

(۲) الهداية، شرح بداية المبتدى، كتاب الذبائح، ۳، ۴: ۳۴۰

فصل دوم

کتابیہ اور مشرکہ عورت سے نکاح کے اَحکامات میں فرق

گزشتہ بحث میں ہم نے جس طرح سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵ کی روشنی میں اہل کتاب کے ذبیحے سے متعلق شرعی دلائل پیش کئے جس سے یہ واضح ہوگیا کہ اسلام نے اہلِ کتاب اور غیر اہل کتاب کے احکامات میں فرق کیا ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم غیر مسلموں کے ساتھ شادی بیاہ کے جواز اور عدم جواز پر قرآن و سنت سے دلائل دیں گے۔ اس بحث سے بھی یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ قرآن و حدیث اور ائمہ تفسیر و فقہ نے کتابیہ اور غیر کتابیہ عورت سے نکاح کے باب میں بھی فرق برقرار رکھا ہے۔

۱۔ غیر اہلِ کتاب سے مناکحت کی ممانعت

اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم غیر اہل کتاب یعنی مشرکین اور مطلق کافر عورتوں سے ازدواجی تعلقات کے بارے میں قرآنی مؤقف واضح کرتے ہیں۔ قرآن حکیم نے غیر اہل کتاب سے صریحاً ممانعت کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ط وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ج وَلاَ تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ط وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ط اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ج وَاللهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ج وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (۱)

اور تم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں، اور بے شک مسلمان لونڈی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں بھلی ہی لگے اور (مسلمان عورتوں کا) مشرک مردوں سے بھی نکاح نہ کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں، اور یقیناً مشرک مرد سے مومن غلام بہتر ہے خواہ وہ تمہیں بھلا ہی لگے،

(۱) البقرة، ۲:۲۲۱

وہ (کافر اور مشرک) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں، اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لیے کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○

اس آیت مبارکہ میں بڑے واضح الفاظ میں مسلمانوں کو مشرک خواتین کے ساتھ نکاح سے منع کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح مسلمان عورتوں کو مشرک مردوں سے بھی نکاح کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔ ایمان کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اللہ پاک نے یہاں تک فرما دیا کہ حسین و جمیل، صاحبِ حیثیت اور اعلیٰ حسب و نسب والی عورت اگر مشرکہ ہے تو اس کے مقابلے میں ایک عام صورت غریب مسلم باندی سے نکاح کرنا بہتر ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان نکاح کی ممانعت کا اصل سبب بھی واضح کر دیا ہے کہ شرک اور توحید دو متضاد عقیدے ہیں، شرک کا راستہ جہنم کی طرف جاتا ہے اور توحید پر ایمان کا اللہ تعالیٰ کی بخشش و مغفرت کی طرف۔ یہی وجہ ہے کہ ان متضاد اعتقادات و نظریات کی موجودگی میں شادی جیسا عائلی معاملہ نہ تو چل سکتا ہے اور نہ اس معاہدہ کے ذریعے فریقین میں محبت و اعتماد کی بنیادی شرط کی تکمیل ہوسکتی ہے۔ ظاہر ہے عقیدے میں اتنا بڑا فرق کسی بھی وقت فریقین میں تصادم کا باعث بن سکتا ہے۔

قرآن حکیم نے ایک اور مقام پر صلح حدیبیہ کے بعد پیدا ہونے والی صورتِ حال کے تحت حکم صادر فرما دیا کہ جو مسلمان عورتیں مشرکین کے نکاح میں ہیں وہ اگر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں تو انہیں دوبارہ مکہ نہ بھیجو کیونکہ ان کے درمیان ازدواجی رشتہ متضاد عقیدوں کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ.[1]

نہ یہ (مومنات) اُن (کافروں) کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کفّار) اِن (مومن عورتوں) کے لیے حلال ہیں۔

(۱) الممتحنة، ۶۰:۱۰

اس آیت کے ذیل میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

هذه الآية هى الّتي حرمت المسلمات على المشركين وقد كان جائزاً فى ابتداء الاسلام أن يتزوج المشرک المؤمنة. (۱)

یہی آیت ہے جس کے بعد مسلمان عورتوں کے مشرکین سے نکاح کی حرمت وارد ہوئی۔ ورنہ آغازِ اسلام میں مشرک مرد کا مومنہ عورت سے شادی کرنا جائز تھا۔

مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں کئی قوانین مستنبط کئے ہیں جو اس وقت ہمارا موضوع بحث نہیں مگر اتنی بات قابلِ ذکر ہے کہ اس حکم حرمت نے اُن عورتوں پر مشرک مردوں اور مومنین پر مشرکہ عورتوں کے نکاح کو فسخ کر دیا جو ہجرت کے بعد مسلمان شوہروں کے ساتھ مدینہ جانے کی بجائے مکہ میں رہ گئی تھیں۔ لہٰذا قرآن نے ان کے درمیان علیحدگی کر دی اور ارشاد فرمایا گیا:

وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ. (۲)

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو (اپنے) عقدِ نکاح میں نہ روکے رکھو۔

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ امام نخعی اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وكان الكفار يتزوجون المسلمات، والمسلمون يتزوجون المشركات ثم نسخ ذلک فى هذه الآية. (۳)

کفار مسلمان عورتوں سے اور مسلمان مرد مشرک عورتوں سے نکاح کرتے تھے مگر اس آیت میں ایسی تمام شادیوں کو منسوخ کر دیا گیا۔

چنانچہ امام ابن جریر طبری آیت کے اس حصے کی تشریح میں لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن کثير، تفسير القرآن العظيم، ۴: ۳۵۱

(۲) الممتحنة، ۶۰: ۱۰

(۳) قرطبى، الجامع لأحكام القرآن، ۱۸: ۶۵

هذا نهى من الله للمؤمنين عن الإقدام على نكاح النساء المشركات من أهل الأوثان وأمر لهم بفراقهن. (۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کو بت پرست مشرک عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ان سے علیحدگی کا حکم دیا گیا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ مشرکہ عورتوں اور مشرک مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح کی اس ممانعت کے بعد اہل اسلام کا ردِ عمل کیا تھا؟ ذیل میں اس کی وضاحت کے لیے ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی مثالیں دے رہے ہیں۔

۲۔ حکمِ اِلٰہی پر صحابہ کے عمل کی مثالیں

ہجرت کے دوران یقیناً بے گھری اور افراتفری کا دور تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس انتظار کا عذر بھی تھا مگر اس حکم الٰہی پر جس طرح قطعیت کے ساتھ عمل ہوا اس کا ذکر امام زہری نے ان یادگار الفاظ میں کیا ہے:

فطلق المؤمنون حين أنزلت هذه الآية كل امرأة كافرة كانت تحت رجل منهم. (۲)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے ہر اس کافر عورت کو جو ان میں سے کسی صحابی کے عقد میں تھی، فوراً طلاق دے دی۔

۱۔ **أَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَيْنِ قَرِيبَةَ بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ وَابْنَةَ جَرْوَلٍ الْخُزَاعِيِّ فَتَزَوَّجَ قَرِيبَةَ مُعَاوِيَةُ وَتَزَوَّجَ الْأُخْرَى أَبُو جَهْمٍ.** (۳)

(۱) ابن جرير طبری، جامع البيان فی تفسير القرآن، ۲۸: ۷۱

(۲) ابن جرير طبری، جامع البيان فی تفسير القرآن، ۲۸: ۷۲

(۳) بخاری، الصحيح، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب، ۲: ۹۸۰، رقم: ۲۵۸۲

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت اپنی دو مشرک بیویوں کو جو مکہ ہی میں مقیم تھیں طلاق دے دی۔ ان میں سے ایک قریبہ بنت ابو امیہ تھی، جس کا نکاح بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوا (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے)۔ سیدنا عمر کی دوسری بیوی ام کلثوم بنت عمرو بن جرول الخزاعی تھی، جس نے بعد ازاں اسی کے خاندان کے ایک شخص ابوجہم بن حذیفہ بن غانم سے شادی کر لی۔

۲۔ وَكَانَتْ أُمُّ الْحَكَمِ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ تَحْتَ عِيَاضِ بْنِ غَنْمٍ الْفِهْرِيِّ فَطَلَّقَهَا فتزَوَّجها عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ الثَّقَفِيُّ. (۱)

حضرت عیاض بن غنم فہری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام الحکم بنت ابوسفیان کو طلاق دی جس سے بعدازاں عبد اللہ بن عثمان ثقفی نے شادی کر لی۔

۳۔ اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اروٰی بنت ربیعہ بن حارث کو طلاق دی، بعد میں یہ اسلام لے آئیں اور ہجرت کرکے مدینہ تشرف لائیں تو حضرت خالد بن سعید بن العاص سے ان کا نکاح ہوا۔ (۲)

☆ اس طرح جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ منورہ آئیں اور ان کے شوہر کافر تھے ان کے ساتھ بھی ان کا ازدواجی رشتہ ختم ہوگیا۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں: (۳)

۱۔ روایات میں آتا ہے کہ حدیبیہ میں معاہدہ صلح کی کتابت جیسے ہی مکمل ہوئی سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں تو ان کے شوہر صیفی بن الراہب بھی پہنچ گئے

---

(۱) بخاری، کتاب الطلاق، باب نکاح من اسلم من المشرکات وعدتہن، ۵:۲۰۴۲، رقم: ۴۹۸۲

(۲) ۱۔ قرطبی الجامع لاحکام القرآن، ۱۸:۶۵-۶۶
۲۔ ابن حجر، فتح الباری، ۹:۴۱۹

(۳) ابن حجر، فتح الباری، ۹:۴۱۹

اور کہا کہ میری بیوی کو واپس کیا جائے اس لئے کہ معاہدہ کی شرائط میں یہ چیز داخل ہے اور ابھی تو کتابت کی روشنائی خشک بھی نہیں ہوئی ہے۔ اس کے بعد سورۃ الممتحنۃ کی مذکورہ آیت نازل ہوئی اور بقول زمخشری معاہدہ میں جو اجمال تھا اسے اس واقعہ نے واضح کر دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں واپس نہیں بھیجا۔ چنانچہ مدینہ میں ان کی شادی بعد ازاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ (۱)

۲۔ اس سلسلے میں دوسری مثال حضرت امیمہ بنت بشر رضی اللہ عنہا کی ہے جو اسلام لانے کے بعد اپنے کافر شوہر حسان بن دحداج سے فرار ہو کر مدینہ پہنچیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس رشتہ کو بھی ختم کر دیا اور سہل بن حنیف سے ان کا نکاح کر دیا جن سے ان کے صاحبزادے عبد اللہ بن سہل ہیں۔ روایت میں ہے کہ سورہ ممتحنہ کی آیت مذکورہ کے شانِ نزول کا سبب انہی کا واقعہ بنا۔ (۲)

اَہم نکتہ

مندرجہ بالا قرآنی حکم اور اس کے ذیل میں مفسرین کی رائے پر مبنی بحث اختصار کے ساتھ درج کرنے کا مدعا محض یہ ہے تا کہ واضح ہو سکے کہ قرآن نے مشرکین مکہ کے ساتھ نکاح کو بھی قطعاً ناجائز اور حرام قرار دیا حالانکہ ان کا آپس کا نسبی اور معاشرتی تعلق نہایت قریبی بھی تھا اور دیرینہ بھی۔ مگر صحابہ کرام نے اس حکم الٰہی پر فوراً عمل کر دیا جس کی تصدیق حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی فرما دی۔ اس کے برعکس قرآن نے اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم پہلے قرآنی حکم درج کرتے ہیں اور بعدازاں اس باب میں عمل صحابہ کے علاوہ ائمہ تفسیر، حدیث، فقہ کے اقوال بھی پیش کریں گے۔

---

(۱) زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ۴:۵۱۷

(۲) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲۸:۷۱-۷۲

۲۔ ابن حجر، فتح الباری، ۵:۳۴۸

۳۔ کتابیہ سے نکاح کا قرآنی جواز

قرآن حکیم جو قیامت تک اللہ تعالیٰ کے حتمی احکامات کا مجموعہ اور حلال و حرام کی بنیادی کسوٹی ہے، اس نے اہل کفر کے درمیان فرق کرتے ہوئے نکاح اور شادی جیسے اہم ترین سماجی بندھن کے معاملے کو اہل کتاب عورتوں کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ز وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝[1]

اور (اسی طرح) پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاکدامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (تمہارے لیے حلال ہیں) جب کہ تم انہیں ان کے مَہر ادا کر دو، (مگر شرط) یہ کہ تم (انہیں) قید نکاح میں لانے والے (عفت شعار) بنو نہ کہ (محض ہوس رانی کی خاطر) اعلانیہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے، اور جو شخص (احکامِ الٰہی پر) ایمان (لانے) سے انکار کرے تو اس کا سارا عمل برباد ہوگیا اور وہ آخرت میں (بھی) نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

آیت مذکورہ بالا میں بالصراحت شریف کتابیہ عورت سے مسلمان عورت کی طرح نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اہل کتاب - خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی - قرآن نے خود ان کے شرکیہ عقائد کو بیان کیا ہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کی طرح کتابیہ سے نکاح کو جائز کیوں رکھا گیا؟ اسکی بنیادی وجہ یہی ہے کہ دونوں میں کافی حد تک اعتقادی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اہل کتاب بعض عقائد کا محض دعوی کرتے ہیں مگر قرآن

(۱) المائدة، ۵: ۵

نے ان کے دعویٰ کو بھی قطعی رد نہیں کیا۔ مثلا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ وحی اور رسالت کو بھی مانتے ہیں ۔موت کے بعد برزخ اور بعد ازاں اُخروی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ قیامت کے دن اور جزا و سزا کے تصور کو بھی مانتے ہیں۔ ان بڑے اور بنیادی عقائد پر ایمان رکھنے کی وجہ سے قرآن نے ان کی تمام تر عداوتوں نافرمانیوں اور بغاوتوں کے باوجود مسلمانوں کو ان سے معاملات میں نرمی برتنے کا حکم دیا۔ ان معاملات میں سرفہرست ان کی عورتوں سے شادی کا جواز ہے۔

۴۔ کتابیہ سے نکاح کے جواز اور مشرکہ سے نکاح کے عدمِ جواز کی حکمت

فقہاء نے اس موضوع پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ 'تکملة المجموع شرح المهذب' میں محققین نے باقاعدہ عنوان قائم کر کے اسی کے متعلق لکھا ہے:

حكمة مشروعية حل الكتابية للمسلم وتحريم المشركة: إذا كان النكاح من أشد الروابط وأمتن الصلات التى تربط الناس بعضهم ببعض، ومن أقوى الدواعى للرحمة والإخاء، ورد بذلك نص القرآن، قال تعالى: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾؛ كيف لا، وبه يخلو الزوج إلى زوجته، ويفضى إليها بما فى قرارة نفسه وخفايا ضميره.

فإن كانت تلك الزوجة كتابية أمكن الزوج المسلم أن يوضح لها الإسلام ومحاسنه، وتعاليمه، ومزاياه، ويكشف لها عما غمض عليها منه، وغالبا ما تجد هذه الأمور مكانا فى نفسها لملائمة طبيعتها وتأثرها بما يلقى إليها، خصوصا وأن فى النساء رقة تساعد على

ذلک.

وإنما تثمر هذه البذور ثمرتها إذا كانت المرأة كتابية لا مشركة؛ لما بين الإسلام وأهل الكتاب من قرب وشبه؛ إذ الكل يدين بكتاب منزل ورسول مبين؛ ومن هنا يحظر الإسلام مودة أهل الكتاب وصلتهم، ولم يمنع معاشرتهم، كيف وفى الاختلاط إزالة ما عساه يكون عالقا بالأذهان من الشكوك والأوهام.

أما المشركة فهى لعداوتها للإيمان، صمت أذنها عن دعوته، وصرفت نفسها عن التأمل والنظر فى مزاياه؛ فقسا منها القلب، وجمد العقل، فناسب ذلك حظر الإسلام التزوج بها؛ لعدم تحقق الغاية المرجوة من الزواج بها.

فهى لا تتحرز عن خيانة لزوجها طبعت عليها منذ نشأتها؛ حيث لا دين لها يحرم عليها الشر، أو يردها عن مباشرة الضر، أو يهديها لعمل الخير، بل هى موكولة إلى ما نشأت عليه من أوهام الجاهلية وخرافات الوثنية ووساوس الشيطان.(۱)

کتابی عورت کے ساتھ نکاح کی حلت اور مشرک عورت کے ساتھ نکاح کی حرمت کی شرعی حکمت: بلاشبہ نکاح ان پختہ روابط اور مضبوط تعلقات میں سے ہے جو لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرتے ہیں اور رحمت و بھائی چارہ کے دواعی میں سے قوی ترین ذریعہ ہے۔ اس پر نص قرآنی وارد ہوئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ ’اور یہ (بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے

(۱) تکملة المجموع شرح المهذب، ۲۸۲:۱۹

تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم ان کی طرف سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی‘۔ کیسے نہ ہو کہ اسی نکاح کے ذریعے ہی خاوند اپنی بیوی کے ساتھ خلوت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کی گہرائیوں اور ضمیر کی مخفی کیفیتوں کے ساتھ اپنی بیوی سے پہلو بہ پہلو ملتا ہے۔ پس اگر وہ بیوی کتابیہ ہو گی تو مسلمان خاوند کے لیے ممکن ہے کہ وہ اس کے سامنے اسلام، اس کے محاسن، اس کی تعلیمات اور اس کے فضائل کو واضح کرے اور اسلام کے جو گوشے ابھی تک اس پر مخفی رہے ہیں ان کو سامنے لائے (اس قریبی تعلق اور اعتماد کی بنیاد پر) غالب گمان ہے کہ اپنی طبیعت کی نرمی اور اثرات کو قبول کرنے کی صلاحیت کی بناء پر یہ امور اس کتابیہ عورت کے دل میں جگہ بنالیں۔ خصوصی طور پر عورتوں میں پائی جانے والے رقت ونرمی اس پر مددگار ہوتی ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب عورت کتابیہ ہو مشرکہ نہ ہو۔

اسلام اور اہلِ کتاب میں قربت اور مشابہت کی بناء پر اسلام کی تعلیمات کے یہ بیج یقیناً بار آور ہوں گے، کیونکہ ان میں سے ہر کوئی کتاب منزل اور رسول مبین کے ساتھ متدیّن ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ اسلام اہلِ کتاب کے ساتھ گہری مودت اور قابلِ اعتماد تعلق میں احتیاط برتنے کی تلقین کرتا ہے مگر ان کے ساتھ معاشرت کو منع نہیں کرتا۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کے ساتھ مل جل کر رہنے میں ذہنی شکوک و اوہام کے ازالہ کا امکان موجود ہے۔

رہی مشرکہ عورت تو (اس کا معاملہ کتابیہ عورت کی بہ نسبت مختلف ہے) ایمان کے ساتھ اس کی عداوت کی وجہ سے اس کے کان اسلام کی دعوت سے بہرے ہیں اور اس نے اسلام کے فضائل و کمالات میں غور وفکر کرنے سے اپنے آپ کو پھیر لیا ہے جس کی وجہ سے اس کا دل سخت ہو گیا، عقل منجمند ہو گئی اس لیے اسلام نے اس کے ساتھ شادی کرنے سے روکنے کو مناسب سمجھا کیونکہ اس کے ساتھ شادی کی صورت میں انجام کار غیر واضح اور شادی کی غرض و غایت مفقود نظر آتی ہے۔

پس وہ مشرکہ عورت اپنے (غیر دینی) طبعی مزاج کی وجہ سے اپنے خاوند کے ساتھ خیانت سے بھی گریز نہیں کرے گی۔ جب اس کا دین ہی کوئی نہیں ہے جو اس کو شر سے روکے یا اس کو ضرر میں پڑنے سے باز رکھے یا اسے عمل خیر کی طرف راہنمائی کرے۔ بلکہ پیدائشی طور پر وہ جاہلیت کے تصورات، بت پرستی کی خرافات اور شیطانی وساوس پر پروان چڑھی ہے۔

۵۔ کتابیہ سے نکاح کے باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

گزشتہ صفحات میں ہم نے جس طرح مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے بعد صحابہ کا عمل نقل کیا۔ انہوں نے فوراً حکم قرآنی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے اپنے نکاح فسخ کر دیئے۔ چنانچہ یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنی جواز کو سامنے رکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض حضرات نے حسبِ ضرورت وحکمت اہل کتاب خواتین سے نکاح کیے۔

حجۃ الاسلام امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص (م ۳۷۰ھ) نے تفسیر 'احکام القرآن' میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت اس جواز کی نہ صرف قائل تھی بلکہ ان میں سے بعض نے نکاح عملاً کئے بھی تھے۔

واتَّفَقَ جَمَاعة من الصحابة على إباحة أهل الكتاب الذميات. (۱)

صحابہ کی ایک جماعت اہل کتاب عورت سے نکاح کے جواز پر متفق ہے۔

امام ابوبکر الجصاص حنفی کتابی عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح پر مزید بحث کرتے ہوئے اپنا موقف بیان کرتے ہیں:

إنه قد ذكر المؤمنات فى قوله: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ﴾، فانتظم ذلک سائر المؤمنات ممن كن مشركات أو كتابيات، فأسلمن. وممن نشأ منهن على الإسلام، فغير جائز أن يعطف عليه

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۳: ۳۲۵

مؤمنات كن كتابيات، فوجب أن يكون قوله: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ على الكتابيات اللاتی لم يسلمن.[1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ﴿اور (اسی طرح) پاک دامن مسلمان عورتیں (تمہارے لیے حلال ہیں)﴾ میں مومن عورتوں کا ذکر کیا ہے اور یہ لفظ ان تمام مومنات کو شامل ہے جو پہلے مشرکہ یا کتابیہ تھیں اور پھر مسلمان ہوگئیں۔ لیکن جو عورتیں بچپن ہی سے مسلمان تھیں ان پر ایسی مومنات کو محمول کرنا درست نہیں جو پہلے اہل کتاب تھیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان - ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ 'اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (تمہارے لیے حلال ہیں)' - کو ان کتابی عورتوں پر محمول کرنا واجب ہے جو مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔

ذیل میں چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نکاح کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نصرانی عورت سے نکاح

امام ابو بکر الجصاص الحنفی سمیت دیگر فقہاء اور مفسرین نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز پر بحث کرتے ہوئے ان صحابہ کرام کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کیا تھا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنی نے نائلہ نامی ایک نصرانی عورت سے نکاح کیا حالانکہ اس وقت آپ کے نکاح میں مسلم زوجات بھی تھیں۔

۱۔ امام ابو بکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ورُوِيَ أن عثمان بن عفان تزوج نائلة بنت الفرافصة الكلبية، وهی نصرانية، وتزوجها على نسائه.[2]

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۳:۳۲۵

(۲) جصاص، أحكام القرآن، ۳:۳۲۵

روایت ہے کہ حضرت عثمان ﷺ نے نائلہ بنت فرافصہ سے نکاح کیا تھا۔ ان کا تعلق بنو کلب سے تھا اور وہ مذہباً عیسائی تھیں۔حضرت عثمان ﷺ نے اپنی مسلمان بیویوں کے ہوتے ہوئے ان سے نکاح کیا تھا۔

۲۔ امام ابنِ حبان لکھتے ہیں:

لما دخلت السنة الثامنة والعشرون تزوج عثمان نائلة بنت الفرافصة، وكانت على دين النصرانية. (۱)

جب ۲۸ھ کا آغاز ہوا تو حضرت عثمان ﷺ نے نائلہ بنتِ فرافصہ سے شادی کی اور وہ نصرانی مذہب پر تھیں۔

امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی ﷺ کی یہ زوجہ محترمہ نکاح کے بعد مسلمان ہوگئی تھیں اور بلوائیوں نے جب حضرت عثمان ﷺ پر مدینہ طیبہ میں قاتلانہ حملہ کیا تو یہی زوجہ محترمہ اس وقت آپ کے پاس موجود تھیں کیونکہ حملہ آوروں نے انکی انگلیاں بھی کاٹ ڈالی تھیں۔

(۲) سیدنا طلحہ بن عبید اللہ ﷺ کا یہودی عورت سے نکاح

امام ابو بکر الجصاص الحنفی لکھتے ہیں کہ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ نے ملک شام کی ایک یہودی عورت سے شادی کی تھی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ورُوي عن طلحة بن عبيد الله أنه تزوج يهودية من أهل الشام. (۲)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے شام کی ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تھا۔

آخر میں امام ابو بکر الجصاص ان نکاحوں پر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن حبان، الثقات، ۲:۲۴۸

(۲) جصاص، أحكام القرآن، ۳:۳۲۵

وتروى إباحة ذلك عن عامة التابعين، منهم: الحسن وإبراهيم والشعبي في آخرين منهم.[1]

حضرات تابعین سے بھی ایسے نکاح کا جواز مروی ہے جن میں حسن بصری، ابراہیم نخعی اور شعبی نیز دوسرے حضرات بھی شامل ہیں۔

(۳) حضرت حذیفہ بن یمان اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کا کتابیہ سے نکاح

معروف سپہ سالار صحابہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ائمہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی یہودی عورتوں سے شادی کی تھی۔

۱۔ شمس الائمہ السرخسی (م۴۹۰ھ) نے المبسوط میں یہ روایت اپنے اصولی موقف بیان کرنے کے بعد اس طرح درج کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

قال: ولا بأس بأن يتزوج المسلم الحرة من أهل الكتاب لقوله تعالى: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾. فإن الله تعالى عطف المشركين على أهل الكتاب، فدل أن اسم المشرك لا يتناول الكتابي مطلقا.

وقد جاء عن حذيفة بن اليمان رضی اللہ عنہ أنه تزوج يهودية، وكذلك كعب بن مالك تزوج يهودية.

وأما المجوسية: لا يجوز نكاحها للمسلم لأنها ليست من أهل الكتاب.[2]

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۳:۳۲۵

(۲) سرخسی، المبسوط، ۴: ۲۱۰-۲۱۱

امام صاحب نے فرمایا ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد مبارک ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ کی بناء پر اہل کتاب میں سے آزاد عورت کے ساتھ مسلمان شخص کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مشرکین کا اہل کتاب پر عطف کیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ مشرک کا نام قطعاً کسی کتابی کو شامل نہیں ہوتا۔

حضرت حذیفہ بن یمان ﷛ کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک یہودی عورت سے شادی کی اور اسی طرح حضرت کعب بن مالک ﷛ نے بھی یہودیہ سے شادی کی۔ رہی مجوسی عورت تو اس کا نکاح کسی مسلمان شخص کے ساتھ اس لیے جائز نہیں کہ وہ اہل کتاب میں سے نہیں۔

۲۔ ملا علی قاری نے بھی 'فتح باب العناية في شرح كتاب النقاية في الفقه الحنفي (۱۲:۱۶۱)' میں امام سرخسی کی کتاب المبسوط کی اس عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے ان دونوں حضرات کے کتابیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

۳۔ عرب محققین نے 'المجموع شرح المہذب' کے 'تکملۃ' میں لکھا ہے:

تزوج حذيفة ﷛ بيهودية من أهل المدائن.[1]

حضرت حذیفہ ﷛ نے مدائن کی ایک یہودی عورت سے شادی کی۔

(۴) حضرت جابر بن عبد اللہ اور دیگر صحابہ ﷢ کا کتابی خواتین سے نکاح

امام ابنِ ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ ﷛ نے فرمایا:

---

(۱) تكملة المجموع شرح المهذب، ۱۹:۲۷۰

شهدنا القادسية مع سعد ونحن يومئذ لا نجد سبيلا إلى المسلمات وتزوجنا اليهوديات والنصرانيات فمنا من طلق ومنا من أمسک. (۱)

ہم قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ (شریکِ جہاد) تھے اور ان دنوں ہم مسلمان عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی کوئی سبیل نہ رکھتے تھے تو ہم نے یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ شادی کر لی پھر ہم میں سے بعض نے طلاق دے دی اور بعض نے ان کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھا۔

حضرت جابر ﷺ ہی سے یہودی یا نصرانی عورت کے ساتھ مسلمان کے نکاح کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

تزوجنا بهن زمان الفتح بالكوفة مع سعد بن أبي وقاص. (۲)

ہم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ کوفہ فتح کرنے کے زمانے میں ان عورتوں کے ساتھ شادیاں کیں۔

(۵) طلحہ بن الجارود اور اُذَینہ عبدی کا کتابی خواتین سے نکاح

امام خلال نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

أن حذيفة بن اليمان وطلحة بن الجارود بن المعلى، أذينة العبدى تزوجوا النساء من أهل الكتاب، كما روى عن عمر وعثمان وغيرهما من الصحابة القول بإباحتهن. (۳)

---

(۱) ابن أبى شيبة، المصنف، كتاب النكاح، باب من رخص في نكاح نساء أهل الكتاب، ۳:۴۷۵، رقم: ۱۶۱۶۹

(۲) تكملة المجموع شرح المهذب، ۱۹:۲۷۰

(۳) تكملة المجموع شرح المهذب، ۱۹:۲۷۶

حضرت حذیفہ بن یمان، طلحہ بن جارود بن معلّٰی اور اُذینہ عبدی نے اہل کتاب عورتوں کے ساتھ شادی کی۔ جیسے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور دیگر صحابہ کرام ﷺ کے ان عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے جواز کا قول مروی ہے۔

(۶) حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ کی نصرانی عورت سے منگنی

حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ کے بارے میں ملاعلی قاری لکھتے ہیں:

وخطب المُغِيرة بنُ شُعبةَ بنتَ النعمان بن المُنْذِر وكانت تَنَصَّرَتْ. (۱)

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نعمان بن منذر کی بیٹی سے منگنی کی جب کہ وہ بھی نصرانی ہوچکی تھی۔

اِس تفصیلی بحث کو سمیٹتے ہوئے ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لو تَزَوَّج كتابية على مسلمة: جاز وقَسَمَ بينهما على السواء. (۲)

اگر کوئی شخص اپنی مسلمان بیوی کے ہوتے ہوئے کسی کتابیہ سے شادی کرتا ہے تو اس کا شادی کرنا جائز ہے، اور وہ ان دونوں کے درمیان برابری کی بنیاد پر وقت تقسیم کر لے گا۔

۶۔ کتابیہ کے ساتھ نکاح کے جواز میں ائمہ کی آراء

عمل صحابہ نقل کرنے کے بعد نفس مسئلہ میں کسی قسم کا التباس اور تحقیق کی مزید گنجائش تو نہیں رہتی تاہم مزید وضاحت کے لئے ہم چند اکابر ائمہ کی آراء بھی درج کر رہے ہیں:

---

(۱) ملا علی قاری، فتح باب العناية فی شرح كتاب النقاية فی الفقه الحنفی، ۱۲: ۱۶۱

(۲) ملا علی قاری، فتح باب العناية فی شرح كتاب النقاية فی الفقه الحنفی، ۱۲: ۱۶۱

(۱) اَحناف

۱۔ امام ابو منصور الماتریدی (م۳۳۳ھ) قرآن حکیم کی آیتِ مبارکہ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

ودلّت الآية على حلّ نكاح الحرائر من الكتابيات، وعلى ذلك اتفاق أهل العلم، لكن يكره ذلك.(۱)

یہ آیت اہل کتاب عورتوں میں سے آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کے حلال ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے اور اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے تاہم (عام حالات میں) یہ ناپسندیدہ اَمر ہے۔

۲۔ صاحبِ الهداية امام المرغينانی (م۵۹۳ھ) اَہل کتاب عورتوں سے مسلمانوں کے نکاح کے بارے میں لکھتے ہیں:

(وَيَجُوزُ تَزْوِيجُ الْكِتَابِيَّاتِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ أَيْ الْعَفَائِفُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْكِتَابِيَّةِ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ.(۲)

اس فرمانِ الٰہی ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ کے باعث کتابیہ عورتوں کو اپنے نکاح میں لینا جائز ہے۔ اور کتابیہ عورت میں خواہ آزاد ہو یا باندی ہو کچھ فرق نہیں۔

۳۔ ملا علی قاری الحنفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وقد قال تعالى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾. ...... ولسنا نأخذ بهذا، فإن الله عطف المُشْرِكين على أهل الكتاب، فدلّ أن اسم

(۱) ماتریدی، تأویلات أهل السنة، ۳: ۴۶۲

(۲) مرغینانی، الهداية شرح بداية المبتدی، كتاب النكاح، ۱: ۲۲۷

المُشْرِک لا يتناول الكتابّي مطلقًا.(۱)

اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے: ﴿وَلاَ تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ﴾۔ ...... ہم اس آیت سے عدمِ جواز کی دلیل نہیں پکڑتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا عطف اہل کتاب پر کیا ہے۔ پس یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ مشرک کا لفظ مطلقاً اہل کتاب کو شامل نہیں ہے۔

۴۔ ملا جیون انبیٹھوی التفسيرات الأحمدية میں کتابیہ سے جوازِ نکاح کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

فمذكور في قوله تعالى: ﴿وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ يعنى أحل لكم نكاح الحرائر أو العفائف ﴿مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ وهم اليهود والنصارى. وقال في البيضاوي تحت هذا القول: وإن كن حربيات. وقال ابن عباس: لا تحل الحربيات. هذا لفظه، وهذا أى التقييد بالحربية وعدمه أيضًا غير مذكور في كتب الحنفية.(۲)

اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ سے مراد ہے کہ آزاد اور پاک دامن کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے کیوں کہ آیت کے الفاظ ﴿مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ امام بیضاوی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ کتابی عورتیں خواہ حربی ہوں تب بھی ان سے نکاح جائز ہے جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک حربی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔ کتب احناف میں کتابیات کے ساتھ حربی

(۱) ملا علی قاری، فتح باب العناية فی شرح کتاب النقاية فی الفقه الحنفی، ۱۲:۱۶۱

(۲) انبیٹھوی، التفسيرات الأحمدية: ۳۳۹-۳۴۰

غیر حربی (کے درمیان فرق) کا کوئی تذکرہ نہیں۔

۵۔ **علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی** لکھتے ہے:

صح نكاح كتابية وإن اعتقدوا المسيح إلها، وكذا حل ذبيحتهم على المذهب. (۱)

کتابی عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح علیہ السلام کے معبود ہونے کا عقیدہ ہی رکھے۔ اِسی طرح ان کا ذبیحہ بھی ہمارے مذہب میں جائز ہے۔

۶۔ **قاضی ثناء اللہ پانی پتی** (م۱۲۲۵ھ) اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فذهب أكثر العلماء إلى أن المراد منهن الحرائر وأجازوا نكاح كل حرة مؤمنة كانت أو كتابية فاجرة كانت أو عفيفة؛ وهو قول مجاهد. ...... وذهب قوم إلى أن المراد من المحصنات العفائف من الفريقين حرائر كن أو إماء، وأجازوا نكاح الأمة الكتابية. (۲)

اکثر علماء کے نزدیک اس لفظ - **المُحْصَنٰت** - سے مراد آزاد عورتیں ہیں جو باندیاں نہ ہوں، مومن ہوں یا نیک کردار کتابیہ ہوں یا بدکردار۔ حضرت مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ ...... جب کہ بعض علماء کے نزدیک **المُحْصَنٰت** سے صرف پاک دامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد یا باندی مسلمان عورتیں ہوں یا کتابی باندیاں۔

اس کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی امام اعظم ابو حنیفہ کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يقول أبو حنيفة بجواز نكاح الأمة الكتابية الغير العفيفة أيضا لعموم

(۱) حصکفی، الدر المختار، ۳:۴۵

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر المظہری، ۳:۷۱

قوله تعالى: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾.

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ والله أعلم، وعموم هذه الآية يقتضي جواز نكاح الكتابية الحربية، وعليه انعقد الإجماع.

وقد انعقد الإجماع على حل نكاح الحرة الكتابية، وإنما الخلاف في الأمة الكتابية، لكنه يكره نكاح الكتابية.(۱)

امام ابو حنیفہ تو مفہومِ مخالف کا اعتبار نہیں کرتے اور ایسی کتابیہ یا باندی کے ساتھ بھی نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں جو پاک باز نہ ہو، کیونکہ آیت ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ میں حکم عام ہے (اس میں غیر عفیفہ کتابیہ اور باندی کتابیہ دونوں آتی ہیں)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾۔ یہ آیت کے عموم کا تقاضا ہے کہ (اس آیت کی رُو سے) حربی کتابیہ کے ساتھ بھی نکاح جائز ہو اور علماء کا اِجماع بھی اِسی پر ہے۔

اور اِس پر اِجماع ہے کہ ہر آزاد کتابی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے، اِختلاف صرف باندی کتابی عورت کے ساتھ نکاح میں ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس بحث کے آخر میں خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

روي الخلاف بين أبى حنيفة وصاحبيه في نكاح الصابئات جوّزه أبو حنيفة زعماً منه أنهم يؤمنون بزبور داود عليه السلام، فهم من أهل الكتاب، وكذا من آمن بصحف إبراهيم عليه السلام وشيث عليه السلام، ولم يجوّزه صاحباه زعما منهما أنهم يعبدون الكواكب فهم من المشركين. قال فى الهداية: وهذا الخلاف محمول على اشتباه مذهبهم، فكل أجاب

---

(۱) قاضی ثناء الله پانی پتی، تفسیر المظهری، ۳:۷۲

على ما وقع عنده، ولا خلاف في الحقيقة.(۱)

صابی عورتوں سے نکاح کے متعلق امام ابو حنیفہ اور صاحبین میں اختلاف ہے۔ امام صاحب کا خیال ہے کہ صابی فرقہ زبور کو مانتا ہے، لہٰذا اس کا شمار اہل کتاب میں ہوتا ہے اس لیے نکاح جائز ہے۔ اسی طرح صحفِ ابراہیم علیہ السلام اور صحفِ شیث علیہ السلام پر ایمان رکھنے والیوں کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔ جب کہ صاحبین صابی عورت سے نکاح ناجائز ہونے کے قائل ہیں کیونکہ ان کے خیال میں صابی ستارہ پرست ہوتے ہیں، اس لیے ان کا شمار مشرکوں میں ہوتا ہے۔ صاحبِ الهداية نے لکھا ہے کہ امام صاحب اور صاحبین کے درمیان اس اختلاف کی وجہ صرف اور صرف صابی مذہب کے بارے میں ان کے شایبے ہیں ہر ایک نے اپنے اپنے تجربات اور مشاہدات کے مطابق موقف اختیار کیا ہے۔ مطلق صابی کے بارے میں دراصل کوئی اختلاف نہیں۔

۷۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان (م۱۳۴۰ھ) **العطايا النبوية فی الفتاویٰ الرضوية** میں امام سرخسی کے موقف کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی مبسوط شيخ الإسلام يجب أن لا يأكلوا ذبائح أهل الكتاب إذا اعتقدوا أن المسيح إله، وأن عزيرا إله، ولا يتزوجوا نساءهم، وقيل عليه الفتوى. لكن بالنظر إلى الدلائل ينبغی أن يجوز الأكل والتزوج.(۲)

شیخ الاسلام امام سرخسی کی کتاب 'المبسوط' میں ہے کہ جب اَہلِ کتاب کا عقیدہ ہو کہ مسیح علیہ السلام اِلٰہ ہیں تو ان کا ذبیحہ کو مت کھاؤ اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ اِسی طرح اگر عزیر علیہ السلام کو اِلٰہ کہتے ہوں، بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے۔ لیکن دلائلِ (قطعیہ) کی روشنی میں (اہل کتاب کا ذبیحہ) کھانا اور (ان کی عورتوں سے) نکاح

(۱) قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر المظہری، ۳:۷۲

(۲) احمد رضا خان، فتاوی رضویہ، ۲۰:۲۴۷

کرنا جائز ہے۔

بلکہ اَعلیٰ حضرت تو یہ بھی لکھتے ہیں کہ 'درِمختار' میں ہے:

صح نکاح کتابیة وان اعتقدوا المسیح ﷺ إلٰها، وکذا حل ذبیحتهم علی المذهب.(۱)

کتابی عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح ﷺ کے معبود ہونے کا عقیدہ ہی رکھے۔ اِسی طرح ان کا ذبیحہ بھی مذہب میں جائز ہے۔

فقہ حنفی کے مختلف نمائندہ ائمہ کی آراء نقل کرنے کے بعد اب ہم مالکیہ، شوافع اور دیگر ائمہ دین کا موقف بھی ذکر کیے دیتے ہیں۔

(۲) مالکیہ

فقہ مالکی کے معروف امام ابن عبد البر (م۴۶۳ھ) اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کے بارے میں لکھتے ہیں:

لأن الله تبارک وتعالی یقول فی کتابه: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ﴾؛ فهن الحرائر من الیهودیات والنصرانیات.(۲)

چوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ﴾۔ پس آیت مبارکہ میں اَلْمُحْصَنٰتُ سے مراد یہودی اور نصرانی عورتوں میں سے آزاد عورتیں ہیں۔

---

(۱) احمد رضا خان، فتاوی رضویه، ۲۰:۲۴۷

(۲) ابن عبد البر، الاستذکار، ۵:۴۹۲

آپ مزید لکھتے ہیں:

روى سفيان الثوري عن حماد، قال: سألت سعيد بن جبير عن نكاح اليهودية والنصرانية. فقال: لا بأس به. فقلت فإن الله تعالى يقول: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾؟ قال: أهل الأوثان والمجوس.(۱)

حضرت سفیان ثوری نے حضرت حماد سے روایت کیا کہ آپ نے کہا: میں نے حضرت سعید بن جبیر سے یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح کے بارے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ تو یہ ہے: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ 'اور تم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں'۔ کہنے لگے: اس سے بت پرست اور مجوسی مراد ہیں۔

اس سے آگے امام ابن عبد البر اپنی گفتگو کا لب لباب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وعلى هذا تأول جماعة العلماء في قول الله ﷻ: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾. إنهن الوثنيات والمجوسيات لأن الله تعالى قد أحل الكتابيات بقوله تعالى: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾.(۲)

اور اس بناء پر علماء کی ایک جماعت نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ کی تاویل کی ہے کہ اس سے مراد بت پرست اور مجوسی عورتیں ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتابی عورتوں کو اپنے اس ارشاد گرامی

(۱) ابن عبد البر، الاستذکار، ۵:۴۹۴

(۲) ابن عبد البر، الاستذکار، ۵:۴۹۵

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ کے ذریعے حلال فرما دیا ہے۔

(۳) شوافع

۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی (م ۱۵۰ھ) مشرک اور اہل کتاب عورتوں سے نکاح کے بارے میں فرماتے ہیں:

وقال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾. فأطلق التحريم تحريما بأمر وقع عليه اسم الشرک. قال: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾. والمحصنات منهن الحرائر، فأطلقنا من استثنى الله إحلاله، وهن الحرائر من أهل الكتاب. (۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾۔ یہاں نکاح کی حرمت کو ایک ایسے اَمر کے ساتھ مطلقا حرام قرار دیا گیا ہے جس پر شرک کا اِطلاق ہوتا ہے۔ اور فرمان باری تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ میں الْمُحْصَنٰت سے مراد آزاد اہل کتاب عورتیں ہیں۔ اس لیے ہم نے ان کا اطلاق اہل کتاب میں سے آزاد عورتوں پر کیا کیوں کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے۔

۲۔ امام نووی (م ۶۷۷ھ) کی معروف کتاب المجموع شرح المهذب کے تکملة میں کتابی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کے حوالے سے مفصل گفتگو کی گئی ہے، اس طویل علمی بحث کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

ويحل له نكاح حرائر أهل الكتاب وهم اليهود والنصارى، ومن دخل

(۱) شافعی، الأم، ۴: ۲۶۹

فی دينهم قبل التبديل لقوله تعالى: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾. ولأن الصحابة رضی اللہ عنہم تزوجوا من أهل الذمة؛ فتزوج عثمان رضی اللہ عنہ نائلة بنت الفرافصة الكلبية وهى نصرانية وأسلمت عنده، وتزوج حذيفة رضی اللہ عنہ بيهودية من أهل المدائن.

وسئل جابر رضی اللہ عنہ عن نكاح المسلم اليهودية والنصرانية؛ فقال: تزوجنا بهن زمان الفتح بالكوفة مع سعد بن أبى وقاص.(۱)

مسلمان کے لیے اہل کتاب کی آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح حلال ہے اور وہ یہود ونصاریٰ میں اور اسی طرح جو ان کے دین میں داخل ہو جاتے اس کے ساتھ بھی نکاح حلال ہے۔ جس کی دلیل اللہ رب العزت کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ’اور ان لوگوں کا ذبیحہ (بھی) جنہیں (الہامی) کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے، اور (اسی طرح) پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاکدامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (تمہارے لیے حلال ہیں)‘۔ اور اس لیے بھی کہ صحابہ کرام نے اہل ذمہ کے ساتھ شادیاں کیں۔ حضرت عثمان غنی نے نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ کے ساتھ شادی کی جبکہ وہ عیسائی تھیں اور پھر بعد میں آپ کے ہاں آ کر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور حضرت حذیفہ نے اہل مدائن میں سے ایک یہودی عورت کے ساتھ شادی کی۔

حضرت جابر سے یہودی یا نصرانی عورت کے ساتھ مسلمان کے نکاح کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ہم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ

(۱) تکملة المجموع شرح المهذب، ۱۹: ۲۷۰

کوفہ فتح کرنے کے زمانے میں ان عورتوں کے ساتھ شادیاں کیں۔

۷۔ کتابیہ سے کراہتِ نکاح کا مؤقف

بعض روایات میں صحابہ کرام خصوصاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ملتا ہے جس میں انہوں نے اہل کتاب عورتون سے نکاح کو نا پسند فرمایا اور طلاق دینے کا حکم بھی جاری فرمایا۔ اس سلسلے میں ہم ان اسباب اور حکمتوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ التباس بھی واضح ہوجائے۔

ائمہ فقہ و کلام نے اس نا پسندیدگی کے سبب کی نشاندہی کی ہے لیکن نکاح کا مطلق جواز حسب ضرورت قائم رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو امام ماتریدی اور دیگر ائمہ کا موقف۔

روي عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنه كره تزوجهن، فهذا عندنا على غير تحريم منه لنزوجهن، ولكن رأى تزويج المسلمات أفضل وأحسن، لمشاركتها المسلم في دينها. (1)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کتابیہ عورتوں سے نکاح ناپسند فرماتے تھے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ کراہت تحریمی نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مسلمان عورتوں کے ساتھ نکاح افضل اور بہتر سمجھا کیونکہ اس صورت میں عورت دین کے اعتبار سے بھی مسلمان مرد کے ساتھ شریک ہوگی۔

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہودی عورت چھوڑ دینے کی ہدایت کی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نص قرآنی کے ہوتے ہوئے یہ حکم خاص اسباب اور وجوہات کی بنا پر دیا ہوگا۔ بالعموم اس حکم کا مقصد مسلمان خاندانوں کو اہل یہود کے فتنہ و فساد سے دور رکھنا مقصود ہوگا۔ ویسے بھی نکاح احتیاط اور پوری دیکھ بھال کر کے کرنا قرین حکمت ہے۔

امام ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں:

(۱) ماتریدی، تأويلات أهل السنة، ۳:۴۶۲-۴۶۳

وروي عن عمر ﷺ كراهة ذلك، وذلك لأن حذيفة ﷺ تزوج يهودية، فكتب إليه عمر ﷺ بأمره بطلاقها، ويقول: كفى بذالك فتنة للمسلمات، فهذا – أيضا – (لا) على سبيل التحريم، ولكن لما ذكر من الفتنة: فتنة المسلمات، فأصحابنا يكرهون أيضاً تزويج الكتابيات ولا يحرمونه.(۱)

حضرت عمر ﷺ سے کتابی عورتوں کے ساتھ نکاح میں کراہت مروی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ حضرت حذیفہ ﷺ نے ایک یہودی عورت سے شادی کی تو حضرت عمر ﷺ نے ان کو خط لکھا جس میں اُنہیں اس عورت کو طلاق دینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: 'کتابی عورتوں کے ساتھ شادی کرنا مسلمان عورتوں کے لئے فتنے کا باعث ہے'۔ لیکن یہ حکم اَہل کتاب عورت کے ساتھ شادی حرام ہونے کے سبب سے نہیں تھا بلکہ مسلمان عورتوں کے حوالے سے متوقع فتنے کے باعث تھا۔ یہ وجہ ہے کہ ہمارے اَصحاب بھی اَہلِ کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح ناپسند تو کرتے ہیں مگر اس کو حرام قرار نہیں دیتے۔

جہاں تک سیدنا عبد اللہ بن عمر کے موقف کا تعلق ہے اس کی حقیقت کو بھی امام ابو بکر جصاص نے واضح فرما دیا ہے:

قال أبو عبيد: وحدثنی علی بن معبد عن أبی المليح عن ميمون بن مهران، قال: قلت لابن عمر: إنا بأرض يخالطنا فيها أهل الكتاب، أفننكح نساءهم ونأكل طعامهم؟ قال: فأعاد علي آية التحليل وآية التحريم.(۲)

ابو عبید کہتے ہیں کہ ہمیں علی بن معبد نے ابو ملیح سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ

(۱) ماتریدی، تأویلات أهل السنة، ۳:۴۶۳

(۲) جصاص، أحکام القرآن، ۳:۳۲۵

انہوں نے میمون بن مہران سے روایت نقل کی۔ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں اہل کتاب کی آبادی بھی ہے۔ کیا ہم ان کی عورتوں سے نکاح کر سکتے اور ان کے کھانے کھا سکتے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر مجھے حلت نکاح اور تحریم والی دونوں آیتیں سنادیں۔

قال أبو بكر يعنى بآية التحليل: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾، وبآية التحريم ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾. فلما رأى ابن عمر الآيتين فى نظامها تقتضى إحداهما التحليل والأخرى التحريم، وقف فيه ولم يقطع بإباحته. (١)

امام ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تحلیل کی یہ آیت پڑھی ہوگی: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ ’اور (اسی طرح) پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (تمہارے لیے حلال ہیں)‘؛ اور تحریم کی یہ آیت پڑھی ہوگی: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ ’اور تم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں‘۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جب یہ دیکھا کہ دونوں آیات اپنے تسلسل اور سیاق و سباق کے لحاظ سے تحلیل اور تحریم کی متقاضی ہیں تو آپ نے اس مسئلے میں سکوت اختیار کر لیا اور اس کی اباحت کے سلسلے میں کوئی قطعی رائے نہیں دی۔

واتَّفَقَ جَمَاعة من الصحابة على إباحة أهل الكتاب الذميات سوى ابن عمر وجعلوا قوله ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ﴾ خاصًا فى غير أهل الكتاب. (٢)

---

(١) جصاص، أحكام القرآن، ٣:٣٢٥

(٢) جصاص، أحكام القرآن، ٣:٣٢٥

کتابی عورت، جو ذمی بھی ہو اس کے ساتھ نکاح کے جواز اور اباحت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا تمام صحابہ متفق الرائے ہیں۔ ان صحابہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد - ﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ﴾ 'اورتم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو' - کو غیر اہل کتاب عورتوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔

حدثنا جعفر بن محمد، قال: حدثنا جعفر بن محمد بن اليمان، قال: حدثنا أبو عبيد، قال: حدثنا عبد الرحمن بن مهدى، عن سفيان عن حماد، قال: سألت سعيد بن جبير عن نكاح اليهودية والنصرانية. قال: لا بأس. قال: قلت: فإن الله تعالى قال ﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾. قال: أهل الأوثان والمجوس.[1]

ہمیں جعفر بن محمد نے روایت بیان کی، انہیں جعفر بن محمد بن الیمان نے، انہیں ابو عبید نے، انہیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے سفیان سے، انہوں نے حماد سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر سے یہودی اور عیسائی عورتوں کے ساتھ نکاح کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ تو یہ ہے: ﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾۔ کہنے لگے: اس سے بت پرست اور مجوسی عورتیں مراد ہیں۔

اِس باب میں ہم نے قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ اور اَقوالِ اَئمہ و محدثین و فقہاء کے ذریعے صراحتاً بیان کر دیا ہے کہ اَہلِ کتاب کے ذبائح کھائے جاسکتے ہیں اور ان کی عورتوں سے نکاح بھی کیا جاسکتا ہے۔ اِن معاملات پر شریعتِ اِسلامیہ میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب کے مابین واضح فرق موجود ہے۔

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۳:۳۲۵

باب پنجم

اَہلِ کتاب کے بارے میں علامہ ابن القیم کی کتاب ’أَحْکَامُ أَهْلِ الذِّمَّة‘ سے ماخوذ اَحکام

گزشتہ اَبواب میں قرآن و حدیث، تفسیر اور فقہ و عقائد کی کتب سے تفصیلی دلائل کی روشنی میں واضح کیا گیا کہ اِسلام نے اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب کے بارے میں جدا جدا اَحکامات بیان فرمائے ہیں اور ان کے ساتھ تعلقات کی نوعیت بھی الگ الگ ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کے شاگردِ جلیل علامہ ابن القیم الجوزیہ نے اَہلِ کتاب کے بارے میں ایک ضخیم کتاب **أحكام أهل الذمة** تصنیف کی ہے، جس میں انہوں نے تفصیلی اَحکامات قلم بند کیے ہیں۔ اگرچہ بہت سے احکامات ہم گزشتہ صفحات میں بیان کرچکے ہیں، تاہم علامہ ابن القیم کی کتاب کی اِفادیت کے پیشِ نظر اَہلِ کتاب سے متعلقہ بعض اَہم اَحکامات ذیل میں بھی من و عن قارئین کی نظر کیے جا رہے ہیں۔

ا۔ ذِمّیوں کا مسجد حرام میں دخول

علامہ ابن القیم اَہلِ کتاب کے مسجد میں دخول سے متعلق اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِنْ دَخَلُوهَا بِإِذْنِ مُسْلِمٍ فَفِيهِ قَوْلَانِ لِلْفُقَهَاءِ، هُمَا رِوَايَتَانِ عَنْ أَحْمَدَ. (۱)

اگر وہ (یہود و نصاریٰ) ان مساجد میں مسلمان کی اجازت سے داخل ہوئے تو اس بارے میں فقہاء کے دو قول ہیں اور یہ دونوں اَقوال امام احمد بن حنبل کی دو روایات ہیں۔

پہلی روایت

وَوَجْهُ الْجَوَازِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْزَلَ الْوُفُودَ مِنَ الْكُفَّارِ فِي مَسْجِدِهِ، فَأَنْزَلَ فِيهِ وَفْدَ نَجْرَانَ وَوَفْدَ ثَقِيفٍ وَغَيْرَهُمْ. (۲)

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۰۶

(۲) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۰۶

(مسجد میں اہل کتاب کے دخول کے) جواز کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کے وفود کو اپنی مسجد میں ٹھہرایا، اور اس میں وفدِ نجران، وفدِ ثقیف اور ان کے علاوہ دیگر (غیر مسلم) لوگوں کو اپنی مسجد میں ٹھہرایا۔

امام احمد بن حنبل اور امام ابو داود کی حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ روایت میں ہے کہ:

إِنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ. (۱)

وفدِ ثقیف جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا۔

امام عبد الرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا ہے:

أَنْزَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَفْدَ ثَقِيفٍ فِي الْمَسْجِدِ، وَبَنٰى لَهُمْ فِيهِ الْخِيَامَ، يَرَوْنَ النَّاسَ حِينَ يُصَلُّونَ وَيَسْمَعُونَ الْقُرْآنَ. (۲)

حضور نبی اکرم ﷺ نے وفدِ ثقیف کو اپنی مسجد میں ٹھہرایا اور وہیں ان کے لئے خیمے نصب کرائے، وہ صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھتے اور تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے سنتے۔

امام بیہقی، ابن سعد، ابن القیم اور ذہبی کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ حضرت محمد بن

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل في المسند، ۴:۲۱۸، رقم:۱۷۹۴۲

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب ما جاء في خبر الطائف، ۳:۱٦۳، رقم:۳۰۲٦

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۹:۵۴، رقم:۸۳۷۲

۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۲:۴۴۴، رقم:۴۱۳۱

۵۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲:۲۸۵، رقم:۱۳۲۸

اس روایت کے رجال ثقہ ہیں۔

(۲) عبد الرزاق، المصنف، ۱:۴۱۴، رقم:۱٦۲۲

جعفر نے فرمایا:

لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ نَجْرَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ دَخَلُوْا عَلَيْهِ مَسْجِدَهٗ بَعْدَ الْعَصْرِ. (١)

جب نجران کے مسیحیوں کا وفد آیا تو وہ نمازِ عصر کے بعد مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔

علامہ ابن القیم مسجدِ نبوی میں وفد نجران کے قیام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَقَدْ مَكَّنَ النَّبِيُّ ﷺ وَفْدَ نَصَارٰى نَجْرَانَ مِنْ صَلَاتِهِمْ فِي مَسْجِدِهٖ إِلٰى قِبْلَتِهِمْ. (٢)

حضور نبی اکرم ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کے وفد کو اپنی مسجد میں ٹھہرایا اور انہیں اُن کے اپنے قبلہ رُخ ہوکر عبادت کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

دوسری روایت

قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: كَانَ أَبُو سُفْيَانَ يَدْخُلُ مَسْجِدَ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ عَلٰى شِرْكِهٖ. (٣)

حضرت سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں: ابوسفیان اُس وقت مسجدِ نبوی میں داخل ہوا کرتے تھے جب وہ ابھی اپنے شرک پر ہی قائم تھے۔

---

(١) ١۔ بیہقی، دلائل النبوة، ٥:٣٨٢
٢۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ١:٣٥٧
٣۔ ابن القیم، زاد المعاد، ٣:٦٢٩
٤۔ ذہبی، تاریخ الإسلام، ٢:٦٩٥
(٢) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ٢:٨٢٢
(٣) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ١:٤٠٦

مشرکینِ مکہ نے فتحِ مکہ سے قبل جب قبیلہ بنوخزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی تو اس سے مسلمانوں اور ان مشرکین کے مابین قائم حدیبیہ کا معاہدۂ اَمن ٹوٹ گیا۔ اس معاہدۂ اَمن کی تجدید کے سلسلے میں ابو سفیان (جو کہ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسجد میں داخل ہوگیا۔ ابن ہشام اس واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَقَامَ أَبُو سُفْيَانَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قَدْ أُجِرْتُ بَيْنَ النَّاسِ. ثُمَّ رَكِبَ بَعِيْرَهُ فَانْطَلَقَ. (۱)

ابو سفیان مسجدِ نبوی میں کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! (یہاں) تم لوگوں کے درمیان (آنے اور بات چیت کرنے کے لیے) مجھے پناہ دی گئی ہے۔ پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور چل دیے۔

تیسری روایت

وَقَدِمَ عُمَيْرُ بْنُ وَهْبٍ - وَهُوَ مُشْرِكٌ - فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ ﷺ فِيهِ، لِيَفْتِكَ بِهِ، فَرَزَقَهُ اللهُ تَعَالَى الإِسْلَامَ. (۲)

عمیر بن وہب حالتِ شرک میں حضور نبی اکرم ﷺ پر حملہ کرنے کے ارادے سے آیا اور مسجد میں داخل بھی ہوگیا کیونکہ آپ ﷺ مسجد میں تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کی دولت سے سرفراز فرما دیا۔

عمیر بن وہب کا حالتِ شرک میں مسجد میں داخل ہونے کا یہ واقعہ بھی کتبِ سیر و تاریخ میں تفصیل سے درج ہے۔ عمیر بن وہب کا بیٹا وہب بن عمیر غزوۂ بدر میں قیدی بنا۔ اسے

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرة النبویة، ۵: ۴۹-۵۱
۲۔ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۴: ۲۸۰
۳۔ حلبی، السیرة، ۳: ۶-۸
(۲) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۴۰۶

آزاد کرانے کی نیت سے عمیر بن وہب مدینہ آیا تو حضور نبی اکرم ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے روکا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ اور اس سے فرمایا: اے عمیر! قریب آجاؤ۔ پھر عمیر بن وہب نے وہاں اسلام قبول کر لیا۔ اس واقعہ کو امام طبرانی نے 'المعجم الکبیر' میں روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ امام ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر سمیت تاریخ کی دیگر کتب میں بھی اس واقعے کی تفصیلات ملتی ہیں۔(۱)

بحث کو سمیٹتے ہوئے علامہ ابن القیم مسجدِ نبوی میں مشرکین کے داخلے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَمَّا دُخُولُ الْكُفَّارِ مَسْجِدَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ ذٰلِکَ لِمَا كَانَ بِالْمُسْلِمِينَ حَاجَةٌ إِلٰى ذٰلِکَ، وَلِأَنَّهُمْ كَانُوا يُخَاطِبُونَ النَّبِيَّ ﷺ فِي عُهُودِهِمْ، وَيُؤَدُّونَ إِلَيْهِ الرَّسَائِلَ، وَيَحْمِلُونَ مِنْهُ الْأَجْوِبَةَ وَيَسْمَعُونَ مِنْهُ الدَّعْوَةَ، وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ لِيَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ لِكُلِّ مَنْ قَصَدَهُ مِنَ الْكُفَّارِ، فَكَانَتِ الْمَصْلَحَةُ فِي دُخُولِهِمْ.(۲)

رہی یہ بات کہ کفار مسجد نبوی میں کیوں داخل ہوئے؟ تو ایسا اکثر ہوتا تھا کیونکہ یہ مسلمانوں کی ضرورت تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ اکثر معاہدات میں کفار کو حضور نبی اکرم ﷺ سے گفتگو کرنے کی نوبت آتی رہتی تھی۔ وہ اپنے پیغامات بھی حضور ﷺ کو پہنچانے (مدینہ طیبہ) آتے۔ آپ ﷺ سے ان کے جوابات بھی حاصل کرتے اور حضور ﷺ سے (اس بہانے) انہیں دعوتِ دین سننے کا موقع بھی ملتا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کفار میں سے ہر ایک شخص کے لئے مسجد سے باہر تشریف لے

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۵۸، رقم: ۱۱۸
۲۔ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ۳: ۳۱۳-۳۱۴
۳۔ ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ۲: ۳۰-۳۱
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۴-۲۸۵

(۲) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۴۰۷

آتے بلکہ اُن کفار کے مسجد میں داخل ہونے میں یہ خصوصی مصلحت کارفرما ہوتی۔

۲۔ اَہلِ کتاب کی عیادت

اَہلِ کتاب بیمار و علیل ہوں تو انسانی ہمدردی کی بناء پر ان کی عیادت کرنی چاہیے۔ علامہ ابن القیم نے اس حوالے سے مختلف روایات اور واقعات اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل درج کی جاتی ہے:

۱۔ **قَالَ الْمَرْوَزِيُّ: بَلَغَنِي أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللهِ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ لَهُ قَرَابَةُ نَصْرَانِيٍّ يَعُودُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.**

امام مروزی نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ابو عبد اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص کا رشتے دار عیسائی ہو اور وہ بیمار ہوجائے تو کیا اس کی عیادت کرنی چاہیے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

۲۔ **قَالَ الْأَثْرَمُ: وَسَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ يُسْأَلُ عَنِ الرَّجُلِ لَهُ قَرَابَةُ نَصْرَانِيٍّ يَعُودُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيْلَ لَهُ: نَصْرَانِيٌّ. قَالَ: أَرْجُو أَلَا تَضِيْقَ الْعِيَادَةُ.**

اَثرم نے کہا ہے: میں نے ابو عبد اللہ سے سنا کہ ان سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جارہا تھا جس کی ایک عیسائی کے ساتھ رشتہ داری تھی کہ کیا وہ اس (عیسائی رشتہ دار) کی عیادت کرسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ ان سے کہا گیا: وہ عیسائی ہے۔ انہوں نے جواب دیا: میں امید کرتا ہوں کہ تیمار داری میں (مذہبی) تنگ نظری آڑے نہیں آنی چاہیے۔

۳۔ **قَالَ الْأَثْرَمُ: وَقُلْتُ لَهُ مَرَّةً أُخْرَى يَعُودُ الرَّجُلُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى؟ قَالَ: أَلَيْسَ عَادَ النَّبِيُّ ﷺ الْيَهُودِيَّ وَدَعَاهُ إِلَى الْإِسْلَامِ؟**(۱)

---

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۲: ۲۱۲، رقم: ۵۹۷
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۲۷

اَثرم نے کہا: میں نے انہیں دوبارہ پوچھا: کیا انسان کو یہود و نصاریٰ کی عیادت کرنی چاہیے؟ انہوں نے فرمایا: کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے یہودی (لڑکے) کی عیادت نہیں فرمائی اور اسے اسلام کی دعوت نہیں دی تھی؟

۴۔ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ الْأَصْبَهَانِيُّ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ عِيَادَةِ الْقَرَابَةِ وَالْجَارِ النَّصْرَانِيِّ. قَالَ: نَعَمْ.(۱)

ابومسعود اَصبہانی نے کہا ہے: میں نے امام اَحمد بن حنبل سے عیسائی رشتے داروں اور پڑوسیوں کی عیادت کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: ہاں! یہ جائز ہے۔

۵۔ وَثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ عَادَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيِّ ابْنِ سَلُولٍ رَأْسَ الْمُنَافِقِينَ.(۲)

حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی بن سلول کی عیادت فرمائی۔

علامہ ابن القیم کی بیان کردہ روایات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موضوع سے متعلقہ چند احادیث بھی ذکر کر دی جائیں۔

۱۔ 'صحیح بخاری'، 'مسند احمد' اور 'سنن ابی داود' میں حضرت انس بن مالک ﷺ کی روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ. فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ. فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۲: ۲۱۲، رقم: ۵۹۸
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۲۷
(۲) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۳۰

مِنَ النَّارِ.[۱]

ایک یہودی لڑکا حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر اُس سے فرمایا: اسلام قبول کرلو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اُس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے باپ نے کہا: ابو القاسم ﷺ کا حکم مان لو۔ چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے (میرے تعلق کی لاج رکھتے ہوئے) اسے جہنم سے بچا لیا۔

امام احمد بن حنبل اور امام ابو داود کی بیان کردہ روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ ِللهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ بِي مِنَ النَّارِ.[۲]

حضور نبی اکرم ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسے میرے وسیلے سے جہنم سے بچا لیا ہے۔

۲۔ 'مسند احمد' اور 'سنن ابی داود' میں حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبی فمات هل يصلی عليه وهل يعرض علی الصبی الإسلام، ۱:۴۵۵، رقم:۱۲۹۰
۲۔ بخاری، الأدب المفرد:۱۸۵، رقم:۵۲۴
۳۔ أبو يعلی، المسند، ۶:۹۳، رقم:۳۳۵۰
۴۔ بیهقی، السنن الکبری، ۳:۳۸۳، رقم:۶۳۸۹

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۸۰، رقم:۱۴۰۰۹-۱۴۰۱۰
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الجنائز، باب في عيادة الذمی، ۳:۱۸۵، رقم:۳۰۹۵

خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ. (۱)

رسول اللہ ﷺ اُس مرض میں رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جس میں اُس کی موت واقع ہوئی تھی۔

۳۔ اَہلِ کتاب کے جنازے میں شرکت

اَہلِ کتاب اور مشرکین فوت ہوجائیں تو تالیفِ قلب کے لیے ان کے جنازے میں بھی شرکت کی جاسکتی ہے۔ علامہ ابن القیم نے اس ضمن میں بھی مختلف واقعات بطور دلائل پیش کیے ہیں۔ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ: يُشَيِّعُ الْمُسْلِمُ جِنَازَةَ الْمُشْرِكِ؟ قَالَ: نَعَمْ. (۲)

محمد بن موسیٰ نے کہا ہے: میں نے ابو عبد اللہ سے کہا: مسلمان کسی مشرک کے جنازے کے ساتھ چلے تو کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

۲۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ هَارُوْنَ: قِيلَ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ: وَيَشْهَدُ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۰۱، رقم: ۲۱۸۰۶
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الجنائز، باب العيادة، ۳: ۱۸۴، رقم: ۳۰۹۴
۳۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۴۹۱، رقم: ۱۲۶۲
۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱: ۱۶۳، رقم: ۳۹۰
۵۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۴: ۱۱۷، رقم: ۱۳۲۸
امام حاکم نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے: یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(۲) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۲۱۸، رقم: ۶۱۹
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۳۲

جِنَازَتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، نَحْوُ مَا صَنَعَ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ؛ كَانَ شَهِدَ جِنَازَةَ أُمِّهِ.(۱)

محمد بن حسن بن ہارون نے کہا ہے: ابوعبد اللہ سے پوچھا گیا: مسلمان کسی مشرک کے جنازے میں شریک ہوسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! کیوں نہیں؟ جیسا کہ حارث بن ابی ربیعہ نے کیا تھا۔ وہ اپنی (مشرک) والدہ کے جنازے میں شریک ہوئے تھے۔

۳۔ قَالَ أَبُو طَالِبٍ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَنِ الرَّجُلِ يَمُوتُ وَهُوَ يَهُودِيٌّ، وَلَهُ وَلَدٌ مُسْلِمٌ كَيْفَ يَصْنَعُ؟ قَالَ: يَرْكَبُ دَابَّتَهُ وَيَسِيرُ أَمَامَ الْجِنَازَةِ.(۲)

ابو طالب نے کہا ہے: میں نے ابوعبد اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو یہودی مذہب پر فوت ہوتا ہے لیکن اس کا بیٹا مسلمان ہے۔ وہ (مسلمان بیٹا) کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی سواری پر سوار ہو اور جنازے کے آگے چلے۔

۴۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: مَاتَتْ أُمِّي نَصْرَانِيَّةً، فَأَتَيْتُ عُمَرَ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: ارْكَبْ فِي جِنَازَتِهَا وَسِرْ أَمَامَهَا.(۳)

عامر بن شقیق، ابو وائل سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میری ماں عیسائیت کی حالت میں فوت ہوئی۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اس بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: اس کے جنازے میں اپنی سواری پر سوار ہو کر جاؤ اور

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل:۲۱۸، رقم:۶۲۰
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۴۳۲

(۲) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل:۲۱۸، رقم:۶۲۱
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۴۳۳

(۳) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل:۲۱۸، رقم:۶۲۲
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۴۳۳

اس کے آگے سے چلو۔

۵۔ قَالَ الْخَلَّالُ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ قَيْسُ بْنُ شَمَّاسٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّ أُمَّهُ تُوُفِّيَتْ وَهِيَ نَصْرَانِيَّةٌ، وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَحْضُرَهَا. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ارْكَبْ دَابَّتَكَ وَسِرْ أَمَامَهَا.(۱)

خلال نے کہا ہے: حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: قیس بن شماس حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: میری ماں نصرانی مذہب پر تھی اور وہ فوت ہوگئی ہے۔ قیس بن شماس کی خواہش تھی کہ اپنی والدہ کے جنازے میں شریک ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اپنی سواری پر سوار ہوجاؤ اور اس کے آگے آگے چلتے رہو۔

۶۔ وَقَالَ حَنْبَلٌ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَنِ الْمُسْلِمِ تَمُوتُ لَهُ أُمٌّ نَصْرَانِيَّةٌ أَوْ أَبُوهُ أَوْ أَخُوهُ أَوْ ذُو قَرَابَتِهِ، وَتَرٰى أَنْ يَلِيَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهٖ حَتّٰى يُوَارِيَهُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ أَبًا أَوْ أُمًّا أَوْ أَخًا أَوْ قَرَابَةً قَرِيبَةً وَحَضَرَهُ فَلَا بَأْسَ.(۲)

حنبل نے کہا ہے: میں نے ابوعبد اللہ سے اس مسلمان کے بارے میں سوال کیا جس کی نصرانی ماں یا اس کا والد یا اس کا بھائی یا اس کا کوئی رشتہ دار فوت ہوگیا ہو۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ اس کو لحد میں اتارنے تک اس کے کسی معاملے کا ذمے دار

---

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل:۲۱۹، رقم:۶۲۳
۲۔ دارقطنی، السنن، كتاب الجنائز، باب وضع اليمنى على اليسرى ورفع الأيدى عند التكبير، ۲:۷۵، رقم:۶
۳۔ زيلعى، نصب الراية، ۲:۲۹۲
۴۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۴۳۴
(۲) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل:۲۱۹، رقم:۶۲۴
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۴۳۵

ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر (مرنے والا اس کا) باپ یا ماں یا بھائی یا قریبی رشتہ دار ہو، اور وہ اس کے جنازہ میں شریک ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۷۔ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَبِيعَةَ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ﷺ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ، وَقَدْ عَلِمْتَ الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ النَّصْرَانِيَّةِ. قَالَ: أَحْسِنْ وِلَايَتَهَا، وَكَفِّنْهَا، وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهَا. (۱)

حضرت عبد اللہ بن ربیعہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے کہا: میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور آپ جانتے ہیں وہ نصرانیہ تھی۔ آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ اور اسے کفن پہناؤ مگر اس کی قبر پر کھڑے مت ہونا۔

۸۔ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ﷺ عَنْ رَجُلٍ مَاتَ أَبُوهُ نَصْرَانِيًّا. قَالَ: يَشْهَدُهُ وَيَدْفِنُهُ. (۲)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت (عبد اللہ) بن عباس ﷺ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس کا والد نصرانی ہی فوت ہوگیا ہو۔ آپ نے کہا: وہ اس کے جنازے میں شریک ہو اور اسے دفنانے میں بھی حصہ لے۔

۴۔ اَہلِ کتاب سے تعزیت

غیر مسلم فوت ہوجائیں تو ان کے پسماندگان سے تعزیت کرنے کی بھی اسلام اجازت دیتا ہے تاکہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا جائے۔ علامہ ابن القیم اس پر کچھ دلائل بطور اِستشہاد پیش کرتے ہیں۔

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۲۱۹، رقم: ۶۲۴
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۳۶

(۲) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۲۲۰، رقم: ۶۲۸
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۳۷

۱۔ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تُعَزِّيَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْ: أَكْثَرَ اللهُ مَالَكَ وَوَلَدَكَ وَأَطَالَ حَيَاتَكَ أَوْ عُمُرَكَ.(۱)

منصور، ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تو اَہلِ کتاب میں سے کسی شخص سے تعزیت کرے تو یہ کہو: اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور اولاد کو بڑھائے اور تمہاری زندگی یا عمر لمبی کرے۔

۲۔ قَالَ الْحَسَنُ: إِذَا عَزَّيْتَ الذِّمِّيَّ، فَقُلْ: لَا يُصِيبُكَ إِلَّا خَيْرٌ.(۲)

امام حسن بصری نے فرمایا ہے: اگر تو کسی ذِمی شخص سے تعزیت کرے تو اسے کہہ: تجھے بھلائی نصیب ہو۔

۵۔ اَہلِ کتاب کا ذبیحہ

گزشتہ باب چہارم کی فصل اوّل میں ہم اَہلِ کتاب کے ذبیحہ کے حوالے سے تفصیلی بحث کر آئے ہیں۔ قرآن و حدیث سے دلائل اور ائمہ کرام کے استشہاد کرنے کے بعد ذیل میں ہم صرف علامہ ابن القیم کی تحقیق پیش کر رہے ہیں۔

قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ص وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ [المائدة، ٥:٥].

وَلَمْ يَخْتَلِفِ السَّلَفُ أَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِكَ الذَّبَائِحُ.(۳)

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۲۲۴، رقم: ٦۳٦
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۳۸-۴۳۹
(۲) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۲۲۴، رقم: ٦۳۸
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۴۳۹
(۳) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۰۲

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ 'اور ان لوگوں کا ذبیحہ (بھی) جنہیں (الہامی) کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے'۔

سلف صالحین نے اس بابت کوئی اختلاف نہیں کیا کہ اس آیت سے مراد ان (اَہلِ کتاب) کے ہی ذبیحے ہیں۔

آگے علامہ ابن القیم مختلف اقوال پیش کرتے ہیں۔

۱۔ قَالَ الْبُخَارِيُّ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ. (۱)

امام بخاری نے کہا ہے: حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ان (اَہلِ کتاب) کے طعام سے مراد ان کے ذبیحے ہیں۔

۲۔ وَكَذٰلِكَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَمُجَاهِدٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ وَالْحَسَنُ وَغَيْرُهُمْ. (۲)

اسی طرح ابن مسعود، مجاہد، ابراہیم، قتادہ، حسن اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کا بھی یہی موقف ہے۔

۳۔ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ التِّرْمِذِيُّ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَنْ ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهَا. (۳)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الذبائح والصید، باب ذبائح أهل الکتاب وشحومها من أهل الحرب وغیرهم، ۵:۲۰۹۷

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹:۲۸۲، رقم:۱۸۹۳۴

۳۔ ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱:۵۰۲

(۲) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱:۵۰۲

(۳) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱:۵۰۳

امام احمد بن حسن ترمذی نے کہا ہے: میں نے ابوعبد اللہ سے اَہلِ کتاب کے ذبائح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۔ وَقَالَ حَنْبَلٌ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ: تُؤْكَلُ ذَبِيْحَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ.(۱)

حنبل نے کہا ہے: میں نے ابوعبد اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: یہودی اور نصرانی کا ذبیحہ کھایا جاسکتا ہے۔

۵۔ وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: لَا بَأْسَ أَنْ يَذْبَحَ أَهْلُ الْكِتَابِ لِلْمُسْلِمِينَ غَيْرَ النَّسِيكَةِ.(۲)

اِسحاق بن منصور نے کہا ہے: ابوعبد اللہ کا قول ہے: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اَہلِ کتاب مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی مانی ہوئی نذر کے علاوہ بھی اگر کوئی جانور ذبح کریں تو درست ہے۔

٦۔ وَقَالَ حَنْبَلٌ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ إِذَا أَهَلُّوا لِلّٰهِ وَسَمَّوْا عَلَيْهِ، قَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾ [الأنعام، ٦:١٢١]، وَالْمُسْلِمُ فِي قَلْبِهِ اسْمُ اللهِ، وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ مِمَّا ذَبَحُوْا لِكَنَائِسِهِمْ وَأَعْيَادِهِمْ يُجْتَنَبُ ذٰلِكَ، وَأَهْلُ الْكِتَابِ يُسَمُّونَ عَلٰى ذَبَائِحِهِمْ أَحَبُّ إِلَيَّ.(۳)

(۱) ۱۔ خلال، أحکام أهل الملل: ۳٦۲، رقم: ۱۰۰۷
۲۔ ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۵۰۳-۵۰۴
(۲) ۱۔ خلال، أحکام أهل الملل: ۳٦۲، رقم: ۱۰۰۸
۲۔ ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۵۰۴
(۳) ۱۔ خلال، أحکام أهل الملل: ۳٦۲-۳٦۳، رقم: ۱۰۰۹
۲۔ ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۵۰۴-۵۰۵

حنبل کا قول ہے: میں نے ابو عبد اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اَہلِ کتاب کا ذبیحہ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب وہ اس پر (بوقتِ ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام پکاریں اور بسم اللہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾ 'اور تم اس (جانور کے گوشت) سے نہ کھایا کرو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو'۔ اور مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا نام ہوتا ہے، اور جس جانور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے جیسے وہ جانور جو وہ اپنے گرجا گھروں کے لئے یا اپنی عیدوں کے لئے (خاص طور پر) ذبح کرتے ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔ اور اَہلِ کتاب نے اگر اپنے ذبائح پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو تو یہ میرے لئے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۷۔ وَقَالَ مُهَنَّا بْنُ يَحْيٰى: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَنْ ذَبَائِحِ السَّامِرَةِ. قَالَ: تُؤْكَلُ، هُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ. (۱)

مہنا بن یحییٰ کا قول ہے: میں نے ابو عبد اللہ سے سامرہ کے ذبائح کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اُن کے ذبائح کھا لیے جائیں کیونکہ وہ (سامرہ) اَہلِ کتاب میں سے ہیں۔

۸۔ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ: قَالَ أَبِي: لَا بَأْسَ بِذَبَائِحِ أَهْلِ الْحَرْبِ إِذَا كَانُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ. (۲)

عبد اللہ بن احمد کا قول ہے: میرے والد (امام احمد بن حنبل) نے فرمایا: اَہلِ حرب کے ذبائح کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر وہ اَہلِ کتاب میں سے ہوں۔

---

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل:۳۶۴، رقم:۱۰۱۶
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۰۵

(۲) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل:۳۶۵-۳۶۶، رقم:۱۰۱۸
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۰۵

۹۔ قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: أَجْمَعَ عَلَى هَذَا كُلُّ مَنْ يُحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ.[۱]

ابن منذر نے کہا ہے: اس بات پر کم و بیش اَہلِ علم میں ہر اُس شخص کا اِجماع ہے، جس سے کوئی روایت نقل اور محفوظ کی جاتی ہے۔

اَہلِ کتاب کے ذبیحہ کے بارے میں مذکورہ بالا اقوال پیش کرنے کے بعد علامہ ابن القیم لکھتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُهُمْ: إِنَّ التَّسْمِيَةَ شَرْطٌ فِي الْحِلِّ، فَلَعَمْرُ اللهِ! إِنَّهَا لَشَرْطٌ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ ﷺ، وَأَهْلُ الْكِتَابِ وَغَيْرُهُمْ فِيهَا سَوَاءٌ، فَلَا يُؤْكَلُ مَتْرُوكُ التَّسْمِيَةِ سَوَاءٌ ذَبَحَهُ مُسْلِمٌ أَوْ كِتَابِيٌّ، لِبِضْعَةَ عَشَرَ دَلِيلًا.[۲]

اور رہا ائمہ کا یہ قول کہ (اَہلِ کتاب کے ذبائح) حلال ہونے میں تسمیہ شرط ہے۔ قسم ہے خدا کی! یہ کتاب اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی سنت کی بدولت شرط ہے، اور اَہلِ کتاب اور ان کے علاوہ باقی لوگ اس میں برابر ہیں۔ سو وہ جانور جس پر (بوقتِ ذبح) تسمیہ نہیں پڑھی گئی اسے نہیں کھایا جائے گا خواہ اسے مسلمان نے ہی ذبح کیا ہو یا کتابی نے۔ اِس موقف کے بارے میں دس سے زائد دلائل ہیں۔

ذبائح کے اَحکام میں معاہد اور حربی میں کوئی فرق نہیں ہے

بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے علامہ ابن القیم دوٹوک الفاظ میں بیان کرتے ہیں ذبائح کے اَحکام میں معاہد اور حربی میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی حربی اور غیر حربی اَہلِ کتاب کے ذبیحہ کا حکم یکساں ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۰۵

(۲) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۱۰

إِذَا ثَبَتَ هٰذَا فَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْحَرْبِيِّ وَالْمُعَاهَدِ لِدُخُولِهِمْ جَمِيعًا فِي أَهْلِ الْكِتَابِ.(۱)

جب یہ اَمر صراحتاً ثابت ہوگیا تو پھر واضح ہوجانا چاہیے کہ حربی اور معاہد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ سارے کے سارے اَہلِ کتاب میں شامل ہیں۔

اَہلِ کتاب کے ذبائح کے مسائل

علامہ ابن القیم اپنی کتاب میں اَہلِ کتاب کے ذبیحہ کے مسائل بھی بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

فَأَمَّا الْمَسْأَلَةُ الْأُولٰى: فَمَنْ أَبَاحَ مَتْرُوكَ التَّسْمِيَةِ إِذَا ذَبَحَهُ الْمُسْلِمُ، اخْتَلَفُوا: هَلْ يُبَاحُ إِذَا ذَبَحَهُ الْكِتَابِيُّ؟ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ: يُبَاحُ، لِأَنَّ التَّسْمِيَةَ إِذَا لَمْ تَكُنْ شَرْطًا فِي ذَبِيحَةِ الْمُسْلِمِ لَمْ تَكُنْ شَرْطًا فِي ذَبِيحَةِ الْكِتَابِيِّ.

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: لَا يُبَاحُ وَإِنْ أُبِيحَ مِنَ الْمُسْلِمِ، وَفَرَّقُوا بَيْنَهُمَا بِأَنَّ اسْمَ اللهِ فِي قَلْبِ الْمُسْلِمِ وَإِنْ تَرَكَ ذِكْرَهُ بِلِسَانِهِ، وَهٰذَا مُقْتَضَى الْمَنْقُولِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ، وَهُوَ ظَاهِرُ نَصِّ أَحْمَدَ. فَإِنَّ أَحْمَدَ قَالَ فِي رِوَايَةِ حَنْبَلٍ: لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ إِذَا أَهَلُّوا بِهَا لِلّٰهِ وَسَمَّوْا عَلَيْهَا. قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾ [الأنعام، ٦:١٢١]، وَالْمُسْلِمُ فِي قَلْبِهِ اسْمُ اللهِ(۲)، فَقَدْ خَرَجَ بِالْفَرْقِ كَمَا تَرٰى.(۳)

پہلا مسئلہ: جن لوگوں نے ایسے ذبیحہ کو مباح قرار دیا جسے مسلمان نے بغیر بسم اللہ

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۱۳
(۲) خلال، أحكام أهل الملل:۳۶۲-۳۶۳، رقم:۱۰۰۹
(۳) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۱۴

پڑھے ذبح کیا ہو، ان کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا وہ جانور اُس وقت مباح ہوسکتا ہے جب اسے کوئی کتابی بھی بغیر بسم اللہ پڑھے ذبح کرے؟ ایک گروہ کا قول ہے کہ مباح ہوگا کیونکہ تسمیہ جب مسلمان کے ذبیحہ میں شرط نہ رہی تو کتابی کے ذبیحہ میں بھی شرط نہ رہی۔

ایک گروہ کا قول ہے: کتابی کا ذبیحہ بسم اللہ پڑھے بغیر مباح نہیں ہوگا جب کہ مسلمان کا ذبیحہ بسم اللہ پڑھے بغیر بھی مباح ہوگا۔ اس گروہ نے ان دونوں کے ذبیحوں میں اس طرح فرق کیا ہے کہ اللہ تعالی کا نام مسلمان کے دل میں ہوتا ہے اگرچہ وہ اسے زبان سے ادا نہ بھی کرے۔ اس روایت میں بھی یہی مراد ہے جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یہی امام احمد بن حنبل کی ظاہر نص سے مراد ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے: اَہلِ کتاب کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں جب وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام پکاریں اور بسم اللہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾ 'اورتم اس (جانور کے گوشت) سے نہ کھایا کرو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو'۔ اور مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا نام ہوتا ہے۔ اِس طرح انہوں نے دونوں موقف میں فرق ختم کر دیا، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا ہے۔

الْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةُ: قَالَ الْمَيْمُونِيُّ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَمَّنْ يَذْبَحُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَمْ يُسَمِّ؟ فَقَالَ: إِنْ كَانَ مِمَّا يَذْبَحُونَ لِكَنَائِسِهِمْ يَدَعُونَ التَّسْمِيَةَ فِيهِ عَلٰى عَمْدٍ، إِنَّمَا يُذْبَحُ لِلْمَسِيحِ فَقَدْ كَرِهَهُ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما، إِلَّا أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه يَتَأَوَّلُ أَنَّ طَعَامَهُمْ حِلٌّ، وَأَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ مِنْهُ الْكَرَاهِيَةُ لِأَكْلِ مَا ذُبِحَ لِكَنَائِسِهِمْ.[1]

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل:۳۶۷، رقم:۱۰۲۸
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۱۵

دوسرا مسئلہ: میمونی کا قول ہے: میں نے ابو عبد اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اَہلِ کتاب میں سے ہو اور (جانور ذبح کرتے وقت) بسم اللہ نہ پڑھے (تو اس ذبیحے کا کیا حکم ہے)۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ ذبائح ان ذبیحوں میں سے ہوں جنہیں وہ اپنے گرجا گھروں کے لئے ذبح کرتے ہیں اور ان میں تسمیہ بھی جان بوجھ کر چھوڑ دیتے ہیں، اور صرف مسیح علیہ السلام کے لئے ذبح کرتے ہیں تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسے ذبائح کو مسلمانوں کے لیے مکروہ جانا ہے۔ مگر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ ایسے ذبائح کا کھانا حلال ہے۔ جب کہ میں ان کے ذبیحہ میں اکثر جو کراہت دیکھتا ہوں وہ اس کھانے کی ہے جو ان کے گرجا گھروں کے لئے ذبح کیے جانے والے جانور ہوں (یعنی میرا موقف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول پر ہے)۔

قَالَ الْمَيْمُونِيُّ أَيْضًا: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَنْ ذَبِيحَةِ الْمَرْأَةِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَمْ تُسَمِّ، قَالَ: إِنْ كَانَتْ نَاسِيَةً فَلَا بَأْسَ، وَإِنْ كَانَ مِمَّا يَذْبَحُونَ لِكَنَائِسِهِمْ قَدْ يَدَعُونَ التَّسْمِيَةَ عَلٰى عَمْدٍ. (۱)

میمونی نے یہ بھی کہا ہے: میں نے ابو عبد اللہ سے اس عورت کے ذبیحے کے بارے میں پوچھا جو اَہلِ کتاب میں سے ہو اور اس نے (جانور ذبح کرتے وقت) اس پر اللہ کا نام نہ لیا ہو۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ بھول گئی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ ذبیحہ اُن ذبائح میں سے ہو جو وہ اپنے گرجوں کے لئے ذبح کرتے ہیں تو جان بوجھ کر اس پر تسمیہ چھوڑ دیتے ہیں۔ (لہٰذا ایسے ذبائح حلال نہیں۔)

قَالَ فِي رِوَايَةِ ابْنِهِ عَبْدِ اللهِ: مَا ذُبِحَ 'لِلزُّهْرَةِ' فَلَا يُعْجِبُنِي أَكْلُهُ، قِيلَ لَهُ: أَحَرَامٌ أَكْلُهُ؟ قَالَ: لَا أَقُولُ حَرَامٌ، وَلٰكِنْ لَا يُعْجِبُنِي. (۲)

---

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۳۶۷، رقم: ۱۰۲۹

۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۱۵-۵۱۶

(۲) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۱۶

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: جس جانور کو ’زہرہ‘ کے لئے ذبح کیا جائے تو مجھے اس کا گوشت کھانا پسند نہیں ہے۔ ان سے کہا گیا: کیا اس کا کھانا حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: میں حرام نہیں کہتا، البتہ مجھے پسند نہیں ہے۔

قَالَ فِي رِوَايَةِ حَنْبَلٍ: يُجْتَنَبُ مَا ذُبِحَ لِكَنَائِسِهِمْ وَأَعْيَادِهِمْ. (۱)

حنبل کی روایت میں ہے: ایسے ذبائح سے اِجتناب کیا جائے گا جو اَہلِ کتاب کے گرجا گھروں میں یا ان کی عیدوں کے موقع پر ذبح کیے جاتے ہیں۔

وَقَالَ أَبُو الْبَرَكَاتِ فِي ’مُحَرَّرِهٖ‘: وَإِنْ ذَكَرُوا عَلَيْهِ اسْمَ غَيْرِ اللهِ فَفِيهِ رِوَايَتَانِ مَنْصُوصَتَانِ، أَصَحُّهُمَا عِنْدِي تَحْرِيمُهُ. (۲)

ابو البرکات نے اپنی کتاب ’محرر‘ میں لکھا ہے: اگر انہوں نے اپنے ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا ہو تو اس بابت دو منصوص روایتیں ہیں، اور ان دو میں سے میرے نزدیک صحیح ترین روایت اس جانور کا حرام قرار دیا جانا ہے۔

اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيمَا ذَبَحَ النَّصَارَى لِأَعْيَادِهِمْ أَوْ ذَبَحُوا بِاسْمِ الْمَسِيحِ، فَكَرِهَهُ قَوْمٌ لِأَنَّهُمْ أَخْلَصُوا الْكُفْرَ عِنْدَ تِلْكَ الذَّبِيحَةِ، فَصَارَتْ مِمَّا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ، وَرَخَّصَ فِي ذٰلِكَ قَوْمٌ عَلَى الْأَصْلِ الَّذِي أُبِيحَ مِنْ ذَبَائِحِهِمْ. (۳)

لوگوں کا اُن ذبائح کی حلت میں اِختلاف ہے جو نصاریٰ اپنی عیدوں کے موقع پر ذبح

---

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۳۶۳-۳۶۴، رقم: ۱۰۰۹
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۱۶

(۲) ۱۔ ابن تيمية، المحرر في الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل، ۲: ۱۹۲
۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۱۶

(۳) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۱۷

کرتے ہیں یا مسیح علیہ السلام کے نام پر کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اسے مکروہ جانا ہے، کیونکہ اس ذبیحہ کے وقت وہ خالصتاً کفر کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہ ذبیحہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ وہ ذبیحہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ جب کہ دیگر بعض لوگوں نے اس معاملے میں رخصت دی ہے اور ان کی بنیاد اُس نص پر ہے جو ان کے ذبائح مباح ہونے کے بارے میں ہے۔

فَأَمَّا مَنْ بَلَغنَا عَنْهُ الرُّخصَةُ فِي ذٰلِکَ. فَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ الْأَسْوَدِ السُّكُونِيِّ. قَالَ: أَتَيْتُ أَهْلِي فَإِذَا كَتِفُ شَاةٍ مَطْبُوخَةٌ، قُلْتُ: مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟ قَالُوا: جِيرَانُنَا مِنَ النَّصَارٰى ذَبَحُوا كَبْشًا لِكَنِيسَةِ جِرْجِسَ، قَلَّدُوهُ عِمَامَةً وَتَلَقَّوْا دَمَهُ فِي طَسْتٍ، ثُمَّ طَبَخُوا وَأَهْدَوْا إِلَيْنَا وَإِلٰى جِيرَانِنَا. قَالَ: قُلْتُ: ارْفَعُوا هٰذَا. ثُمَّ هَبَطْتُ إِلٰى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ، وَذَكَرْتُ ذٰلِکَ لَهُ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ، غُفْرًا، هُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ؛ طَعَامُهُمْ لَنَا حِلٌّ وَطَعَامُنَا لَهُمْ حِلٌّ. (1)

اور (اَہلِ کتاب کے) اس (ذبائح) کی رخصت کے بارے میں جو روایت ہمیں پہنچی ہے وہ ہمیں علی بن عبد اللہ نے بتائی ہے۔ وہ کہتے ہیں: ہمیں عبد الرحمٰن بن مہدی نے بتایا، ہمیں معاویہ بن صالح نے ابو زاہریہ سے اور انہوں نے عمیر بن اسود سکونی سے روایت کرتے ہوئے کہا: میں اپنے اَہلِ خانہ کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بھیڑ کی بھنی ہوئی دستی پڑی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کہاں سے آئی؟ انہوں نے کہا: ہمارے عیسائی پڑوسیوں نے اپنے جرجس گرجا کے لئے ایک مینڈھا ذبح کیا تھا جسے

---

(۱) ابن عبد البر، الاستذکار، ۵:۲۵۸

۲۔ ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱:۵۱۷

اس کی اِسناد صحیح اور رجال ثقہ ہیں۔

انہوں نے عمامہ پہنایا اور اس کا خون ایک طشتری میں اکٹھا کیا۔ پھر اسے پکایا اور ہمیں اور ہمارے پڑوسیوں کو بطورتحفہ بھیجا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے کہا: اسے اٹھا لو۔ پھر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اس بارے میں پوچھا، اور ان کے سامنے وہ سارا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اے اللہ! معاف فرمانا، وہ اَہلِ کتاب ہیں، ان کا کھانا ہمارے لئے اور ہمارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔

امام بخاری 'التاریخ الکبیر' میں روایت کرتے ہیں:

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عُتْبَةَ – أَوْ عُتْبَةَ بْنِ جَرِيرٍ – قَالَ: سَأَلْتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ عَنْ ذَبَائِحِ النَّصَارٰی لِمَوْتَاهُمْ. قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ. (۱)

جریر بن عتبہ یاعتبہ بن جریر بیان کرتے ہیں: میں نے عبادہ بن صامت سے اپنے فوت شدہ نصاریٰ کے لئے ذبح کیے گئے جانوروں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ مَكْحُولٍ، فِيمَا ذَبَحَتِ النَّصَارٰی لِأَعْيَادِ كَذَا. قَالَ: كُلْهُ، قَدْ عَلِمَ اللهُ مَا يَقُولُونَ وَأَحَلَّ ذَبَائِحَهُمْ. (۲)

امام اوزاعی مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ ان ذبائح کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو اَہلِ کتاب اپنی عیدوں کے موقع پر ذبح کرتے ہیں۔ آپ نے کہا: اسے کھاؤ،

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۲۱۴، رقم: ۲۲۳۶
۲۔ ابن عبد البر، الاستذکار، ۵: ۲۵۸
۳۔ ابن قیم، أحکام أھل الذمة، ۱: ۵۱۹

(۲) ابن القیم، أحکام أھل الذمة، ۱: ۵۱۷
۲۔ شاطبی، الموافقات، ۱: ۱۷۳-۱۷۴
۳۔ قرافی، الفروق، ۱: ۳۰۴
اس اِسناد کے رجال ثقہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو وہ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبائح حلال کیے ہیں۔

اَہم نکتہ

وَإِلٰی هٰذَا ذَهَبَ الْفُقَهَاءُ الشَّامِيُّوْنَ مَکْحُوْلٌ وَالْقَاسِمُ بْنُ مُخَيْمِرَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ وَسَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْأَوْزَاعِيِّ؛ وَقَالُوْا: سَوَاءٌ سَمَّی النَّصْرَانِيُّ الْمَسِيْحَ عَلٰی ذَبِيْحَتِهٖ أَوْ سَمّٰی جِرْجِسَ أَوْ ذَبَحَ لِعِيْدِهٖ أَوْ لِکَنِيْسَتِهٖ کُلُّ ذٰلِکَ حَلَالٌ لِأَنَّهٗ کِتَابِيٌّ، ذَبَحَ بِدِيْنِهٖ وَقَدْ أَحَلَّ اللهُ ذَبَائِحَهُمْ فِي کِتَابِهٖ.(۱)

شامی فقہاء نے بھی یہی مذہب اختیار کیا ہے، جیسے مکحول، قاسم بن مخیمرہ، عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر، سعید بن عبد العزیز اور اوزاعی وغیرہ۔ انہوں نے کہا ہے: برابر ہے کہ نصرانی نے ذبیحہ پر حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیا یا جرجس کا یا اس نے اپنی عید کے لئے ذبح کیا ہو یا اپنے کنیسہ کے لئے؛ لیکن یہ تمام ذبائح حلال ہیں کیونکہ وہ کتابی ہے اور اس نے اپنے دین کے مطابق ذبح کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کے ذبائح حلال فرمائے ہیں۔

۱۔ قَالَ الْإِمَامُ أَبُوْ بَکْرٍ الْکَاسَانِيُّ الْحَنَفِيُّ فِي ’بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ‘: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ رضی الله عنه أَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ ذَبَائِحِ أَهْلِ الْکِتَابِ، وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا يَقُوْلُوْنَ. فَقَالَ رضی الله عنه: قَدْ أَحَلَّ اللهُ ذَبَائِحَهُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ. فَأَمَّا إِذَا سُمِعَ مِنْهُ أَنَّهٗ سَمَّی الْمَسِيْحَ علیه السلام وَحْدَهٗ، أَوْ سَمَّی اللهَ سبحانه وتعالی وَسَمَّی الْمَسِيْحَ، لَا تُؤْکَلُ ذَبِيْحَتُهٗ.

کَذَا رُوِيَ عَنْ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ رضی الله عنه وَلَمْ يُرْوَ عَنْ غَيْرِهٖ خِلَافُهٗ، فَيَکُوْنُ

(۱) ابن عبد البر، الاستذکار، ۵: ۲۵۸

إِجْمَاعًا.[1]

امام ابوبکر کاسانی حنفی نے 'بدائع الصنائع' میں کہا ہے: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ان سے اَہلِ کتاب کے ذبائح کے بارے میں سوال کیا گیا، نیز جو کچھ بھی وہ ذبح کے وقت کہتے ہیں (اس بابت عرض کیا گیا)، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبائح حلال فرمائے ہیں، اور وہ جانتا ہے کہ جو کچھ وہ (اَہلِ کتاب) ذبح کے وقت کہتے ہیں۔ ہاں اگر نصرانی سے یہ سنا جائے کہ اس نے فقط حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیا یا اللہ تعالیٰ اور مسیح علیہ السلام کا نام لیا تو اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور آپ کے علاوہ کسی سے اس کے برخلاف کوئی روایت نہیں کی گئی۔ لہٰذا یہ چیز اِجماع کے دائرہ میں آجائے گی۔

۲۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ، قَالَ: كُلْهَا، وَلَوْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: عَلَى اسْمِ جِرْجِسَ لَأَكَلْتُهَا.[2]

عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر بیان کرتے ہیں: میں نے قاسم بن مخیمرہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا: اسے کھاؤ، اور اگر میں اس انصاری کو یہ کہتے ہوئے بھی سن لیتا (کہ یہ ذبیحہ) جرجس کے نام پر ہے تو بھی میں اسے ضرور کھا لیتا۔

۳۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُلْهَا.[3]

عبد الرحمٰن بن جبیر بن نفیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: اسے (یعنی اَہلِ کتاب کے ذبائح) کھا لیا کرو۔

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ۶:۲۳۰

(۲) ۱۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۲۰
۲۔ ابن عبد البر، الاستذكار، ۵:۲۵۸
اس کی اِسناد صحیح اور تمام رجال ثقہ ہیں۔

(۳) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۲۱

۴۔ وَبِهٖ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ: أَنَّ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ قَالَ: كُلْهُ. (۱)

اور یہی سند ابو بکر تک ہے۔ وہ حبیب بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے کھاؤ۔

۵۔ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ عَنْ عَطَاءٍ فِي النَّصْرَانِيِّ يَذْبَحُ وَيَذْكُرُ اسْمَ الْمَسِيحِ، قَالَ: كُلْهُ، قَدْ أَحَلَّ اللهُ ذَبَائِحَهُمْ، وَقَدْ عَلِمَ مَا يَقُولُونَ. (۲)

عبد المالک سے مروی ہے، وہ عطا سے روایت کرتے ہیں اُس نصرانی کے بارے میں جو ذبح کرتے وقت حضرت عیسی علیہ السلام کا نام لے۔ آپ نے فرمایا: اسے کھاؤ، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبائح کو حلال قرار دیا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ یہ (نصاریٰ) ذبح کے وقت کہتے ہیں۔

۶۔ ذُكِرَ عَنْ عَطَاءٍ أَيْضًا أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ النَّصْرَانِيِّ يَذْبَحُ، وَيَقُولُ: بِاسْمِ الْمَسِيحِ. فَقَالَ: كُلْ. (۳)

عطاء کے بارے میں بھی یہی مذکور ہے کہ اُن سے اُس نصرانی کے بارے میں سوال کیا گیا جو ذبح کے وقت باسم المسیح (مسیح علیہ السلام کے نام سے ذبح کرتا ہوں) کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے کھا لیا کرو۔

۷۔ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فِي الذِّمِّيِّ يَذْبَحُ وَيَقُولُ: بِاسْمِ الْمَسِيحِ. فَقَالَ: إِذَا تَوَارٰى عَنْکَ فَكُلْ. (۴)

---

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۲۱

(۲) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۲۱
اس کی إسناد صحیح ہے۔

(۳) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۲۲

(۴) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱: ۵۲۲

ابراہیم نے اُس ذِمی - جو ذبح کے وقت باسم المسیح کہتا ہے - کے بارے میں کہا ہے: جب وہ تجھ سے چھپ کر ایسا کہے تو اُس کا ذبیحہ کھا لیا کرو۔

۸۔ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ التُّجِيبِيِّ وَقَيْسِ بْنِ رَافِعٍ الْأَشْجَعِيِّ أَنَّهُمَا قَالَا: حَلَّ لَنَا مَا يُذْبَحُ لِعِيدِ الْكَنَائِسِ، وَمَا أُهْدِيَ مِنْ خُبْزٍ أَوْ لَحْمٍ، وَإِنَّمَا هُوَ طَعَامُ أَهْلِ الْكِتَابِ. [1]

عبد اللہ بن وہب نے کہا ہے: مجھے حیوہ بن شریح نے، انہیں عقبہ بن مسلم تجیبی اور قیس بن رافع اشجعی دونوں نے کہا ہے: ہمارے لئے وہ جانور حلال ہے جو گرجا گھروں کی عید کے لیے ذبح کیا جائے اور جو روٹی اور گوشت ہدیہ کیا جائے وہ بھی حلال ہے، کیونکہ یہ اَہلِ کتاب کا کھانا ہے۔

۹۔ وَقَالَ أَيُّوبُ بْنُ نَجِيحٍ: سَأَلْتُ الشَّعْبِيَّ عَنْ ذَبَائِحِ نَصَارَى الْعَرَبِ، فَقُلْتُ: مِنْهُمْ مَنْ يَذْكُرُ اللهَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَذْكُرُ الْمَسِيحَ، فَقَالَ: كُلْ وَأَطْعِمْنِي. [2]

ابو ایوب بن نجیح بیان کرتے ہیں: میں نے شعبی سے عرب کے نصاریٰ کے ذبائح کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا: ان اہل کتاب میں سے بعض وہ ہیں جو (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو (ذبح کے وقت) مسیح علیہ السلام کا نام لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (اَہلِ کتاب کے ذبائح) خود بھی کھاؤ اور مجھے بھی کھلاؤ۔

۱۰۔ قَالَ الْقَاضِي إِسْمَاعِيلُ: وَأَمَّا مَنْ بَلَغَنَا عَنْهُ أَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ، فَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، ثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۲۲

(۲) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۲۳

زَاذَانَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: إِذَا سَمِعْتَ النَّصْرَانِيَّ يَقُولُ: بِاسْمِ الْمَسِيحِ فَلَا تَأْكُلْ وَإِذَا لَمْ تَسْمَعْ فَكُلْ، فَقَدْ أُحِلَّتْ لَنَا ذَبَائِحُهُمْ. (۱)

قاضی اسماعیل نے کہا ہے: ان کے بارے میں ہمیں جو چیز پہنچی ہے کہ انہوں نے اسے مکروہ جانا ہے، تو ہمیں محمد بن ابی بکر نے بتایا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابن مہدی نے قیس سے، انہوں عطاء بن سائب سے، انہوں نے زاذان سے اور انہوں نے علی سے روایت کر کے بتایا۔ وہ بیان کرتے ہیں: جب تو نصرانی کو باسم المسیح کہتے ہوئے سنے تو اسے نہ کھایا کرو، اور جب نہ سنو تو کھا لیا کرو کیونکہ ہمارے لئے ان کے ذبائح حلال ہیں۔

۱۱۔ وَقَالَ حَمَّادٌ: كُلْ مَا لَمْ تَسْمَعْهُمْ أَهَلُّوا بِهِ لِغَيْرِ اللهِ. (۲)

حماد نے کہا: اس ذبیحہ کو کھا لیا کرو جس پر تم نے انہیں غیر اللہ کا نام لیتے ہوئے نہ سنا ہو۔

۱۲۔ وَكَرِهَهُ مُجَاهِدٌ وَطَاوُسٌ، وَكَرِهَهُ مَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ. وَقَالَ الْقَاضِي إِسْمَاعِيلُ: وَكَانَ مَالِكٌ يَكْرَهُ ذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُوجِبَ فِيهِ تَحْرِيمًا. (۳)

مجاہد اور طاؤس نے اسے مکروہ جانا ہے اور میمون بن مہران نے بھی اسے مکروہ جانا ہے۔ قاضی اسماعیل نے کہا ہے: امام مالک بھی اسے مکروہ جانتے تھے سوائے اس کے کہ وہ اس کی حرمت کو لازم قرار دیں۔

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، الاستذکار، ۵: ۲۵۹
۲۔ ابن القیم، أحکام أھل الذمۃ، ۱: ۵۲۳-۵۲۴
(۲) ابن القیم، أحکام أھل الذمۃ، ۱: ۵۲۵
(۳) ۱۔ ابن عبد البر، الاستذکار، ۵: ۲۵۹
۲۔ ابن القیم، أحکام أھل الذمۃ، ۱: ۵۲۶

۱۳۔قَالَ الْمُبِيحُونَ: هٰذَا مِنْ طَعَامِهِمْ، وَقَدْ أَبَاحَ اللّٰهُ لَنَا طَعَامَهُمْ مِنْ غَيْرِ تَخْصِيصٍ، وَقَدْ عَلِمَ سُبْحَانَهُ أَنَّهُمْ يُسَمُّونَ غَيْرَ اسْمِهٖ. (۱)

(نصاریٰ کے ذبیحہ کو) مباح قرار دینے والے کہتے ہیں: یہ ان کے کھانے میں سے ایک کھانا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ان کا کھانا بغیر تخصیص کے مباح قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ (ذبح کے وقت) اس کے نام کے علاوہ اوروں کا نام لیتے ہیں۔

۱۴۔قَالَ الْمُحَرِّمُونَ: قَدْ صَرَّحَ الْقُرْآنُ بِتَحْرِيمِ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَهٰذَا عَامٌّ فِي ذَبِيحَةِ الْوَثَنِيِّ وَالْكِتَابِيِّ إِذَا أُهِلَّ بِهَا لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَإِبَاحَةُ ذَبَائِحِهِمْ – وَإِنْ كَانَتْ مُطْلَقَةً – لٰكِنَّهَا مُقَيَّدَةٌ بِمَا لَمْ يُهِلُّوا بِهٖ لِغَيْرِهٖ، فَلَا يَجُوزُ تَعْطِيلُ الْمُقَيَّدِ وَإِلْغَاؤُهُ بَلْ يُحْمَلُ الْمُطْلَقُ عَلَى الْمُقَيَّدِ. (۲)

(اَہلِ کتاب کے ذبائح کو) حرام قرار دینے والے کہتے ہیں: قرآن حکیم نے اس ذبیحہ کی تحریم پر صراحت سے بیان کیا ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اور یہ بت پرستوں اور اَہلِ کتاب کے ذبیحہ کے لئے عام حکم ہے کہ جب اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے گا اور ان کے ذبائح کا مباح ہونا اگرچہ مطلق ہے لیکن اس شرط سے مقید ہے کہ وہ اس پر غیر اللہ کا نام نہ لیں۔ پس مقید کو مطلق کرنا اور اس کا اِلغاء (باطل قرار دینا) جائز نہیں ہے بلکہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔

۶۔ کتابی عورت سے نکاح کا جواز

گزشتہ باب چہارم کی دوسری فصل میں ہم کتابیہ سے نکاح کے جواز پر بھی تفصیلی دلائل پیش کر آئے ہیں۔ آیئے اسی ضمن میں جانچتے ہیں کہ علامہ ابن القیم کا کیا موقف ہے۔

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۲۶

(۲) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۵۲۶

انہوں نے اس بارے میں فرمایا ہے:

وَيَجُوزُ نِكَاحُ الْكِتَابِيَّةِ بِنَصِّ الْقُرْآنِ، قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [المائدة، ٥:٥]، وَالْمُحْصَنَاتُ هُنَا هُنَّ الْعَفَايِفُ، وَأَمَّا الْمُحْصَنَاتُ الْمُحَرَّمَاتُ فِي 'سُورَةِ النِّسَاءِ' فَهُنَّ الْمُزَوَّجَاتُ.

وَقِيلَ: الْمُحْصَنَاتُ اللَّاتِي أُبِحْنَ هُنَّ الْحَرَائِرُ، وَلِهٰذَا لَمْ تَحِلَّ إِمَاءُ أَهْلِ الْكِتَابِ، وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ لِوُجُوهٍ:

أَحَدُهَا: أَنَّ الْحُرِّيَّةَ لَيْسَتْ شَرْطًا فِي نِكَاحِ الْمُسْلِمَةِ.

الثَّانِي: أَنَّهٗ ذَكَرَ الْإِحْصَانَ فِي جَانِبِ الرَّجُلِ كَمَا ذَكَرَهٗ فِي جَانِبِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ: ﴿إِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ﴾ [المائدة، ٥:٥]، وَهٰذَا إِحْصَانُ عِفَّةٍ بِلَا شَكٍّ، فَكَذٰلِكَ الإِحْصَانُ الْمَذْكُورُ فِي جَانِبِ الْمَرْأَةِ.

الثَّالِثُ: أَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ ذَكَرَ الطَّيِّبَاتِ مِنَ الْمَطَاعِمِ، وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الْمَنَاكِحِ، فَقَالَ تَعَالٰى: ﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ط وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ص وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ز وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [المائدة، ٥:٥].(1)

نصِ قرآنی کے مطابق کتابیہ کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ 'اور (اسی طرح) پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاک

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۲:۷۹۴

دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (تمہارے لیے حلال ہیں)‘۔ یہاں محصنات سے مراد پاک دامن عورتیں ہیں جب کہ سورۃ النساء میں پاک دامن محرمات سے مراد شادی شدہ خواتین ہیں۔

کہا گیا ہے: وہ پاک دامن عورتیں جو مباح ہیں، وہ آزاد عورتیں ہیں؛ اِسی لیے اَہلِ کتاب کی باندیاں حلال نہیں ہیں۔ لہٰذا پہلا قول ہی درج ذیل چند وجوہ کی بناء پر درست ہے:

پہلی وجہ: مسلمان عورت کے نکاح میں حریت (آزادی) شرط نہیں ہے۔

دوسری وجہ: اللہ تعالیٰ نے پاک دامنی کی صفت مرد و عورت دونوں کی جانب بیان فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿اِذَآ اٰتَیۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ مُحۡصِنِیۡنَ﴾ ’جب کہ تم انہیں ان کے مَہر ادا کر دو‘۔ اور یہ احصان بلاشبہ پاک دامنی ہے۔ اسی طرح یہی احصان (پاک دامنی) عورت کی جانب بھی مذکور ہے۔

تیسری وجہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کھانے ذکر فرمائے اور پاکیزہ نکاح کا بھی ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلۡیَوۡمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمۡ ۪ وَطَعَامُکُمۡ حِلٌّ لَّهُمۡ ۫ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ﴾ ’آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور ان لوگوں کا ذبیحہ (بھی) جنہیں (الہامی) کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے، اور (اسی طرح) پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (تمہارے لیے حلال ہیں)‘۔

وَالْمَقْصُودُ أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ أَبَاحَ لَنَا الْمُحصَنَاتِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، وَفَعَلَهُ أَصْحَابُ نَبِيِّنَا ﷺ فَتزَوَّجَ عُثْمَانُ نَصْرَانِيَّةً، وَتزَوَّجَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ نَصْرَانِيَّةً، وَتزَوَّجَ حُذَيْفَةُ يَهُودِيَّةً.

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ: سَأَلْتُ أَبِي عَنِ الْمُسْلِمِ يَتَزَوَّجُ النَّصْرَانِيَّةَ، أَوِ الْيَهُودِيَّةَ؟ فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنْ يَفْعَلَ ذٰلِکَ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ فَعَلَ ذٰلِکَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ.(۱)

اور مقصود یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے ہمارے لئے اَہلِ کتاب کی پاک دامن عورتیں مباح قرار دیں اور ہمارے نبی مکرم ﷺ کے اَصحاب نے بھی ایسا کیا۔ پس حضرت عثمان اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما نے نصرانیہ سے جب کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہودیہ سے شادی کی۔

عبد اللہ بن احمد نے کہا ہے: میں نے اپنے والد سے اس مسلمان کے بارے میں پوچھا جس نے نصرانیہ یا یہودیہ کے ساتھ شادی کی ہو؟ آپ نے فرمایا: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ ایسا کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ کے بعض اَصحاب نے بھی ایسا کیا ہے۔

وَقَدْ تَأَوَّلَتِ الشِّيْعَةُ الْآيَةَ عَلٰى غَيْرِ تَأْوِيلِهَا، فَقَالُوا: الْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ مَنْ كَانَتْ مُسْلِمَةً فِي الْأَصْلِ، ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [المائدة، ٥:٥] مَنْ كَانَتْ كِتَابِيَّةً، ثُمَّ أَسْلَمَتْ.

قَالُوا: وَحَمَلْنَا عَلٰى هٰذَا التَّأْوِيْلِ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ [البقرة، ٢:٢٢١]، وَأَيُّ شِرْكٍ أَعْظَمُ مِنْ قَوْلِهَا: 'اَللهُ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ'؟ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ [الممتحنة، ٦٠:١٠]، وَأَجَابَ الْجُمْهُورُ بِجَوَابَيْنِ:(۲)

---

(۱) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل:١٥٩، رقم:٤٤٨

۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ١:٧٩٥

(۲) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ٢:٧٩٦

أَحَدُهُمَا: أَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُشْرِكَاتِ الْوَثَنِيَّاتُ.

قَالُوْا: وَأَهْلُ الْكِتَابِ لَا يَدْخُلُوْنَ فِي لَفْظِ 'الْمُشْرِكِيْنَ' فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى. قَالَ تَعَالٰى: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنفَكِّيْنَ﴾ [البينة، ۹۸:۱]، وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا﴾ [الحج، ۲۲:۱۷].

وَكَذٰلِكَ الْكَوَافِرُ الْمَنْهِيُّ عَنِ التَّمَسُّكِ بِعِصْمَتِهِنَّ إِنَّمَا هُنَّ الْمُشْرِكَاتُ، فَإِنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي قِصَّةِ الْحُدَيْبِيَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُسْلِمِيْنَ زَوْجَاتٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِذْ ذَاكَ، وَغَايَةُ مَا فِي ذَاكَ التَّخْصِيْصُ، وَلَا مَحْذُوْرَ فِيْهِ إِذَا دَلَّ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ.(۱)

الْجَوَابُ الثَّانِي: جَوَابُ الْإِمَامِ أَحْمَدَ، قَالَ فِي رِوَايَةِ ابْنِهِ صَالِحٍ: قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ [البقرة، ۲:۲۲۱]، وَقَالَ فِي سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ، وَهِيَ آخِرُ مَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [المائدة، ۵:۵].(۲)

شیعہ حضرات نے اس آیت کی تاویل اس کی اصل تاویل سے ہٹ کر کی ہے۔ انہوں نے کہاہے: مومن عورتوں میں پاک دامن وہ ہیں جو اصلا مسلمان ہوں ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ 'اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی' سے مراد وہ عورت جو کتابیہ تھی، پھر اسلام لے آئی۔

---

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۲:۷۹۷

(۲) ۱۔ خلال، أحكام أهل الملل: ۱۶۴-۱۶۵، رقم: ۴۶۷

۲۔ ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۱:۷۹۷

انہوں نے کہا ہے: ہمیں اس تاویل پر اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ 'اور تم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں'، نے ابھارا ہے۔ نصاریٰ کے اِس قول - (اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے) - سے بڑھ کر بھی کوئی شرک ہوسکتا ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان - ﴿وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ 'اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو (اپنے) عقدِ نکاح میں نہ روکے رکھو' - کے حوالے سے جمہور نے دو جواب دیے ہیں:

ان کے اعتراضات کا پہلا جواب یہ ہے: مشرکات سے مراد بت پرست خواتین ہیں۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں 'مشرکین' کے لفظ کا اطلاق اَہلِ کتاب پر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ﴾ 'اہلِ کتاب میں سے جو لوگ کافر ہوگئے اور مشرکین اُس وقت تک (کفر سے) الگ ہونے والے نہ تھے'۔ نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا﴾ 'بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور نصاریٰ (عیسائی) اور آتش پرست اور جو مشرک ہوئے'۔

اسی طرح وہ کافر عورتیں جن کی عصمتوں کو تھامنے سے منع کیا گیا ہے وہ مشرک عورتیں ہیں۔ بے شک یہ آیت حدیبیہ کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے اور اس وقت مسلمانوں کی اَہلِ کتاب میں سے بیویاں نہیں تھیں۔ اس میں جو حد درجہ غایت ہے وہ تخصیص ہے، اور اس میں ایسا کوئی امر نہیں ہے کہ جس سے بچا جائے اندریں حالات کہ جب اس پر کوئی دلیل بھی ہو۔

دوسرا جواب امام احمد بن حنبل کا ہے۔ آپ نے اپنے بیٹے صالح کی روایت میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ 'اور تم

مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں'۔ اور سورۃ المائدۃ میں فرمایا ہے اور یہ قرآن پاک کی آخری آیت ہے جو نازل ہوئی ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ 'اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی'۔

شریعتِ اسلامیہ میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب کے مابین روا رکھی گئی تفریق کے حوالے سے ہم نے گزشتہ اَبواب میں جو کچھ بیان کیا، اِس باب میں اُسی حوالے سے علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن القیم کی معروف کتاب **أحکام أھل الذمة** سے مزید چند اِقتباسات پیش کیے گئے ہیں تاکہ پتا چل سکے کہ اِس معاملے میں ان کا کیا موقف ہے۔ علامہ ابن قیم کے اس تفصیلی موقف کے اندراج کا مقصد یہ بھی ہے کہ ہمارے عہد میں بعض لوگ اَہلِ کتاب کے ساتھ معاملات میں شدت پسندی سے کام لیتے ہیں حالاں کہ ان کا مسلک و مشرب کم و بیش وہی ہے جو علامہ ابن تیمیہ یا ابن قیم کا ہے۔ اس سے نہ صرف بین المذاہب رواداری کی تعلیمات پر کاری ضرب پڑتی ہے بلکہ یورپی ممالک میں بسنے والے لوگوں کے لیے سماجی مسائل اور مشکلات بھی سر اٹھاتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اِس دور کے مسائل اور ہر لمحہ تبدیلی کی زد میں عالمی ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی سوچ و فکر کو قرآن و سنت اور سلف صالحین سے ہم آہنگ کیا جائے۔

باب ششم

غیر مسلموں کے حقوق اور ان کے ساتھ تعلقات کی نوعیت

بحمدہٖ وبتوفیقہٖ تعالیٰ 'مَعَارِجُ السُّنَنِ لِلنَّجَاۃِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْفِتَنِ' کے عنوان سے کم و بیش پندرہ جلدوں پر مشتمل اَحادیث کی ضخیم کتاب تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ اس کتاب میں ہر موضوع کو متعلقہ آیاتِ بینات، اَحادیث مبارکہ، آثارِ صحابہ اور اَقوال وتصریحاتِ اَئمہ و محدثین سے مزین کیا گیا ہے۔ 'معارج السنن' کی تدوین میں احادیث منتخب کرتے وقت عصر حاضر کے تقاضوں، اُمت مسلمہ اور اِنسانی معاشرہ کو درپیش مسائل بطور خاص ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ اِنہی موضوعات میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اور ان کی نوعیت کے بارے میں متعلقہ روایات پر ایک علیحدہ باب تشکیل دیا گیا ہے۔ اَہمیت و اِفادیت کے پیشِ نظر 'معارج السنن' کا یہ باب یہاں من وعن نظرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔

قَتْلُ نَفْسِ الْإِنْسَانِ مِنْ أَعْظَمِ الْكَبَائِرِ

﴿ کسی اِنسانی جان کا قتل بدترین گناہِ کبیرہ ہے ﴾

اَلْقُرْآن

(١) مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا.

(المآئدة، ٥/٣٢)

جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد انگیزی (کی سزا) کے بغیر (ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیاتِ انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا)۔

اَلْحَدِيْث

١/١. عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ﷺ، قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ. قَالَ: إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، إِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ.

١: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، ٢/٦٢٠، الرقم/١٦٥٤، ومسلم في الصحيح، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، ٣/١٣٠٥-١٣٠٦، الرقم/١٦٧٩۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو بکرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے روز خطاب فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اِسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اِس دن کی حرمت تمہارے اِس مہینے میں اور تمہارے اِس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو گے۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۲/۲. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ﷺ: إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُوْرِ الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيْهَا، سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ ہلاک کرنے والے وہ اُمور جن میں پھنسنے کے بعد انسان کے لیے نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہو (اِن میں سے ایک) بلا جواز کسی کا خون بہانا ہے۔

اسے امام بخاری اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

۳/۳. عَنْ عَبْدِ اللهِ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ

۲: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الديات، باب ومن قتل مؤمنا متعمدًا فجزاؤه جهنم، ٦/٢٥١٧، الرقم/٦٤٧٠، والبيهقي في السنن الكبرى، ٨/٢١، رقم/١٥٦٣٧۔

۳: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الديات، باب ومن يقتل مؤمنا متعمدا، ٦/٢٥١٧، الرقم/٦٤٧١، ومسلم في الصحيح، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب المجازاة بالدماء في الآخرة وأنها أول ما يقضى فيه بين الناس يوم القيامة، ٣/١٣٠٤، الرقم/١٦٧٨، ــــ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ **سے مروی ہے** کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون ریزی کا فیصلہ سنایا جائے گا۔**

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

٤/٤. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا جَمِيْعًا أَهْوَنُ عِنْدَ اللهِ مِنْ سَفْکِ دَمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ وَالْبَيْهَقِيُّ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ **سے مروی ہے** کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا کا ختم ہو جانا بھی کسی شخص کے قتلِ ناحق کے مقابلے میں کم تر ہے۔**

اسے ابن ابی الدنیا، ابن ابی عاصم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

.... وأحمد بن حنبل في المسند، ١/٤٤٢، الرقم/ ٤٢١٣، والترمذي في السنن، كتاب الديات، باب الحكم في الدماء، ٤/١٧، الرقم/١٣٩٧، و النسائي في السنن، كتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، ٧/٨٣، الرقم/٣٩٩٤، وابن ماجه في السنن، كتاب الديات، باب التغليظ في قتل المسلم ظلما، ٢/٨٧٣، الرقم/٢٦١٥، وابن حبان في الصحيح، ١٦/٣٣٩، الرقم/٧٣٤٤، وأبو يعلى في المسند، ٩/٣٥، الرقم/٥٠٩٩، وابن المبارك في المسند، ١/٥٩، الرقم/٩٧۔

٤: أخرجه ابن أبي الدنيا في الأهوال: ١٩٠، الرقم/١٨٣، وابن أبي عاصم في الديات/٢، الرقم/٢، والبيهقي في شعب الإيمان، ٤/٣٤٥، الرقم/٥٣٤٤۔

قَوْلُ الْإِمَامِ اَبِي مَنْصُوْرٍ الْمَاتُرِيْدِيِّ

﴿امام ابو منصور الماتریدی کا قول﴾

قَالَ الْإِمَامُ أَبُوْ مَنْصُوْرٍ الْمَاتُرِيْدِيُّ تَحْتَ آيَةِ ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾(۱):

مَنِ اسْتَحَلَّ قَتْلَ نَفْسٍ حَرَّمَ اللهُ قَتْلَهَا بِغَيْرِ حَقٍّ، فَكَأَنَّمَا اسْتَحَلَّ قَتْلَ النَّاسِ جَمِيْعًا، لِأَنَّهُ يَكْفُرُ بِاسْتِحْلَالِهِ قَتْلَ نَفْسٍ مُحَرَّمٍ قَتْلُهَا، فَكَانَ كَاسْتِحْلَالِ قَتْلِ النَّاسِ جَمِيْعًا، لِأَنَّ مَنْ كَفَرَ بِآيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللهِ يَصِيْرُ كَافِرًا بِالْكُلِّ. ......

وَتَحْتَمِلُ الْآيَةُ وَجْهًا آخَرَ، وَهُوَ مَا قِيْلَ: إِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ مِنَ الْقَتْلِ مِثْلُ مَا أَنَّهُ لَوْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا.

وَوَجْهٌ آخَرُ: أَنَّهُ يَلزَمُ النَّاسَ جَمِيْعًا دَفْعُ ذٰلِکَ عَنْ نَفْسِهٖ وَمَعُوْنَتُهُ لَهُ، فَإِذَا قَتَلَهَا أَوْ سَعٰى عَلَيْهَا بِالْفَسَادِ، فَكَأَنَّمَا سَعٰى بِذٰلِکَ عَلَى النَّاسِ كَافَّةً. ...... وَهٰذَا يَدُلُّ أَنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ بِالْحُكْمِ فِي أَهْلِ الْكُفْرِ وَأَهْلِ الْإِسْلَامِ جَمِيْعًا، إِذَا سَعَوْا فِي الْأَرْضِ بِالْفَسَادِ.(۲)

(۱) القرآن، المآئدة، ۵/۳۲۔

(۲) أبو منصور الماتُريدي في تأويلات أهل السنة، ۳/۵۰۱۔

امام ابو منصور الماتريدي آیہ کریمہ - ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ 'جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا' - کی تفسیر میں واضح کیا ہے:

جس نے کسی ایسی جان کا قتل حلال جانا جس کا ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے، تو گویا اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ جس جان کا قتل حرام ہے، اس کے قتل کو حلال سمجھنا بھی ارتکابِ کفر ہے۔ وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت کا انکار کرتا ہے وہ پوری کتاب کا انکار کرنے والا ہے۔ ......

اس آیت مبارکہ میں ایک اور اہم نقطہ بھی بیان ہوا اور وہ یہ کہ کسی جان کے قتل کو حلال جاننے والے پر تمام لوگوں کے قتل کا گناہ لازم آئے گا (کیونکہ عالم انسانیت کے ایک فرد کو قتل کر کے گویا اس نے پوری انسانیت پر حملہ کیا ہے)۔

علاوہ ازیں ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ تمام لوگوں پر لازم ہے کہ اجتماعی کوشش کے ساتھ اس جان کو قتل سے بچائیں اور اس کی مدد کریں۔ پس جب وہ اس کو قتل کر کے فساد بپا کرنے کی کوشش کرے گا تو گویا وہ پوری انسانیت پر فساد بپا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ...... اور یہ عمومی حکم دلالت کرتا ہے کہ یہ آیت (اس حکم کے ساتھ) تمام اہلِ کفر اور اہلِ اسلام کے لیے یکساں نازل ہوئی ہے۔ اس کا اطلاق سب پر ہوگا خواہ وہ فساد فی الارض پھیلانے والا مسلمان ہے یا غیر مسلم۔

أَقْوَالُ أَئِمَّةِ التَّفْسِيْرِ عَنْ شِدَّةِ إِثْمِ قَتْلِ الإِنْسَانِ

﴿قتلِ اِنسانی کے گناہ کی شدت کے حوالے سے اَئمہ تفسیر کے اَقوال﴾

قَالَ الْعَلَّامَةُ أَبُو حَفْصٍ الْحَنْبَلِيُّ فِي تَفْسِيْرِهٖ اللُّبَابِ فِي عُلُوْمِ الْكِتَابِ فِي تَفْسِيْرِ الآيَةِ ﴿فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ بِأَنَّ قَتْلَ إِنْسَانٍ وَاحِدٍ قَتْلُ جَمِيْعِ النَّاسِ:

١. **قَالَ مُجَاهِدٌ:** مَنْ قَتَلَ نَفْساً مُحَرَّمَةً يَصْلَى النَّار بِقَتْلِهَا، كَمَا يَصَلَاهَا لَوْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا.

٢. **وَقَالَ قَتَادَةُ:** أَعْظَمَ اللهُ أَجْرَهَا وَعَظَّمَ وِزْرَهَا، مَعْنَاهُ: مَنِ اسْتَحَلَّ قَتْلَ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ، فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً.

٣. **وَقَالَ الْحَسَنُ:** ﴿فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾، يَعْنِي: أَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ مِنَ الْقِصَاصِ بِقَتْلِهَا، مِثْلُ الَّذِي يَجِبُ عَلَيْهِ لَوْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا.(١)

علامہ ابو حفص الحنبلی اپنی تفسیر اللباب في علوم الكتاب میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ کی تفسیر میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتے ہیں اور مختلف ائمہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ **حضرت مجاہد نے فرمایا:** جس شخص نے ایک جان کو بھی نا حق قتل

(١) أبو حفص الحنبلي في اللباب في علوم الكتاب، ٧/ ٣٠١۔

کیا تو وہ اس قتل کے سبب دوزخ میں جائے گا، جیسا کہ وہ تب دوزخ میں جاتا اگر وہ ساری انسانیت کو قتل کر دیتا (یعنی اس کا عذابِ دوزخ ایسا ہوگا جیسے اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا ہو)۔

۲۔ حضرت قتادہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا بڑھا دی ہے اور اس کا بوجھ عظیم کر دیا ہے یعنی جو شخص ناحق کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہے گویا وہ تمام لوگوں کو قتل کرتا ہے۔

۳۔ حضرت حسن بصری نے ﴿فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ (جس نے ناحق ایک جان کو قتل کیا) اس پر اس کے قتل کا قصاص واجب ہوگا، اس شخص کی مثل جس پر تمام انسانیت کو قتل کرنے کا قصاص واجب ہو۔

قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ فِي تَفْسِيْرِ الْآيَةِ ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ [النساء، ٤/٩٣].

هٰذَا تَهْدِيْدٌ شَدِيْدٌ وَوَعِيْدٌ أَكِيْدٌ لِمَنْ تَعَاطٰى هٰذَا الذَّنْبَ الْعَظِيْمَ، الَّذِي هُوَ مَقْرُوْنٌ بِالشِّرْكِ بِاللهِ فِي غَيْرِ مَا آيَةٍ فِي كِتَابِ اللهِ، حَيْثُ يَقُوْلُ سُبْحَانَهٗ فِي سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ [الفرقان، ٢٥/٦٨]. **وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ إِلٰى أَنْ قَالَ: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ**

ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ○﴾ [الأنعام، ٦/ ١٥١].(١)

حافظ ابن کثیر آیہ کریمہ - ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا○﴾ 'اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے○' - کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس (قتل عمد جیسے) گناہِ عظیم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے یہ شدید دھمکی اور مؤکد وعید ہے کہ قتل عمد کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ شرک جیسے گناہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ج﴾ 'اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ (ہی) کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیرِ حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ (ہی) بدکاری کرتے ہیں۔﴾ اور ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ 'فرما دیجیے: آؤ میں وہ چیزیں پڑھ کر سنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (وہ) یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ' یہاں تک کہ فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ○﴾ 'اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے بجز حقِ (شرعی) کے (یعنی قانون کے مطابق ذاتی دفاع کی خاطر اور

(١) ابن كثير في تفسير القرآن العظيم، ١/ ٥٣٥۔

فتنہ و فساد اور دہشت گردی کے خلاف لڑتے ہوئے)، یہی وہ (اُمور)
ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو○'

حِفظُ نُفُوسِ غَيرِ الْمُسْلِمِين وَأَعْرَاضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ من أَعْظَمِ الْفَرَائِضِ

﴿غیر مسلموں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے﴾

اَلْقُرْآن

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى.

(البقرة، ۲/ ۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر (ان کے) خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو (ناحق) قتل کیے جائیں۔

(۲) وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○

(البقرة، ۲/ ۱۷۹)

اور تمہارے لیے قصاص (یعنی خون کا بدلہ لینے) میں ہی زندگی (کی ضمانت) ہے اے عقلمند لوگو! تاکہ تم (خونریزی اور بربادی سے) بچو○

(۳) وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ (البقرة، ۲/ ۱۸۸)

اور تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھایا کرو اور نہ مال کو (بطورِ رشوت) حاکموں تک پہنچایا کرو کہ یوں لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم (بھی) ناجائز طریقے سے کھا سکو

حالانکہ تمہارے علم میں ہو (کہ یہ گناہ ہے)o

(٤) وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ. (المائدة، ٥/٤٥)

اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں (بھی) بدلہ ہے۔

(٥) فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ م بَئِيْسٍ م بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَo (الأعراف، ٧/١٦٥)

پھر جب وہ ان (سب) باتوں کو فراموش کر بیٹھے جن کی انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو برائی سے منع کرتے تھے (یعنی نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے تھے) اور ہم نے (بقیہ سب) لوگوں کو جو (عملاً یا سکوتاً) ظلم کرتے تھے نہایت برے عذاب میں پکڑ لیا۔ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کر رہے تھےo

(٦) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ط اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًاo

(الإسراء، ١٧/٣٣)

اور تم کسی جان کو قتل مت کرنا جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام قرار دیا ہے سوائے اِس کے کہ (اس کا قتل کرنا شریعت کی رُو سے عدالت کے حکم کے مطابق) حق ہو، اور جو شخص ظلماً قتل کر دیا گیا تو بے شک ہم نے اس کے وارث کے لیے (قانونی ضابطے کے مطابق قصاص کا) حق مقرر کر دیا ہے سو وہ بھی (قصاص کے طور پر بدلہ کے) قتل میں حد سے تجاوز نہ کرے، بے شک وہ (اللہ کی طرف سے) مدد یافتہ ہے (سو اس کی قانونی مدد و حمایت کی ذِمّے داری

حکومت پر ہوگی)o

اَلْحَدِيْث

۵/۱. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو ﷺ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَابْنُ مَاجَه وَالْبَزَّارُ.

حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔

اِسے امام بخاری، ابن ماجہ اور بزار نے روایت کیا ہے۔

۶/۲. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيْحَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا.

٥: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجزية، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم، ٣/١١٥٥، الرقم/٢٩٩٥،وأيضاً في كتاب الديات، باب إثم من قتل نفسا بغير جرم،٦/٢٥٣٣، الرقم/٦٥١٦، وابن ماجه، في السنن، كتاب الديات، باب من قتل معاهدا، ٢/٨٩٦، الرقم/٢٦٨٦، والبزارفي المسند، ٦/٣٦٨، الرقم/٢٣٨٣۔

٦: أخرجه النسائي في السنن، كتاب القسامة، باب تعظيم قتل المعاهد، ٨/٢٥، الرقم/٤٧٥٠، وأيضًا في السنن الكبرى، ٤/٢٢١، الرقم/ ٦٩٥٢، وأحمد بن حنبل في المسند، ٢/١٨٦، الرقم/٦٧٤٥، والبزار في المسند، ٦/٣٦١، الرقم/٢٣٧٣، والحاكم في المستدرك على ـــــ

رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَأَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ وَابْنُ الْجَارُوْدِ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَذَكَرَهُ الْمُنْذِرِيُّ فِي التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَقَالَ الْحَاكِمُ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

ایک اور روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ذمی کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے۔

اِسے امام نسائی، احمد، بزار، ابن الجارود، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور امام منذری نے بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔

٣/٧. وَفِي رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ، عَنِ النَّبِي ﷺ قَالَ: أَلَا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ، فَقَدْ أَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللهِ، فَـلَا يُرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا.

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجه وَأَبُوْ يَعْلٰى وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثُ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

.... الصحيحين، ٢/١٣٧، الرقم/٢٥٨٠، وابن الجارود في المنتقٰى، ١/٢١٢، الرقم/٨٣٤، والبيهقي في السنن الكبرى، ٨/١٣٣، الرقم/ ١٦٢٦٠۔

٧: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب الديات، باب ما جاء فيمن يقتل نفسا معاهدة، ٤/٢٠، الرقم/١٤٠٣، وابن ماجه في السنن، كتاب الديات، باب من قتل معاهدًا، ٢/٨٩٦، الرقم/٢٦٨٧، وأبو يعلى في المسند، ١١/٣٣٥، الرقم/٦٤٥٢، والحاكم في المستدرك، ٢/١٣٨، الرقم/٢٥٨١، والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/٢٠٥، الرقم/١٨٥١١۔

آگاہ رہو! جو کسی معاہد (ذمی) کو قتل کرے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا ذمہ ہو، تو اُس نے اللہ تعالیٰ کا ذمہ توڑ دیا، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

اِسے امام ترمذی، ابن ماجہ، ابو یعلی، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا ہے: حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٨/٤. وَفِي رِوَايَةِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيْحَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ عَامًا.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ.

ایک روایت میں قاسم بن مُخَیْمِرَہ بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی سے سنا: حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ذمی (غیر مسلم شہری) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک بھی نہ سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو ستر برس کی مسافت پر بھی سونگھی جا سکتی ہے۔

اِسے امام احمد نے اور نسائی نے مذکورہ الفاظ سے روایت کیا ہے۔

٨: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٤/٢٣٧، ٥/٣٦٩، الرقم/١٨٠٩٧، ٢٣١٧٧، والنسائي في السنن، كتاب القسامة، باب تعظيم قتل المعاهد، ٨/٢٥، الرقم/٤٧٤٩، وأيضًا في السنن الكبرى، ٤/٢٢١، الرقم/ ٦٩٥١، وذكره المنذري في الترغيب والترهيب، ٣/٢٠٤، الرقم/ ٣٦٩٥۔

٥/٩. وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدَةً بِغَيْرِ حِلِّهَا فَحَرَامٌ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ أَنْ يَّشُمَّ رِيْحَهَا وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ مِئَةِ عَامٍ.

رَوَاهُ النَّسَائِيُّ و عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْبَزَّارُ وَالطَّبَرَانِيُّ.

ایک روایت میں حضرت ابوبکرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو ناجائز طور پر قتل کیا، اس پر جنت کی خوشبو تک سونگھنا حرام ہوگا حالانکہ اس کی خوشبو سو سال کی مسافت پر بھی موجود ہوگی۔

اسے امام نسائی، عبد الرزاق، ابن حبان، بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

٦/١٠. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدَةً بِغَيْرِ حَقِّهَا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رَائِحَتَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ.

رَوَاهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

ایک اور روایت میں حضرت ابو بکرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی معاہد کو ناحق قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پاسکے گا حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو

٩: أخرجه النسائي في السنن، كتاب القسامة، باب تعظيم قتل المعاهد، ٨/٢٥، الرقم/٤٧٤٨، وأيضاً في السنن الكبرىٰ، ٤/٢٢١، الرقم/ ٦٩٥٠، وعبد الرزاق في المصنف، ١٠/١٠٢، الرقم/١٨٥٢١، وابن حبان في الصحيح، ١٦/٣٩١، الرقم/٨٣٨٢، والبزار في المسند، ٩/ ١٣٨، الرقم/٣٦٩٦ والطبراني في المعجم الأوسط، ١/٢٠٧، الرقم/ ٦٦٣۔

١٠: أخرجه الحاكم في المستدرك على الصحيحين، ١/١٠٥، الرقم/١٣٣۔

سال کی مسافت پر بھی پائی جائے گی۔

اسے امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

۷/۱۱. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدَةً بِغَيْرِ حَقِّهَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ أَنْ يَّشُمَّ رِيْحَهَا وَرِيْحُهَا يُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ.

رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے کسی معاہد کو ناحق قتل کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کی خوشبو تک سونگھنا حرام فرما دیا ہے حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت پر بھی موجود ہوگی۔

اِسے امام حاکم اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

۸/۱۲. عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ

۱۱: أخرجه الحاكم في المستدرك على الصحيحين، ۱/۱۰۵، الرقم/۱۳٤، وابن أبي شيبة في المصنف، ٥/٤٥٧، الرقم/۲۷۹٤٤۔

۱۲: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٥/۳٦، ۳۸، الرقم/۲۰۳۹۳، ۲۰٤۱۹، وأبو داود في السنن، كتاب الجهاد، باب في الوفاء للمعاهد وحرمة ذمته، ۳/۸۳، الرقم/۲۷٦۰، والنسائي في السنن، كتاب القسامة، باب تعظيم قتل المعاهد، ۸/۲٤، الرقم/٤۷٤۷، وأيضًا في السنن الكبرى، ٤/۲۲۱، الرقم/٦۹٤۹، والدارمي في السنن، ۲/۳۰۸، الرقم/۲٥۰٤، والبزار في المسند، ۹/۱۲۹، الرقم/۳٦۷۹،وابن أبي شيبة في المصنف، ٥/٤٥۷، الرقم/۲۷۹٤٦، والحاكم في المستدرك على ـــــ

كُنْهِهٖ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَزَّارُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَالْحَاكِمُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَابْنُ الْجَارُوْدِ والطَّيَالِسِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ. وَقَالَ الْحَاكِمُ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ.

حضرت ابو بکرہ ﷺ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان کسی معاہد شخص (ذمی) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام فرما دے گا۔

اسے امام احمد، ابو داود، نسائی، دارمی، بزار، ابن اَبی شیبہ، حاکم، طبرانی، ابن الجارود، طیالسی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے

١٣/٩. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ قَتَلَ نَفْساً مُعَاهَدَةً بِغَيْرِ حِلِّهَا (وَفِي رِوَايَةٍ: بِغَيْرِ حَقِّهَا) حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ أَنْ يَّجِدَ رِيْحَهَا.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ.

ایک روایت میں حضرت ابو بکرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی غیر مسلم شہری کو ناجائز طور پر (ایک روایت میں ہے کہ ناحق) قتل کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام فرما دی ہے۔

.... الصحيحين، ٢/١٥٤، الرقم/٢٦٣١، والطبراني في المعجم الأوسط، ٨/٧٦، الرقم/٨٠١١، وابن الجارود في المنتقى، ١/٢١٣، الرقم/٨٣٥، والطيالسي في المسند، ١/١١٨، الرقم/٨٧٩، والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/٢٣١، الرقم/١٨٦٢٩۔

١٣: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٥/٣٦، الرقم/٢٠٣٩٩، و الحاكم في المستدرك على الصحيحين، ١/١٠٥، الرقم/١٣٥۔

اِسے امام احمد بن حنبل اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

قَالَ الْكَاشُمِيْرِيُّ فِي شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ: قَوْلُهُ ﷺ: 'مَنْ قَتَل مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ' وَمُخُّ الْحَدِيْثِ: إِنَّکَ أَيُّهَا الْمُخَاطَبُ قَدْ عَلِمْتَ مَا فِيْ قَتْلِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْإِثْمِ، فَإِنَّ شَنَاعَتَهُ بَلَغَتْ مَبْلَغَ الْكُفْرِ، حَيْثُ أَوْجَبَ التَّخْلِيْدَ. أَمَّا قَتْلُ مُعَاهَدٍ، فَأَيْضًا لَيْسَ بِهَيِّنٍ، فَإِنَّ قَاتِلَهُ أَيْضًا لَا يَجِدُ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ. (۱)

علامہ انور شاہ کاشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: آپ ﷺ کا فرمان ہے: 'جس نے کسی غیر مسلم شہری کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا'۔ اے مخاطب! حدیث کا لب لباب تجھے قتلِ مسلم کے گناہ کی سنگینی بتا رہا ہے کہ اس کی قباحت کفر تک پہنچا دیتی ہے جو جہنم میں جانے کا باعث بنتا ہے، جبکہ غیر مسلم شہری کو قتل کرنا بھی کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا قاتل بھی جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ڈالا جائے گا)۔

١٤ / ١٠. عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ ﷺ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ غَزْوَةَ خَيْبَرَ، فَأَسْرَعَ النَّاسُ فِي حَظَائِرِ يَهُودَ، فَأَمَرَنِي أَنْ أُنَادِيَ الصَّلَاةَ. ...... ثُمَّ

(١) انور شاه الكشميرى في فيض البارى على صحيح البخارى، ٤/٢٨٨۔

١٤: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٤/٨٩، الرقم/١٦٨٦٢، وأبو داود في السنن، كتاب الأطعمة، باب النهى عن أكل السباع، ٣/٣٥٦، الرقم/٣٨٠٦، والشيباني في الآحاد والمثاني، ٢/٢٩، الرقم/٧٠٣، وابن زنجويه في كتاب الأموال/٣٧٩، الرقم/٦١٨۔

قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ قَدْ أَسْرَعْتُمْ فِي حَظَائِرِ يَهُودَ. أَلَا! لَا تَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهَدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالشَّيْبَانِيُّ وَابْنُ زَنْجَوَيْهِ.

حضرت خالد بن ولید ﷺ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں موجود تھے۔ لوگ (مجاہدین) جلدی میں یہود کے (جانوروں کے) باڑوں میں گھس گئے۔ آپ ﷺ نے مجھے نماز کے لیے اذان دینے کا حکم فرمایا۔ ...... نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم جلدی میں یہود کے (جانوروں کے) باڑوں میں گھس گئے ہو۔ خبردار! سوائے حق کے غیر مسلم شہریوں کے اَموال سے کچھ لینا حلال نہیں۔

اسے امام احمد، ابو داود، شیبانی اور ابن زنجویہ نے روایت کیا ہے۔

١١/١٥. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَلَا! وَإِنِّي أُحَرِّمُ عَلَيْكُمْ أَمْوَالَ الْمُعَاهِدِيْنَ بِغَيْرِ حَقِّهَا.

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

حضرت خالد بن ولید ﷺ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی روایت کی ہے: 'خبردار! میں تم پر غیر مسلم اقلیتوں کے اَموال پر ناحق قبضہ کرنا حرام قرار دیتا ہوں۔'

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

١٢/١٦. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ: حَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ أَمْوَالَ الْمُعَاهَدِينَ.

١٥: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، ٤/١١١، الرقم/٣٨٢٨، وابن زنجويه في كتاب الأموال/٣٨٠، الرقم/٦١٩۔

١٦: أخرجه الدارقطني في السنن، ٤/٢٨٧، الرقم/٦٣۔

رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ.

ایک روایت میں حضرت خالد بن ولید ﷛ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر غیر مسلم شہریوں کے اموال پر قبضہ کرنا حرام قرار دے دیا۔

اِسے امام دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

١٣/١٧. عَنْ عَاصِمٍ يَعْنِي ابْنَ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَصَابَ النَّاسَ حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ وَجَهْدٌ، وَأَصَابُوا غَنَمًا، فَانْتَهَبُوهَا، فَإِنَّ قُدُورَنَا لَتَغْلِي إِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَمْشِي عَلٰى قَوْسِهِ، فَأَكْفَأَ قُدُورَنَا بِقَوْسِهِ، ثُمَّ جَعَلَ يُرَمِّلُ اللَّحْمَ بِالتُّرَابِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ أَوْ إِنَّ الْمَيْتَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ النُّهْبَةِ.

رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ.

عاصم بن کُلیب نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ ایک انصاری نے فرمایا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو لوگوں کو کھانے پینے کی اشیاء کے حوالے سے بڑی ضرورت اور دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں (کچھ) بکریاں ملیں تو انہوں نے بلا اجازت حاصل کر لیں (اور ذبح کر کے پکانے لگے)۔ ہماری ہانڈیوں میں ابال آ ہی رہا تھا کہ کمان سے ٹیک لگاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور اپنی کمان سے ہماری ہانڈیوں کو الٹنا شروع کر دیا اور گوشت کو مٹی میں ملانا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا کہ لوٹ کا مال مُردار سے زیادہ حلال نہیں؛ یا (فرمایا:) مردار، لوٹ کے مال سے زیادہ حلال نہیں ہے (یعنی لوٹ مار کا مال مُردار سے زیادہ حرام ہے)۔

١٧: أخرجه أبو داود في السنن، كتاب الجهاد، باب في النهيِ عن النهبى إذا كان في الطعامِ قلّة في أرض العدو، ٣/٦٦، الرقم/٢٧٠٥، والبيهقي في السنن الكبرىٰ، ٩/٦١، الرقم/١٧٧٨٩۔

اِسے امام ابو داود اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

۱۸/ ۱٤. وَفِي رِوَايَةِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ ﷺ، قَالَ: نَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَيْبَرَ وَمَعَهُ مَنْ مَعَهُ مِنْ أَصْحَابِهٖ وَكَانَ صَاحِبُ خَيْبَرَ رَجُلًا مَارِدًا مُنْكَرًا فَأَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَلَكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا حُمُرَنَا وَتَأْكُلُوا ثَمَرَنَا وَتَضْرِبُوا نِسَاءَ نَا فَغَضِبَ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ وَقَالَ: يَا ابْنَ عَوْفٍ ارْكَبْ فَرَسَكَ ثُمَّ نَادِ أَلَا إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ وَأَنْ اجْتَمِعُوا لِلصَّلَاةِ قَالَ: فَاجْتَمَعُوا ثُمَّ صَلّٰى بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيكَتِهٖ قَدْ يَظُنُّ أَنَّ اللهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هٰذَا الْقُرْآنِ؟ أَلَا وَإِنِّي وَاللهِ قَدْ وَعَظْتُ وَأَمَرْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ أَوْ أَكْثَرُ. وَإِنَّ اللهَ ﷻ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ، وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ، وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ.

رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ.

*ایک روایت میں **حضرت عرباض بن ساریہ السلمی** ﷺ نے بیان کیا ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خیبر کے مقام پر اترے اور کتنے ہی صحابہ کرام آپ کے ساتھ تھے۔ خیبر کا سردار ایک مغرور، سرکش اور چالاک آدمی تھا۔ اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا۔ کیا آپ کے لیے مناسب ہے کہ آپ ہمارے گدھوں کو ذبح کریں ہمارے پھلوں کو*

۱۸: أخرجه أبو داود في السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، ۳/ ۱۷۰، الرقم/ ۳۰۵۰، والبيهقي في السنن الكبرىٰ، ۹/ ۲۰٤، الرقم/ ۱۸۵۰۸، وابن عبد البر في التمهيد، ۱/ ۱٤۹۔

کھائیں اور ہماری عورتوں کو پیٹیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ منادی کر دو کہ جنت صرف اہل ایمان کے لیے حلال ہے اور سب کو کہہ دو کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ (حضور ﷺ کے حکم پر) جمع ہو گئے تو آپ نے انہیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اپنی مسند پر ٹیک لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز حرام قرار نہیں دی مگر وہی (اشیاء) جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے؟ خبردار ہو جاؤ، خدا کی قسم! میں نے نصیحت کرتے ہوئے، حکم دیتے ہوئے اور بعض چیزوں سے منع کرتے ہوئے جو کہا وہ بھی قرآن کریم کی طرح ہے یا اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ جائز نہیں رکھا کہ اہل کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل ہو جاؤ۔ نیز ان کی عورتوں کو پیٹنا اور پھلوں کو کھانا بھی حلال نہیں۔

اِسے امام ابو داود اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

١٩/١٥. عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: حُدِّثْتُ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ بَعَثَ جُيُوْشًا إِلَى الشَّامِ فَخَرَجَ يَتْبَعُ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَالَ: إِنِّي أُوْصِيْكَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلَنَّ صَبِيًّا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا كَبِيْرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تُخَرِّبَنَّ عَامِرًا، لَا تَعْقِرَنَّ شَاةً وَلَا بَعِيْرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَلَا تُغْرِقَنَّ نَخْلًا، وَلَا تَحْرِقَنَّهُ، وَلَا تَغْلُلْ، وَلَا تَجْبُنْ.

رَوَاهُ مَالِكٌ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ.

ایک روایت میں یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیے تو آپ یزید بن ابی سفیان کے پیچھے تشریف لے گئے اور فرمایا: میں تجھے دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: کسی بچے کو ہرگز قتل نہ کرنا، کسی عورت کو ہرگز قتل نہ کرنا، کسی

١٩: أخرجه مالك في الموطأ، ٢/٤٤٧، الرقم/٩٦٥، وابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٨٣، الرقم/٣٣١٢١۔

ضیعف العمر شخص کو ہرگز قتل نہ کرنا، کسی پھل دار درخت کو ہرگز نہ کاٹنا، کسی آباد علاقے کو بے آباد ہرگز نہ کرنا، کسی بکری اور اونٹ کو (جائز طریقے سے) کھانے کے مقصد کے علاوہ ہرگز نہ کاٹنا، کسی کھجور کے درخت کو ہرگز ہرگز ڈبونا نہ اسے جلانا، خیانت ہرگز نہ کرنا اور بزدلی ہرگز نہ دکھانا۔

اسے امام مالک نے اور امام ابن ابی شیبہ نے مذکورہ الفاظ میں روایت کیا ہے۔

٢٠/١٦. وَفِي رِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ ﷺ لَمَّا بَعَثَ الْجُنُوْدَ نَحْوَ الشَّامِ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَشُرَحْبِيْلَ بْنَ حَسَنَةَ قَالَ......ثُمَّ جَعَلَ يُوْصِيْهِمْ فَقَالَ...... وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَلَا تَعْصَوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ...... وَلَا تُغْرِقُنَّ نَخْلًا وَلَا تُحْرِقُنَّهَا، وَلَا تَعْقِرُوْا بَهِيْمَةً وَلَا شَجَرَةً تُثْمِرُ، وَلَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً، وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا الشُّيُوْخَ وَلَا النِّسَاءَ. وَسَتَجِدُوْنَ أَقْوَامًا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ، فَدَعُوْهُمْ، وَمَا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ لَهُ.

رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ.

وَفِي رِوَايَةٍ، زَادَ الْهِنْدِيُّ: وَلَا مَرِيْضًا وَلَا رَاهِبًا. (1)

ایک روایت میں سعید بن مسیّب نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے یزید بن ابی سفیان، عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ ﷺ کی زیر نگرانی شام کی طرف افواج بھیجیں تو انہیں ہدایت فرمائی: 'خبردار! زمین میں فساد نہ مچانا اور جو احکامات تمہیں دیئے گئے ہیں

٢٠: أخرجه مالك في الموطأ، ٢/٤٤٨، الرقم/٩٦٦، وعبد الرزاق في المصنف، ٥/١٩٩، والبيهقي في السنن الكبرىٰ، ٩/٨٥، وذكره الهندي في كنز العمال، ١/٢٩٦، وابن قدامة في المغنى، ٨/٤٥١، ٤٥٢، ٤٧٧۔

(١) ذكره الهندي في كنز العمال، ٤/٤٧٤، الرقم/١١٤٠٩۔

ان کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ ...... کھجور کے درخت ہرگز کاٹنا نہ انہیں جلانا، چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا اور نہ پھلدار درختوں کو کاٹنا، کسی عبادت گاہ کو مت گرانا اور نہ ہی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا۔ تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے گرجا گھروں میں اپنے آپ کو محبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا'۔

اسے امام مالک اور عبد الرزاق نے اور بیہقی نے مذکورہ الفاظ سے روایت کیا ہے۔

ایک روایت میں حسام الدین ہندی نے ان الفاظ کا اضافہ بیان کیا ہے: کسی مریض کو اور نہ کسی راہب کو (قتل کرنا)۔

۲۱/۱۷. وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ، قَالَ أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ لِيَزِيْدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ: وَلَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً ...... وَلَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا كَبِيْرًا، وَلَا صَبِيًّا وَلَا صَغِيْرًا وَلَا امْرَأَةً.

ذَكَرَهُ الْهِنْدِيُّ.

ایک روایت میں حضرت (عبد اللہ) بن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے یزید بن اَبی سفیان سے کہا: عیسائیوں کی عبادت گاہوں کو منہدم نہ کرنا ...... بوڑھوں کو، نہ بچوں کو، نہ چھوٹے بچوں کو اور نہ ہی عورتوں کو قتل کرنا۔

اسے حسام الدین ہندی نے بیان کیا ہے۔

۲۲/۱۸. قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: وَنَهٰى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ أَنْ يَقْطَعَ شَجَرًا مُثْمِرًا أَوْ يُخَرِّبَ عَامِرًا، وَعَمِلَ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَهُ.

۲۱: ذكره الهندی في كنز العمال، ٤/٤٧٥، الرقم/١١٤١١۔

۲۲: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب السير، باب في التحريق والتخريب، ٤/١٢٢، الرقم/١٥٥٢۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (دورانِ جنگ) پھل دار درخت کاٹنے یا عمارت کو تباہ کرنے سے منع فرمایا اور آپ کے بعد بھی مسلمان اسی پر عمل پیرا رہے۔

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

۱۹/۲۳. وَفِي رِوَايَةٍ: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ إِلٰى أَبِي عُبَيْدَةَ ابْنِ الْجَرَّاحِ وَقَالَ: وَامْنَعِ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَالْإِضْرَارِ بِهِمْ وَأَكْلِ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا بِحِلِّهَا.

ذَكَرَهُ أَبُوْ يُوْسُفَ.

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (شام کے گورنر) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو جو فرمان لکھا اس میں منجملہ دیگر احکام کے ایک یہ بھی درج تھا:

(تم بحیثیت گورنر) مسلمانوں کو غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے اور انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کے مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔

اسے امام ابو یوسف نے بیان کیا ہے۔

۲۰/۲٤. وَفِي رِوَايَةٍ، قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: إِنَّمَا بَذَلُوْا الْجِزْيَةَ لِتَكُوْنَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا.

ذَكَرَهُ ابْنُ قُدَامَةَ.

۲۳: ذكره أبو يوسف في كتاب الخراج/١٤١۔

٢٤: ذكره ابن قدامة في المغني، ١٨١/٩، والزيلعی في نصب الراية، ٣٨١/٣۔

ایک روایت میں سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ فرماتے ہیں: بے شک یہ غیر مسلم شہری اس لیے (اسلامی حکومت کو) ٹیکس دیتے ہیں کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح محفوظ ہو جائیں۔

اسے امام ابن قدامہ نے بیان کیا ہے۔

مَا رُوِيَ عَنِ الْأَئِمَّةِ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِيْن

قَالَ الإِمَامُ النَّوَوِيُّ الشَّافِعِيُّ فِي شَرْحِهِ: فَإِنَّ مَالَ الذِّمِّيِّ وَالْمُعَاهَدِ وَالْمُرْتَدِّ فِي هٰذَا كَمَالِ الْمُسْلِمِ.[1]

امام نووی الشافعی 'شرح صحیح مسلم' میں فرماتے ہیں: یقیناً غیر مسلم شہری، معاہد اور مرتد کا مال بھی اس اعتبار سے مسلمان کے مال ہی کی طرح (قابلِ حفاظت) ہے۔

قَالَ الإِمَامُ ابْنُ قُدَامَةَ الْحَنْبَلِيُّ: فَإِنَّ الْمُسْلِمَ يُقْطَعُ بِسَرِقَةِ مَالِهِ.[2]

امام ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں: بے شک مسلمان پر بھی غیر مسلم کا مال چوری کرنے پر حد عائد ہوگی۔

قَالَ الْإِمَامُ أَبُوْ مُحَمَّدٍ ابْنُ حَزْمٍ الظَّاهِرِيُّ: لَا خِلَافَ فِي أَنَّ الْمُسْلِمَ يُقْطَعُ إِنْ سَرَقَ مِنْ مَّالِ الذِّمِّيِّ وَالْمُسْتَأْمِنِ.[3]

امام ابو محمد ابن حزم الظاہری فرماتے ہیں: علماء کے درمیان اس میں

(۱) النووي في شرح الصحيح لمسلم، ۷/۱۲۔

(۲) ابن قدامة في المغنى، ۹/۱۱۲۔

(۳) ابن حزم في المحلى، ۱۰/۳۵۱۔

کوئی اختلاف نہیں کہ غیر مسلم شہری کا مال چوری کرنے پر بھی مسلمان پر حد جاری کی جائے گی۔

قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ رُشْدٍ الْمَالِكِيُّ: وَأَمَّا مِنْ طَرِيْقِ الْقِيَاسِ فَإِنَّهُمُ اعْتَمَدُوْا عَلٰى إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ أَنَّ يَدَ الْمُسْلِمِ، تُقْطَعُ إِذَا سَرَقَ مِنْ مَالِ الذِّمِّيِّ.(۱)

امام ابن رشد المالکی فرماتے ہیں: اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔

وَقَالَ الْإِمَامُ الْحَصْكَفِيُّ الْحَنَفِيُّ: وَيَضْمَنُ الْمُسْلِمُ قِيْمَةَ خَمْرِهٖ وَخِنْزِيْرِهٖ إِذَا أَتْلَفَهٗ.(۲)

امام الحصکفی الحنفی فرماتے ہیں: غیر مسلم شہری کی شراب اور اس کے خنزیر کو تلف کرنے کی صورت میں مسلمان اس کی قیمت بطور تاوان ادا کرے گا۔

وَذَكَرَ الْقُرَافِيُّ الْمَالِكِيُّ قَوْلَ ابْنِ حَزْمٍ فِي كِتَابِهِ 'الْفُرُوْقِ' مِنْ كِتَابِهٖ 'مَرَاتِبِ الْإِجْمَاعِ': وَجَبَ عَلَيْنَا أَنْ نَخْرُجَ لِقِتَالِهِمْ بِالْكُرَاعِ وَالسَّلَاحِ، وَنَمُوْتُ دُوْنَ ذٰلِكَ.(۳)

امام قرافی المالکی اپنی کتاب 'الفروق' میں علامہ ابن حزم کا قول نقل

(۱) ابن رشد المالكي في بداية المجتهد، ۲/۲۹۹۔

(۲) الحصكفى في الدرالمختار، ۲/۲۲۳، وابن عابدين الشامى في رد المحتار، ۳/۲۷۳۔

(۳) القرافي في الفروق، ۳/۲۹۔

کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب 'مراتب الاجماع' میں بیان کیا ہے:

ہماری اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ ہم اسلحہ اور لشکر کے ساتھ غیر مسلم شہریوں کی حفاظت کے لیے جنگ کریں خواہ حملہ آوروں کے ساتھ لڑتے لڑتے ہمارے کئی سپاہی جان ہی کیوں نہ دے بیٹھیں۔

قَدْ ثَبَتَ بِالْآثَارِ وَالْأَقْوَالِ الْمَذْكُورَةِ سَابِقًا بِأَنَّ حِفْظَ نُفُوسِ غَيْرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَعْرَاضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَاجِبٌ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ.

درج بالا آثار و اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم شہریوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔

مَنْعُ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ وَالشُّيُوْخِ وَالرُّهْبَانِ

﴿ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور راہبوں کے قتل کی ممانعت ﴾

۱/۲۵. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَنَهٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت (عبد اللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوہ میں ایک عورت کو دیکھا جسے قتل کر دیا گیا تھا۔ اِس پر آپ ﷺ نے (سختی سے) عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرما دی۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۲۵: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب قتل النساء في الحرب، ۳/۱۰۹۸، الرقم/۲۸۵۲، ومسلم في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب تحريم قتل النساء والصبيان في الحرب، ۳/۱۳٦٤، الرقم/۱۷٤٤، وأحمد بن حنبل في المسند، ۲/۲۲، الرقم/٤۷۳۹، والترمذي في السنن، كتاب السير، باب ما جاء في النهي عن قتل النساء والصبيان، ٤/۱۳٦، الرقم/۱۵٦۹، وابن ماجه في السنن، كتاب الجهاد، باب الغارة والبيات وقتل النساء والصبيان، ۲/۹٤۷، الرقم/۲۸٤۱، والنسائي في السنن الكبرى، ۵/۱۸۵، الرقم/۸٦۱۸، والدارمي في السنن، ۲/۲۹۳، الرقم/۲٤٦۲، وابن حبان في الصحيح، ۱/۳٤٤، الرقم/۱۳۵۔

٢٦/٢. وَفِي رِوَايَةٍ طَوِيْلَةٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ فَمِنْهَا، فَكَتَبَ إِلَيْهِ (أَيِ النَّجْدَةَ) ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: وَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الصِّبْيَانَ فَلَا تَقْتُلِ الصِّبْيَانَ.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

یزید بن ہرمز ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نجدہ کے خط کے جواب میں لکھا: بے شک رسول اللہ ﷺ دشمنوں کے بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے، سوتم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا۔

اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

٢٧/٣. وَفِي رِوَايَةِ رَبَاحِ بْنِ رَبِيْعٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ،

٢٦: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم والنهى عن قتل صبيان أهل الحرب، ٣/١٤٤٤، رقم/١٨١٢۔

٢٧: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٣/٤٨٨، الرقم/١٦٠٣٥، وأبو داود في السنن، كتاب الجهاد، باب في قتل النساء، ٣/٥٣، الرقم/٢٦٦٩، وابن ماجه في السنن، كتاب الجهاد، باب الغارة والبيات وقتل النساء والصبيان، ٢/٩٤٨، الرقم/٢٨٤٢، والنسائي في السنن الكبرى، ٥/١٨٦-١٨٧، الرقم/٨٦٢٥، ٨٦٢٧، وابن حبان في الصحيح، ١١/١١٠، الرقم/٤٧٨٩، وابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٨٢، الرقم/٣٣١١٧، وأبو يعلى في المسند، ٣/١١٥-١١٦، الرقم/١٥٤٦، والحاكم في المستدرك، ٢/١٣٣، الرقم/٢٥٦٥، والطبراني في المعجم الكبير، ٤/١٠، الرقم/٣٤٨٩، والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/٨٢، الرقم/١٧٨٨٣۔

فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِينَ عَلٰى شَيءٍ، فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: انْظُرْ عَلَامَ اجْتَمَعَ هٰـؤُلَاءِ؟ فَجَاءَ فَقَالَ: عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيلٍ، فَقَالَ: مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ، قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: قُلْ لِخَالِدٍ: لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا.

وَفِي رِوَايَةٍ: لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيفًا.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وأَبُوْدَاوُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ وَابْنُ مَاجَه وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوْ يَعْلٰى وَالْحَاكِمُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ.

ایک روایت میں حضرت رَباح بن ربیع ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے دیکھا بہت سے لوگ کسی چیز کے پاس جمع ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو یہ دیکھنے کے لیے بھیجا کہ لوگ کس چیز کے پاس جمع ہوئے ہیں۔ اُس نے آکر بتایا: ایک مقتول عورت کے پاس۔ فرمایا: یہ تو جنگ نہیں کرتی تھی۔ حضرت رباح ﷺ بیان کرتے ہیں کہ اگلے دستے کے کمانڈر حضرت خالد بن ولید ﷺ تھے لہٰذا آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا: خالد سے کہنا: (مشرکین کی) عورتوں اور خدمت کرنے والوں کو ہرگز قتل نہ کرو۔

ایک روایت میں ہے: بچوں اور خدمت گاروں کو ہرگز قتل نہ کرو۔

اِسے امام احمد، ابو داود، ابن ماجہ، نسائی، ابن حبان، ابن اَبی شیبہ، ابو یعلی، حاکم، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ مذکورہ الفاظ امام ابو داود کے ہیں۔

٢٨/٤. عَنْ أَنَسٍ ﷺ، كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتّٰى يُصْبِحَ.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَحْمَدُ وَأَبُوْ يَعْلٰى وَابْنُ حِبَّانَ.

٢٨: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب دعاء النبي ﷺ إلى الإسلام والنبوة، ٣/١٠٧٧، الرقم/٢٧٨٤، وأحمد بن حنبل في ـــــ

حضرت انس رضی اللہ عنہ **سے مروی ہے** کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم سے لڑتے تو اس وقت تک لڑائی شروع نہ کرتے جب تک صبح نہ ہو جاتی۔

اسے امام بخاری، احمد، ابو یعلی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

۲۹/۵. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهَا لَيْلًا وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَا يُغِيرُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ.

ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ **بیان کرتے ہیں** کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب خیبر کی جانب نکلے تو وہاں رات کے وقت پہنچے اور آپ ﷺ جب رات کے وقت کسی قوم کے پاس پہنچتے تو صبح ہونے سے پہلے ان کے خلاف جہاد نہیں فرماتے تھے۔

اسے امام بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

۳۰/۶. عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيْعٍ رضی اللہ عنہ **قَالَ: كُنَّا فِي غَزَاةٍ فَأَصَبْنَا ظَفَرًا وَقَتَلْنَا مِنَ**

.... المسند، ۳/۱۵۹، الرقم/۱۲۶۳۹، وأبو يعلى في المسند، ۶/۴۳۱، الرقم/۳۸۰۴، وابن حبان في الصحيح، ۱۱/۴۹، الرقم/۴۷۴۵۔

۲۹: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب دعاء النبي ﷺ إلى الإسلام والنبوة، ۳/۱۰۷۷، الرقم/۲۷۸۵، والترمذي في السنن، كتاب السير، باب في البيات والغارات، ۴/۱۲۱، الرقم/۱۵۵۰، والنسائي في السنن الكبرى، ۵/۱۷۸، الرقم/۸۵۹۸، وابن حبان في الصحيح، ۱۱/۵۱، الرقم/۴۷۴۶۔

۳۰: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۳/۴۳۵، الرقم/۱۵۶۲۶-۱۵۶۲۷، وأيضًا، ۴/۲۴، الرقم/۱۶۳۴۲، والنسائي في السنن الكبرى، كتاب السير، باب النهي عن قتل ذراري المشركين، ۵/۱۸۴، الرقم/۸۶۱۶، ــــ

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى أَنْ قَتَلُوْا الذُّرِّيَّةَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى أَنْ قَتَلُوْا الذُّرِّيَّةَ أَ لَا لَا تَقْتُلُنَّ ذُرِّيَّةً أَ لَا لَا تَقْتُلُنَّ ذُرِّيَّةً قِيْلَ: لِمَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلَيْسَ هُمْ أَوْلَادَ الْمُشْرِكِيْنَ؟ قَالَ: أَوَ لَيْسَ خِيَارُكُمْ أَوْلَادَ الْمُشْرِكِيْنَ.

وَفِي رِوَايَةٍ زَادَ: فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّمَا هُمْ أَبْنَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ، فَقَالَ: خِيَارُكُمْ أَبْنَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ، أَ لَا، لَا تُقْتَلُ الذُّرِّيَّةُ، كُلُّ نَسَمَةٍ تُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، حَتّٰى يُعْرِبَ عَنْهَا لِسَانُهَا، فَأَبَوَاهَا يُهَوِّدَانِهَا وَيُنَصِّرَانِهَا.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ. وَقَالَ الْحَاكِمُ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ: رَوَاهُ أَحْمَدُ بِأَسَانِيْدَ وَبَعْضُ أَسَانِيْدِ أَحْمَدَ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ.

حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک غزوہ میں شریک تھے، (ہم لڑتے رہے یہاں تک) کہ ہمیں غلبہ حاصل ہوگیا اور ہم نے مشرکوں کو قتل کیا حتیٰ کہ لوگوں نے

.... والدارمي في السنن، ٢/٢٩٤، الرقم/٢٤٦٣، وابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٨٤، الرقم/٣٣١٣١، وابن حبان في الصحيح، ١/٣٤١، الرقم/١٣٢، والحاكم في المستدرك، ٢/١٣٣-١٣٤، الرقم/٢٥٦٦-٢٥٦٧، والطبراني في المعجم الكبير، ١/٢٨٤، الرقم/٨٢٩، والشيباني في الآحاد والمثاني، ٢/٣٧٥، الرقم/١١٦٠، وأبو نعيم في حلية الأولياء، ٨/٢٦٣، والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/٧٧، الرقم/١٧٨٦٨، وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد، ٥/٣١٦۔

(بعض) بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جن کے قتل کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے بچوں تک کو قتل کر ڈالا۔ خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیوں؟ کیا وہ مشرکوں کے بچے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے جو (آج) بہتر لوگ ہیں (کل) یہ بھی مشرکوں کے بچے نہیں تھے؟

ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ مشرکین کے بچے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ بھی تو مشرکین کے بچے ہیں (یعنی اُن کے والدین مشرک تھے)۔ خبردار! بچوں کو جنگ کے دوران قتل نہ کیا جائے ہر جان فطرتِ (سلیمہ) پر پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ اُس کی زبان اُس کی فطرت کا اظہار نہ کردے، پھر اُس کے والدین اُسے یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔

اِسے امام احمد، نسائی، دارمی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا: یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔ جبکہ امام ہیثمی نے فرمایا: اِسے امام احمد نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان کی بعض اسانید کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

۷/۳۱. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ: فَقَالَ أَلَا أَنَّ خِيَارَكُمْ أَبْنَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ قَالَ: أَلَا لَاتَقْتُلُوْا ذُرِّيَّةً أَلَا لَا تَقْتُلُوا ذُرِّيَةً.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ.

ایک اور روایت میں حضرت اَسود بن سریع ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خبردار! تمہارے بہترین لوگ مشرکین کے ہی بیٹے تھے۔ پھر فرمایا: خبردار بچوں کو قتل نہ کرو؛ خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔

۳۱: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۳/۴۳۵، الرقم/۱۵۶۲۶-۱۵۶۲۷، والبيهقي في السنن الكبرى، ۹/۷۷، الرقم/۱۷۸۶۸۔

اِسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

٨/٣٢. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ قَالَ: اخْرُجُوْا بِسْمِ اللهِ تُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللهِ مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، لَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَغُلُّوْا، وَلَا تُمَثِّلُوْا، وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ، وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوْ يَعْلٰى.

حضرت (عبد اللہ) بن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو حکم فرماتے: اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ، تم اللہ کی راہ میں اس کے ساتھ کفر کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے جا رہے ہو: اس دوران بد عہدی نہ کرنا، چوری اور خیانت نہ کرنا، نعشوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں کو قتل نہ کرنا اور راہبوں کو قتل نہ کرنا۔

اِسے امام احمد بن حنبل، ابن ابی شیبہ اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

٩/٣٣. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا بَعَثَ جُيُوْشَهُ قَالَ: لَا تَقْتُلُوا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوْ يَعْلٰى وَالطَّحَاوِيُّ.

حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ کی بیان کردہ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں جب نبی

٣٢: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ١/٣٠٠، الرقم/٢٧٢٨، و ابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٨٤، الرقم/٣٣١٣٢، وأبو يعلى في المسند، ٤/٤٢٢، الرقم/٢٥٤٩، وذكره ابن رشد في بداية المجتهد، ١/٢٨١۔

٣٣: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٨٤، الرقم/٣٣١٣٢، وأبو يعلى في المسند، ٥/٥٩، الرقم/٢٦٥٠، والطحاوي في شرح معاني الآثار، ٣/٢٢٥، وذكره الديلمي في مسند الفردوس، ٥/٤٥، الرقم/٧٤١٠۔

اکرم ﷺ اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو (ان کو یہ ہدایت) فرماتے: کلیساؤں کے متولیوں (یعنی پادریوں) کو قتل نہ کرنا۔

اِسے امام ابن ابی شیبہ، ابو یعلی اور طحاوی نے روایت کیا ہے۔

١٠/٣٤. وَفِي رِوَايَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی الله عنه، قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ، قَالَ: انْطَلِقُوْا بِاسْمِ اللهِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا طِفْلًا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا شَيْخًا كَبِيْرًا، وَلَا تَغُوْرُنَّ عَيْنًا، وَلَا تَعْقِرُنَّ شَجَرَةً إِلَّا شَجَرًا يَمْنَعُكُمْ قِتَالًا أَوْ يَحْجُزُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَلَا تُمَثِّلُوْا بِآدَمِيٍّ وَلَا بَهِيْمَةٍ، وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَذَكَرَهُ الْهِنْدِيُّ.

حضرت علی بن اَبی طالب رضی الله عنه سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب اسلامی لشکر کو مشرکین کی طرف روانہ کرتے تو یوں ہدایات فرماتے: اللہ کے نام سے چلو، پھر حدیث بیان فرمائی جس میں تھا کہ 'کسی بچے کو قتل نہ کرنا، کسی عورت کو قتل نہ کرنا، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا، چشموں کو خشک و ویران ہرگز نہ کرنا، جنگ میں حائل درختوں کے سوا کسی دوسرے درخت کو ہرگز نہ کاٹنا، کسی انسان کا مثلہ نہ کرنا، کسی جانور کا مُثلہ نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا اور چوری و خیانت نہ کرنا'۔

اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور ہندی نے بیان کیا ہے۔

١١/٣٥. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا

٣٤: أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، ٩/٩٠، الرقم/١٧٩٣٤، والهندي في كنز العمال، ٤/٢٠٥، الرقم/١١٤٢٥۔

٣٥: أخرجه أبو داود في السنن، كتاب الجهاد، باب دعاء المشركين، ٣/٣٧، الرقم/٢٦١٤، وابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٨٣، الرقم/٣٣١١٨،

فَانِيًا وَلَا طِفْلاً وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً.

رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ کسی انتہائی کمزور بوڑھے کو قتل کرو، نہ شیر خوار بچے کو، نہ نابالغ کو اور نہ عورت کو۔

اسے امام ابو داود، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

۱۲/۳٦. وَفِي رِوَايَةِ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالذُّرِّيَّةِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيرِ الَّذِي لَا حِرَاکَ بِهِ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.

حضرت راشد بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں، بچوں اور عمر رسیدہ افراد جن میں (مزاحمت کی) کوئی سکت نہ ہو کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

اسے امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

۱۳/۳۷. وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ أَبِي حَقِيْقٍ، نَهٰى حِيْنَئِذٍ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالشَّافِعِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ.

---- والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/٩٠، الرقم/١٧٩٣٢۔

٣٦: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٨٤، الرقم/٣٣١٣٥۔

٣٧: أخرجه عبد الرزاق في المصنف، ٥/٢٠٢، الرقم/٩٣٨٥، والشافعي في المسند/٢٣٨، والطحاوي في شرح معاني الآثار، ٣/٢٢١، والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/٧٧، الرقم/١٧٨٦٥۔

حضرت ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جب ابن ابی حقیق کی طرف لشکر روانہ کیا تو لشکرِ اسلام کو عورتیں اور بچے قتل کرنے سے منع فرمایا۔

اِسے امام عبد الرزاق، شافعی، طحاوی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

١٤/٣٨. وَفِي رِوَايَةِ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ، قَالَ: كُنْتُ فِيْمَنْ حَكَمَ فِيْهِمْ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَشَكُّوْا فِيَّ أَمِنَ الذُّرِّيَّةِ أَنَا أَمْ مِنَ الْمُقَاتِلَةِ؟ فَنَظَرُوْا إِلٰى عَانَتِي فَلَمْ يَجِدُوْهَا نَبَتَتْ، فَأُلْقِيتُ فِي الذُّرِّيَّةِ، وَلَمْ أُقْتَلْ.

رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ.

حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بذاتِ خود ان لوگوں میں شامل تھا جن کے بارے میں دورانِ جنگ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ تو اُنہوں نے میرے بارے میں شک کیا کہ آیا میں بچوں میں شامل ہوں یا لڑائی کرنے والوں میں؟ لہٰذا اُنہوں نے میرے جسم پر بلوغت کے بال تلاش کیے جو ابھی اُگے بھی نہ تھے۔ تو مجھے بچوں میں شمار کر لیا گیا اور میں قتل ہونے سے بچ گیا۔

اسے امام ابن حبان، عبد الرزاق، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

١٥/٣٩. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رضي الله عنه، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ.

٣٨: أخرجه ابن حبان في الصحيح، كتاب السير، باب الخروج وكيفية الجهاد، ١١/١٠٩، الرقم/٤٧٨٨، وعبد الرزاق في المصنف، ١٠/ ١٧٩، الرقم/١٨٧٤٢، والطبراني في المعجم الكبير، ١٧/١٦٤، الرقم/ ٤٣٤، والبيهقي في السنن الكبرىٰ، ٦/١٦٦، الرقم/١١٠٩٨۔

٣٩: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، ٧/١١٣، الرقم/٧٠١١۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

حضرت ابو ثعلبہ خشنی ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

قَالَ الْإِمَامُ السَّرَخْسِيُّ فِي كِتَابِهِ الْمَشْهُوْرِ 'الْمَبْسُوْطِ':

قَالَ ﷺ: وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيدًا وَالْوَلِيْدُ الْمَوْلُوْدُ فِي اللُّغَةِ وَكُلُّ آدَمِيٍّ مَوْلُوْدٌ، وَلٰكِنَّ هٰذَا اللَّفْظُ إِنَّمَا يُسْتَعْمَلُ فِي الصِّغَارِ عَادَةً. فَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهُ لَا يَحِلُّ قَتْلُ الصِّغَارِ مِنْهُمْ، إِذَا كَانُوْا لَا يُقَاتِلُوْنَ. وَقَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ. وَقَالَ: اقْتُلُوْا شُيُوْخَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَاسْتَحْيُوْا شُرُوْخَهُمْ. وَالْمُرَادُ بِالشُّيُوخِ الْبَالِغِيْنَ وَبِالشُّرُوْخِ الْأَتْبَاعُ مِنَ الصِّغَارِ وَالنِّسَآءِ وَالْاِسْتِحْيَاءُ الْاِسْتِرْقَاقُ. قَالَ اللهُ: ﴿وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ﴾ [مؤمن، ٤٠/٢٥]. **وَفِي وَصِيَّةِ أَبِي بَكرٍ ﷺ لِيَزِيْدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ: لَا تَقْتُلْ شَيْخًا ضَرِعًا وَلَا صَبِيًّا ضَعِيْفًا، يَعْنِي شَيْخًا فَانِيًا وَصَغِيْرًا لَا يُقَاتِلُ.**[1]

امام سرخسی اپنی شہرہ آفاق کتاب 'المبسوط' میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بچوں کو قتل نہ کرو۔ 'ولید' عربی لغت میں 'مولود' کے معنٰی میں ہے۔ یوں تو ہر انسان مولود ہے مگر اس لفظ کا استعمال عموماً چھوٹے بچوں کے لیے ہوتا ہے۔ یہ فرمانِ نبوی ﷺ اس

(١) السرخسي في كتاب المبسوط، ١٠/٥-٦۔

بات کی دلیل ہے کہ بچوں کا قتل جائز نہیں (خاص طور پر) جبکہ وہ قتال میں شریک ہی نہ ہوں۔ حدیث مبارک میں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا اور فرمایا: (حربی) مشرکین میں سے جو بالغ ہیں (صرف حالتِ جنگ میں) اُنہیں قتل کرو لیکن عورتوں اور بچوں کو (پھر بھی) زندہ رہنے دو۔ شیوخ سے مراد (جنگ میں شریک) بالغ افراد ہیں۔ شروخ سے مراد بچے اور عورتیں (dependents) ہیں۔ استحیاء کا مطلب ہے: ان سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاسۡتَحۡیُوۡا نِسَآءَھُمۡ﴾ 'اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو'۔ اس آیت میں بھی استحیاء نرمی کے برتاؤ کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ (حالتِ جنگ میں بھی) کسی شیخ فانی (عمر رسیدہ یا قریبِ مرگ بوڑھے) اور ناتواں بچے کو ہرگز قتل نہ کرے۔

مَنْعُ قَتْلِ السُّفَرَاءِ وَالزُّرَّاعِ وَالتُّجَّارِ وَغَيْرِ الْمُتَحَارِبِيْنَ

سفارت کاروں، کسانوں، تاجروں اور جنگ نہ کرنے والوں کے قتل کی ممانعت

٤٠/١. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ (فِي يَوْمِ فَتْحِ مَكَّةَ): مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالْبَزَّارُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَأَبُوْ عَوَانَةَ وَابْنُ رَاهَوَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ (فتح مکہ کے روز) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اُسے امان حاصل ہے، جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے امان حاصل ہے، جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اُسے بھی امان حاصل ہے۔

اِسے امام مسلم، ابو داود، بزار، دارقطنی، ابوعوانہ اور ابن راہویہ نے روایت کیا ہے۔

٤٠: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب فتح مكة، ٣/١٤٠٧، الرقم/١٧٨٠، وأبو داود في السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب ما جاء في خبر مكة، ٣/١٦٢، الرقم/٣٠٢١، والبزار في المسند، ٤/١٢٢، الرقم/١٢٩٢، والدارقطني في السنن، ٣/٦٠، الرقم/٢٣٣، وأبو عوانة في المسند، ٤/٢٩٠، الرقم/٦٧٨٠، وابن راهويه في المسند، ١/٣٠٠، الرقم/٢٧٨۔

٢/٤١. عَنْ نَعِيْمِ بْنِ مَسْعُوْدٍ الْأَشْجَعِيِّ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ حِيْنَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ، قَالَ لِلرَّسُوْلَيْنِ: فَمَا تَقُوْلَانِ أَنْتُمَا؟ قَالَا: نَقُوْلُ كَمَا قَالَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَاللهِ، لَوْ لَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُوْ دَاوُدَ وَالْحَاكِمُ. وَقَالَ الْحَاكِمُ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

حضرت نعیم بن مسعود اشجعی ﷺ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسیلمہ کذاب کا خط پڑھ لیا تو اس وقت میں نے آپ ﷺ کو دونوں سفیروں سے یہ فرماتے ہوئے سنا: تم دونوں کیا کہتے ہو؟ تم دونوں کیا کہتے ہو؟ دونوں نے کہا: ہم بھی وہی کہتے ہیں جو وہ کہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر قاصدوں کو قتل کرنا ناجائز نہ ہوتا تو میں (اس جسارت پر) تم دونوں کی گردن اڑا دیتا۔

اسے امام احمد، ابو داود اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث امام مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

٣/٤٢. وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَتَشْهَدَانِ أَنِّي

٤١: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٣/٤٨٧، الرقم/١٦٠٣٢، و أبو داود في السنن، كتاب الجهاد، باب في الرسل، ٣/٨٣، الرقم/٢٧٦١، والحاكم في المستدرك على الصحيحين، ٢/١٥٥، الرقم/٢٦٣٢، وأيضاً، ٣/٥٤، الرقم/٤٣٧٧۔

٤٢: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ١/٣٩٠، ٤٠٤، الرقم/٣٧٠٨، ٣٨٣٧، والنسائي في السنن الكبرى، ٥/٢٠٥، الرقم/٨٦٧٥، والدارمي في السنن، ٢/٣٠٧، الرقم/٢٥٠٣، وأبو يعلى في المسند، ٩/٣١، الرقم/٥٠٩٧۔

رَسُوْلُ اللهِ؟ قَالَا: نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلُ اللهِ. فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُوْلًا لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا قَالَ: فَجَرَتْ سُنَّةٌ أَنْ لَّا يُقْتَلَ الرَّسُوْلُ.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَأَبُوْ يَعْلٰى.

حضرت عبد اللہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مسیلمہ کذاب کے) دونوں سفیروں (ابن نواحہ اور ابن اثال) سے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی سفیر کو قتل کرنے والا ہوتا تو ضرور تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔ راوی کہتے ہیں: (اس دن سے) یہ اصول جاری ہوگیا کہ کسی سفارت کار کو قتل نہ کیا جائے۔

اسے امام احمد، نسائی، دارمی اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

٤٣/٤. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ لَوْ كُنْتُ قَاتِلاً رَسُوْلًا لَقَتَلْتُكُمَا قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ: فَمَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّيَالِسِيُّ وَذَكَرَهُ ابْنُ الْقَيِّمِ.

حضرت عبداللہ ﷜ ایک اور روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر میرے نزدیک کسی سفارت کار کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو (اس اہانت کی پاداش میں) ضرور قتل کر دیتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ کا بیان ہے کہ (اسی دن سے) یہ اصول جاری ہوگیا کہ سفارت کاروں کو قتل نہ کیا جائے۔

اِسے امام احمد اور طیالسی نے روایت کیا ہے اور ابن قیم نے بیان کیا ہے۔

٤٣: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ١/٣٩٦، الرقم/٣٧٦١، والطيالسي في المسند، ١/٣٤، الرقم/٢٥١، وذكره ابن القيم في زاد المعاد، ٣/٦١١.

٥/٤٤. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ﷺ، قَالَ: كَانُوْا لَا يَقْتُلُوْنَ تُجَّارَ الْمُشْرِكِيْنَ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ.

حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ مسلمان مشرکین کے تاجروں کو بھی قتل نہیں کرتے تھے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

٦/٤٥. عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ: لَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا، وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا، وَاتَّقُوا اللهَ فِي الْفَلَّاحِيْنَ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ آدَمَ الْقُرَشِيُّ.

حضرت زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ اُن کے پاس حضرت عمر ﷺ کا خط آیا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا: مالِ غنیمت کی تقسیم میں دھوکہ نہ کرو، نہ غداری کرو، نہ بچوں کو قتل کرو اور کسانوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اسے امام ابن ابی شیبہ اور ابن آدم القرشی نے روایت کیا ہے۔

٧/٤٦. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: اتَّقُوْا اللهَ فِي الْفَلَّاحِيْنَ، فَلَا تَقْتُلُوْهُمْ إِلَّا أَنْ يَنْصِبُوْا لَكُمُ الْحَرْبَ.

٤٤: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٨٤، الرقم/٣٣١٢٩، والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/٩١، الرقم/١٧٩٣٩، وذكره ابن آدم القرشي في الخراج، ١/٥٢، الرقم/١٣٣۔

٤٥: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٨٣، الرقم/٣٣١٢٠، وابن آدم القرشي في كتاب الخراج، ١/٥٢، الرقم/١٣٢۔

٤٦: أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، ٩/٩١، رقم/١٧٩٣٨۔

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ.

حضرت زید بن وہب سے ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسانوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، انہیں قتل نہ کرو سوائے اس کے کہ وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں۔

اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

٤٧/٨. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ قَالَ: لَا تَقْتُلُوا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوْ يَعْلٰى وَالطَّحَاوِيُّ.

حضرت (عبد اللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب اپنی افواج کو (کسی معرکہ کے لیے) روانہ فرماتے تو انہیں ہدایت فرماتے: 'کلیساؤں کے متولیوں (یعنی پادریوں) کو قتل نہ کرنا'۔

اِسے امام ابن ابی شیبہ، ابو یعلی اور طحاوی نے روایت کیا ہے۔

٤٨/٩. وَفِي رِوَايَةِ ثَابِتِ بْنِ الْحَجَّاجِ الْكِلَابِيِّ قَالَ: قَامَ أَبُوْ بَكْرٍ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا، لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصَّوْمَعَةِ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.

ثابت بن حجاج الکلابی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان

٤٧: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٤٨٤/٦، الرقم/٣٣١٣٢، وأبو يعلى في المسند، ٥٩/٥، الرقم/٢٦٥٠، والطحاوي في شرح معاني الآثار، ٢٢٥/٣، والديلمي في مسند الفردوس، ٤٥/٥، الرقم/٧٤١٠۔

٤٨: ابن أبي شيبة، المصنف، ٤٨٣/٦، الرقم/٣٣١٢٧۔

کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا: 'خبردار! عبادت گاہ میں موجود (غیر متحارب) پادری کو قتل نہ کیا جائے'۔

اِسے امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

۴۹/۱۰. وَفِي رِوَايَةِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ ﷺ لَمَّا بَعَثَ الْجُنُوْدَ نَحْوَ الشَّامِ قَالَ: لَمَّا رَكِبُوْا، مَشٰى أَبُوْ بَكْرٍ مَعَ أُمَرَاءِ جُنُوْدِهٖ يُوَدِّعُهُمْ حَتّٰى بَلَغَ ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ فَقَالُوْا: يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ، أَتَمْشِي وَنَحْنُ رُكْبَانٌ فَقَالَ: إِنِّي أَحْتَسِبُ خُطَايَ هٰذِهٖ فِي سَبِيْلِ اللهِ ثُمَّ جَعَلَ يُوْصِيْهِمْ فَقَالَ: أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ اغْزُوْا فِي سَبِيْلِ اللهِ فَقَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ فَإِنَّ اللهَ نَاصِرُ دِيْنِهٖ، وَلَا تَقْتُلُوْا الْوِلْدَانِ وَلَا الشُّيُوْخَ وَلَا النِّسَاءَ وَسَتَجِدُوْنَ أَقْوَامًا حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ فَدَعُوْهُمْ وَمَا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ لَهٗ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرَ وَذَكَرَهُ الْهِنْدِيُّ.

حضرت سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے جب شام کی طرف افواج روانہ کیں تو اہل لشکر کے سوار ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ﷺ اپنی افواج کے سالاروں کے ہمراہ انہیں الوداع کہنے کے لیے پیدل چلتے ہوئے وداع کی پہاڑیوں تک پہنچ گئے۔ اس دوران سپہ سالاروں نے عرض کیا: اے نائبِ رسول، (کیا یہ ہمارے لیے خلافِ آداب نہیں کہ) آپ پیدل چل رہے ہیں جبکہ ہم سوار ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں اپنے ان قدموں کو اللہ کے راستے میں شمار کرتا ہوں، پھر انہیں ہدایات ارشاد فرمانے لگے کہ میں تمہیں (ہر

۴۹: أخرجه البيهقى في السنن الكبرى، ۹/۸۵، الرقم/۱۷۹۰۴، والطحاوي في شرح مشكل الآثار، ۳/۱۴۴، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، ۲/۷۵، وذكره الهندى في كنز العمال، ۴/۲۰۳، الرقم/۱۱۴۰۸۔

معاملے میں) اللہ سے ڈرنے کی ہدایت کرتا ہوں، تم اللہ کی راہ میں (ظالموں کے خلاف) جنگ کرنا اور اللہ (کے نظام توحید) کا انکار کرنے والوں سے دو بدو لڑائی کرنا، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین (اسلام) کی مدد و نصرت فرمانے والا ہے، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو مت قتل کرنا اور کچھ لوگوں کو تم اس حال میں پاؤ گے کہ انہوں نے خود کو اپنی عبادت گاہوں تک محدود کر لیا ہوگا، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا اور ان (عبادت گاہوں اور مال و اسباب) کو بھی چھوڑ دینا جن کے لیے انہوں نے خود کو بند کر رکھا تھا۔

اس کو امام بیہقی، طحاوی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور حسام الدین ہندی نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

۱۱/۵۰. وَفِي رِوَايَةِ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: لَمَّا بَعَثَ أَبُوْ بَكْرٍ ﷺ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ إِلَى الشَّامِ فَقَالَ (له): وَلاَ تَقْتُلُوا كَبِيرًا هَرِمًا وَلاَ امْرَأَةً وَلاَ وَلِيدًا وَلاَ تُخَرِّبُوا عُمْرَانًا وَلَا تَقْطَعُوا شَجَرَةً إِلَّا لِنَفْعٍ وَلاَ تَعْقِرَنَّ بَهِيمَةً إِلَّا لِنَفْعٍ وَلاَ تُحْرِقَنَّ نَخْلاً وَلَا تُغْرِقَنَّهُ وَلَا تَغْدِرْ وَلَا تُمَثِّلْ وَلَا تَجْبُنْ وَلَا تَغْلُلْ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ.

حضرت صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے یزید بن ابی سفیان کو شام کی طرف روانہ کیا تو (ان سے) فرمایا: کسی ضعیف، عمر رسیدہ یا قریب المرگ شخص، عورت اور بچے کو قتل نہ کرنا اور آبادی کو ویران نہ کرنا۔ بلا ضرورت درخت نہ کاٹنا اور چوپایوں کو (غذائی ضرورت کے) نفع کے سوا ہرگز ذبح نہ کرنا اور کھجوروں کے باغات ہرگز نہ جلانا اور نہ انہیں تباہ و برباد کرنا اور نہ غداری کرنا، نہ مُثلہ کرنا، نہ بزدلی کرنا اور نہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں دھوکہ بازی کرنا۔

اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

۵۰: أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، ۹/ ۹۰، الرقم/ ۱۷۹۲۹۔

۱۲/۵۱. **وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ ﷛: لَا يُذَفَّفُ عَلٰى جَرِيْحٍ، وَلَا يُقْتَلُ أَسِيْرٌ، وَلَا يُتْبَعُ مُدْبِرٌ.**

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ.

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب ﷛ نے فرمایا: زخمی کو فوراً قتل نہ کیا جائے، نہ قیدی کو قتل کیا جائے اور نہ بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے۔

اسے امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

۱۳/۵۲. **وَفِي رِوَايَةِ جُوَيْبِرٍ، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَمَّارًا بَعْدَ مَا فَرَغَ عَلِيٌّ مِّنْ أَصْحَابِ الْجَمَلِ يُنَادِي، لَا تَقْتُلُوْا مُقْبِلًا، وَلَا مُدْبِرًا، وَلَا تُذَفِّفُوْا عَلٰى جَرِيْحٍ، وَلَا تَدْخُلُوْا دَارًا، مَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهٗ فَهُوَ آمِنٌ.**

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ.

ایک روایت میں حضرت جویبر بیان کرتے ہیں کہ انہیں بنو اسد کی ایک عورت نے بتایا کہ اس نے حضرت عمار کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد یہ اعلان کرتے ہوئے سنا: کسی آنے والے اور نہ ہی جانے والے کو قتل کرنا، زخمی کو فوراً قتل نہ کرنا، اور گھر میں داخل نہ ہونا، جس نے اسلحہ ڈال دیا ہو اسے امان حاصل ہے اور جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اسے بھی امان حاصل ہے۔

اسے امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

۵۱: أخرجه عبد الرزاق في المصنف، ۱۰/۱۲۳، الرقم/۱۸۵۹۰۔

۵۲: أخرجه عبدالرزاق في المصنف، ۱۰/۱۲۴، الرقم/۱۸۵۹۱۔

مَا رُوِيَ عَنِ الْأَئِمَّةِ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِيْنَ

قَالَ الإِمَامُ الْأَوْزَاعِيُّ: لَا يُقْتَلُ الْحُرَّاثُ إِذَا عُلِمَ أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْمُقَاتِلَةِ.(۱)

امام اَوزاعی فرماتے ہیں: اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جنگ میں عملاً شریک نہیں تو دورانِ جنگ کسی کاشت کار کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ الْقُدَّامَةِ الْمَقْدِسِيُّ: فَأَمَّا الْفَلَّاحُ الَّذِي لَا يُقَاتِلُ فَيَنْبَغِي أَلَّا يُقْتَلَ، لِمَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: اتَّقُوا اللهَ فِي الْفَلَّاحِيْنَ، الَّذِيْنَ لَا يَنْصِبُوْنَ لَكُمْ فِي الْحَرْبِ.(۲)

امام ابن قدامہ المقدسی بیان کرتے ہیں: ان کسانوں اور مزارعوں کو قتل کرنا جائز نہیں جو جنگ میں عملاً شریک نہ ہوں، کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کسانوں اور مزارعوں کی نسبت اللہ سے ڈرو جو دورانِ جنگ تمہارے خلاف لڑتے نہیں۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ ابْنُ الْقَيِّمِ: فَإِنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمْ يَقْتُلُوْهُمْ حِيْنَ فَتَحُوْا الْبِلَادَ، وَلِأَنَّهُمْ لاَ يُقَاتِلُوْنَ، فَأَشْبَهُوْا الشُّيُوْخَ وَالرُّهْبَانَ.(۳)

---

(۱) ابن القيم في أحكام أهل الذمة، ١/١٦٥۔

(۲) ابن القدامة في المغني، ٩/٢٥١۔

(۳) ابن القيم في أحكام أهل الذمة، ١/١٦٥۔

علامہ ابن القیم بیان کرتے ہیں: صحابہ کرام ﷡ کا یہ معمول تھا کہ وہ کسی علاقے کو فتح کر لینے کے بعد (زراعت پیشہ) لوگوں کو قتل نہ کرتے کیونکہ وہ براہِ راست جنگ میں شریک نہ ہوتے تھے، ان پر بھی بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں (کو قتل نہ کرنے) کے حکم کا اطلاق ہوتا تھا۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ ابْنُ الْقَيِّمِ: وَإِنَّ الْعَبْدَ مَحْقُوْنُ الدَّمِ فَأَشْبَهَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ.(1)

علامہ ابن القیم نے بیان کیا ہے: گھروں کا کام کاج کرنے والے خدمت گار بھی عورتوں اور بچوں کی طرح محفوظ الدم ہیں۔

(۱) ابن القيم في أحكام أهل الذّمة، ١/١٧٢۔

حُرِّیَّةُ مَذْهَبِهِمْ وَعَقَائِدِهِمْ

﴾غیر مسلموں کے لیے مذہب اور عقائد کی آزادی﴿

اَلْقُرْآن

(۱) لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ. (البقرہ، ٢/٢٥٦)

دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہوچکی ہے۔

(۲) قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران، ٣/٦٤)

آپ فرما دیں: اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو اللہ کے تابع فرمان (مسلمان) ہیں○

(۳) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ.
(الأنعام، ٦/١٠٨)

اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ

کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔

(٤) وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى.

(الأنعام، ٦/١٦٤)

اور ہر شخص جو بھی (گناہ) کرتا ہے (اس کا وبال) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(٥) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

(یونس، ١٠/٩٩)

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو ضرور سب کے سب لوگ جو زمین میں آباد ہیں ایمان لے آتے، (جب رب نے انہیں جبراً مومن نہیں بنایا) تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں؟ ۝

(٦) وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا.

(الكهف، ١٨/٢٩)

اور فرما دیجیے کہ (یہ) حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے بے شک ہم نے ظالموں کے لیے (دوزخ کی) آگ تیار کر رکھی ہے۔

(٧) وَلَوْ لَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللهِ كَثِيْرًا.

(الحج، ٢٢/٤٠)

اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور

ویران کر دی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۸) فَذَكِّرْ قف اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝

(الغاشية، ۸۸/۲۲-۲۳)

پس آپ نصیحت فرماتے رہیے، آپ تو نصیحت ہی فرمانے والے ہیں ۝ آپ ان پر جابر و قاہر (کے طور پر) مسلط نہیں ہیں ۝

(۹) لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ ۝ (الكافرون، ۱۰۹/۶)

(سو) تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہے ۝

اَلْحَدِيْث

۱/۵۳. عَنْ عِدَّةٍ (وعند البيهقي: عَنْ ثَـلَاثِيْنَ) مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، عَنْ آبَائِهِمْ دِنْيَةً، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَذَكَرَهُ الْمُنْذِرِيُّ وَالْعَجْلُوْنِيُّ. وَقَالَ الْعَجْلُوْنِيُّ: إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

۵۳: أخرجه أبو داود في السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، ۳/۱۷۰، الرقم/۳۰۵۲، والبيهقي في السنن الكبرى، ۹/۲۰۵، الرقم/۱۸۵۱۱، وذكره المنذري في الترغيب والترهيب، ۴/۷، الرقم/۴۵۵۸، والعجلوني في كشف الخفاء، ۲/۳۴۲۔

رسول اللہ ﷺ کے کئی اَصحاب کے صاحبزادوں (امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ تیس صاحبزادوں) نے اپنے انتہائی قریبی آباء (رشتہ داروں) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! جس نے کسی معاہد (ذمی) پر ظلم کیا یا اُس کے (مذہبی و سماجی، معاشی و معاشرتی اور سیاسی و اقتصادی حقوق میں سے کسی) حق میں کمی کی یا اُسے کوئی ایسا کام دیا جو اُس کی طاقت سے باہر ہو یا اُس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اُس سے لے لی تو قیامت کے دن میں اُس (معاہد غیر مسلم) کی طرف سے (اس کے حق لیے) جھگڑا کروں گا۔

اِسے امام ابو داود اور بیہقی نے روایت اور منذری اور عجلونی نے بیان کیا ہے۔ عجلونی نے کہا ہے: اِس کی سند حسن ہے۔

٢/٥٤. عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: وَفَدَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَفْدُ نَصَارٰى نَجْرَانَ بِالْمَدِيْنَةِ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ النَّدَى بْنِ النَّدٰى، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ نَجْرَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ دَخَلُوا عَلَيْهِ مَسْجِدَهٗ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَحَانَتْ صَلَاتُهُمْ، فَقَامُوْا يُصَلُّوْنَ فِي مَسْجِدِهٖ، فَأَرَادَ النَّاسُ مَنْعَهُمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: دَعُوْهُمْ فَاسْتَقْبَلُوا الْمَشْرِقَ فَصَلَّوْا صَلَاتَهُمْ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ سَعْدٍ، وَذَكَرَهُ ابْنُ هِشَامٍ وَالذَّهَبِيُّ.

امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ میں نجران کے عیسائیوں کا وفد ملاقات کے لیے آیا۔ محمد بن جعفر بن الندی بن الندی بیان کرتے ہیں کہ یہ وفد نمازِ عصر کے بعد مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا۔ ان کی عبادت کا وقت ہو گیا تو وہ اپنی

٥٤: أخرجه البيهقي في دلائل النبوة، ٥/٣٨٢، وابن سعد في الطبقات الكبرى، ١/٣٥٧، وذكره ابن هشام في السيرة النبوية، ٢/٢٣٩-٢٤٠، والذهبي في تاريخ الإسلام، ٢/٦٩٥، وابن كثير في السيرة، ٤/١٠٨، وابن القيم في زاد المعاد، ٣/٦٢٩.

مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے مسجد نبوی میں ہی کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے انہیں روکنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو (نہ روکو)، چنانچہ انہوں نے مشرق کی سمت رخ کیا اور (پوری آزادی کے ساتھ) اپنی مذہبی رسومات بجا لائے (یعنی اپنی نماز پڑھی)۔

اِسے امام بیہقی اور ابن سعد نے روایت کیا ہے اور ابن ہشام اور الذہبی نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔

۳/۵۵. عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ الْهُذَلِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَالَحَ أَهْلَ نَجْرَانَ وَكَتَبَ لَهُمْ كِتَابًا (فَمِنْهُ) وَلِنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهَا ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللهِ، عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَرَهْبَانِيَّتِهِمْ وَأَسَاقِفَتِهِمْ وَغَائِبِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَبَعْثِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُغَيَّرُ مَا كَانُوْا عَلَيْهِ، وَلَا يُغَيَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُفْتَنُ أُسْقُفٌ مِنْ أُسْقُفِيَّتِهِ، وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَّتِهِ، وَلَا وَاقِفٌ مِنْ وَقَافِيَّتِهِ، عَلٰى مَا تَحْتَ أَيْدِيْهِمْ مِنْ قَلِيْلٍ أَوْ كَثِيْرٍ، وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ رَهَقٌ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ سَعْدٍ وَذَكَرَهُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ.

عبید اللہ بن ابی حمید، ابو ملیح الہذلی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ نجران کے ساتھ جب مصالحت فرمائی تو ان کے لیے ایک عہد نامہ تحریر فرمایا (جس میں یہ بھی درج تھا) اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ، اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اُن کے خون،

۵۵: أخرجه البيهقي في دلائل النبوة، ۵/۳۵۹-۳۸۹، وابن سعد في الطبقات الكبرى، ۱/۲۸۸، ۳۵۸، وذكره أبو يوسف في كتاب الخراج/۷۸، وأبو عبيد قاسم في كتاب الاموال/۲۴۴-۲۴۵، الرقم/۵۰۳، وابن زنجويه في كتاب الاموال/۴۴۹-۴۵۰، الرقم/۷۳۲۔

ان کی جانوں، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے مذہب، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد اور قافلوں اور اُن کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔ جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور اُن کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو - جو اُن کے ہاتھوں میں ہے (ان کی ملکیت میں ہے) چاہے وہ کم ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کے ذمہ دار ہیں - (اس سے نہیں ہٹایا جائے گا) اور ان کو کوئی خوف وخطرہ نہ ہوگا۔

اِسے امام بیہقی نے اور ابن سعد نے روایت کیا ہے اور کثیر ائمہ نے ذکر کیا ہے۔

٤/٥٦. عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضی الله عنه لَمَّا بَعَثَ الْجُنُوْدَ نَحْوَ الشَّامِ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَشُرَحْبِيْلَ بْنَ حَسَنَةَ، جَعَلَ يُوْصِيْهِمْ فَقَالَ: وَلَا تُغْرِقُنَّ نَخْلاً وَلَا تُحْرِقُنَّهَا وَلَا تَعْقِرُوْا بَهِيْمَةً وَلَا شَجَرَةً تُثْمِرُ وَلَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً وَلَا تَقْتُلُوْا الْوِلْدَانِ وَلَا الشُّيُوْخَ وَلَا النِّسَاءَ وَسَتَجِدُوْنَ أَقْوَامًا حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ فَدَعُوْهُمْ وَمَا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ لَهُ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرَ وَذَكَرَهُ الْهِنْدِيُّ.

حضرت سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان، عمرو بن العاص و شرحبیل بن حسنہ کو شام بھیجتے ہوئے حکم فرمایا: ہرگز نہ کسی درخت کو غرق کرنا اور نہ اسے جلانا، نہ کسی چوپائے کو کاٹنا اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، نہ کسی کلیسا کو منہدم کرنا، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو مت قتل کرنا اور کچھ لوگوں کو تم اس حال میں پاؤ گے

٥٦: أخرجه البيهقی في السنن الكبرى، ٩/٨٥، الرقم/١٧٩٠٤، والطحاوي في شرح مشكل الآثار، ٣/١٤٤، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، ٢/٧٥، وذكره الهندی في كنز العمال، ٤/٢٠٣، الرقم/١١٤٠٨۔

کہ انہوں نے خود کو اپنی عبادت گاہوں تک محدود کر لیا ہوگا پس انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا اور ان (عبادت گاہوں اور مال و اسباب) کو بھی چھوڑ دینا جن کے لیے انہوں نے خود کو بند کر رکھا تھا۔

اس کو امام بیہقی، طحاوی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور حسام الدین ہندی نے بیان کیا ہے۔

٥٧/٥. وَرُوِيَ مِثْلُهُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ، كَمَا ذَكَرَهُ الطَّبَرِيُّ فِي تَارِيْخِهِ:

هٰذَا مَا أَعْطَى عَبْدُ اللهِ عُمَرُ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَهْلَ إِيْلِيَاءَ مِنَ الْأَمَانِ، أَعْطَاهُمْ أَمَانًا لِأَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَلِكَنَائِسِهِمْ وَصُلْبَانِهِمْ، وَسَقِيْمِهَا وَبَرِيْئِهَا وَسَائِرِ مِلَّتِهَا، أَنَّهُ لَا تُسْكَّنُ كَنَائِسُهُمْ وَلَا تُهْدَمُ وَلَا يُنْتَقَصُ مِنْهَا وَلَا مِنْ حَيِّزِهَا، وَلَا مِنْ صَلِيْبِهِمْ، وَلَا مِنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَلَا يُكْرَهُوْنَ عَلٰى دِيْنِهِمْ، وَلَا يُضَارُّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ، وَلَا يُسْكُنُ بِإِيْلِيَاءَ مَعَهُمْ أَحَدٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ.

مذکورہ بالا روایت کی مثل حضرت عمر بن الخطاب ﷺ کے حوالے سے بھی مروی ہے، جیسا کہ امام طبری نے 'تاریخ الامم والملوک' میں بیان کیا ہے:

یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے عمر بن الخطاب امیر المومنین نے اہل ایلیا کو دی۔ ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے کلیساؤں، ان کی صلیبوں، ان کے بیماروں، ان کے صحت یابوں اور ان کی ساری ملت کو امان دی گئی ہے۔ ان کے گرجوں میں رہائش نہیں رکھی جائے گی، نہ گرایا جائے گا اور نہ ہی ان میں کمی کی جائے گی، نہ ان کے احاطوں کو سکیڑا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی ان کے اموال میں کمی کی جائے گی اور کسی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائی جائے گی اور نہ ان کے ساتھ (جبراً)

٥٧: أخرجه الطبري في تاريخ الأمم والملوك، ٢/٤٤٩۔

یہودیوں میں سے کسی کو ٹھہرایا جائے گا (کیونکہ اس زمانہ میں عیسائیوں اور یہودیوں میں بڑی عداوت تھی)۔

٥٨/٦. عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَلِلْعَجَمِ أَنْ يُحْدِثُوْا فِي أَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ بِنَاءً أَوْ بِيْعَةً؟ فَقَالَ: أَيَّمَا مِصْرٍ مَصَرَتْهُ الْعَرَبُ فَلَيْسَ لِلْعَجَمِ أَنْ يَبْنُوْا فِيْهِ بِنَاءً، أَوْ قَالَ: بِيْعَةً، وَلَا يَضْرِبُوْا فِيْهِ نَاقُوْسًا، وَلَا يَشْرَبُوْا فِيْهِ خَمْرًا، وَلَا يَتَّخِذُوْا فِيْهِ خِنْزِيْرًا أَوْ يُدْخِلُوْا فِيْهِ، أَيُّمَا مِصْرٍ مَصَرَتْهُ الْعَجَمُ يَفْتَحُهُ اللهُ عَلَى الْعَرَبِ وَنَزَلُوْا يَعْنِي عَلٰى حُكْمِهِمْ فَلِلْعَجَمِ مَا فِي عَهْدِهِمْ، وَلِلْعَجَمِ عَلَى الْعَرَبِ أَنْ يُوْفُوْا بِعَهْدِهِمْ وَلَا يُكَلِّفُوْهُمْ فَوْقَ طَاقَتِهِمْ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ زَنْجَوَيْهِ وَذَكَرَهُ ابْنُ قُدَامَةَ وَالْمَقْدِسِيُّ وَالزَّرْعِيُّ وَابْنُ ضَوْيَانَ.

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ (عبد اللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا مسلمانوں کے شہروں میں عجمیوں (یعنی اَہلِ ذمہ) کو نیا مکان اور عبادت گاہ تعمیر کرنے کی اجازت ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان میں ذمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ اس میں نیا مکان یا عبادت گاہ تعمیر کریں، یا اس میں ناقوس بجائیں، شرابیں پئیں اور سور پالیں یا اس میں سور لے کر آئیں۔ باقی رہے وہ شہر جو (پہلے سے) عجمیوں کے آباد کیے ہوئے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے عربوں (یعنی مسلمانوں) کے

٥٨: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٦/٤٦٧، رقم/٣٢٩٨٢، والبيهقي في السنن الكبرىٰ، ٩/٢٠٢، الرقم/١٨٤٩٦، وابن زنجويه في كتاب الأموال، الرقم/٣٢٨، وابن قدامه في المغنى، ٩/٢٨٣، والمقدسي في الفروع، ٦/٢٥٠، وابن القيم في أحكام أهل الذمة، ٣/١١٨١، ١١٩٥، ١٢٣٥، وابن ضويان في منار السبيل، ١/٢٨٣۔

ہاتھ پر مفتوح کیا اور انہوں نے مسلمانوں کے حکم پر اطاعت قبول کر لی ہے تو عجم کے لیے وہی حقوق ہیں جو ان کے معاہدے میں طے ہو چکے ہیں اور اہلِ عرب پر ان کا ادا کرنا لازم ہے، اور یہ بھی کہ وہ ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دیں۔

اسے امام ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابن زنجویہ نے روایت کیا ہے اور ابن قدامہ، المقدسی، شمس الدین الزرعی اور ابن ضویان نے بیان کیا ہے۔

٧/٥٩. وَرُوِيَ مِثْلُهُ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ﷺ، كَمَا ذَكَرَهُ الْبَلَاذِرِيُّ: فَلَمَّا اسْتَخْلَفَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ﷺ، شَكَى النَّصَارٰى إِلَيْهِ مَا فَعَلَ الْوَلِيْدُ بِهِمْ فِيْ كَنِيْسَتِهِمْ، فَكَتَبَ إِلٰى عَامِلِهٖ يَأْمُرُهُ بِرَدِّ مَا زَادَهُ فِي الْمَسْجِدِ.

ذَكَرَهُ الْبَلَاذُرِيُّ.

حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ کی نسبت بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ بلاذری نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷺ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور عیسائیوں نے ان سے ولید (بن عبدالملک اموی) کے کنیسہ (یوحنا) پر کیے گئے قبضہ کی شکایت کی تو انہوں نے اپنے عامل کو حکم دیا کہ مسجد کا جتنا حصہ گرجا کی زمین پر ہے اسے واپس عیسائیوں کے حوالے کر دو۔ (چنانچہ ایسا کر دیا گیا)۔

اسے امام بلاذری نے بیان کیا ہے۔

مَا رُوِيَ عَنِ الْأَئِمَّةِ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِيْنَ

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ كَثِيْرٍ فِي تَفْسِيْرِ آيَةِ ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ﴾ [البقرة، ٢/٢٥٦]: **لَا تُكْرِهُوْا أَحَدًا عَلَى الدُّخُوْلِ فِي**

٥٩: ذكره البلاذري في فتوح البلدان / ١٣٢۔

دِيْنِ الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ بَيِّنٌ وَاضِحٌ جَلِيٌّ دَلَائِلُهُ وَبَرَاهِيْنُهُ، لَا يَحْتَاجُ إِلٰى أَنْ يُّكْرَهَ أَحَدٌ عَلَى الدُّخُوْلِ فِيْهِ.(۱)

حافظ ابنِ کثیر سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ﴾ کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں: تم کسی کو دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کرو کیونکہ یہ دین واضح اور نمایاں دلائل اور براہین والا ہے اور یہ اس چیز کا محتاج نہیں کہ کسی کو مجبوراً اس میں داخل کیا جائے۔

ذَكَرَ الْإِمَامُ أَبُوْ بَكْرٍ الْجَصَّاصُ فِي 'أَحْكَامِ الْقُرْآنِ' قَوْلَ الْإِمَامِ حَسَنِ الْبَصْرِيِّ تَحْتَ آيَةِ - ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللهِ كَثِيْرًا﴾ [الحج، ۲۲/۴۰] - يَدْفَعُ عَنْ هَدْمِ مُصَلَّيَاتِ أَهْلِ الذِّمَّةِ بِالْمُؤْمِنِيْنَ.(۲)

امام ابوبکر الجصاص 'احکام القرآن' میں آیت کریمہ- ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللهِ كَثِيْرًا﴾ 'اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعے (قیامِ امن کی جدّ و جہد کی صورت میں) ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کر دی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے' - کی تفسیر میں امام حسن بصری کا قول نقل کرتے

(۱) ابن كثير في تفسير القرآن العظيم، ۱/۳۱۰۔

(۲) الجصاص في أحكام القرآن، ۵/۸۳، وابن القيم في أحكام أهل الذمة، ۳/۱۱۶۹۔

ہیں: اللہ تعالیٰ مومنین کے ذریعہ غیر مسلم شہریوں کے کلیساؤں کا انہدام روکتا ہے (یعنی مسلمانوں کے ذریعے ان کی حفاظت فرماتا ہے)۔

وَيَزْدَادُ الْإِمَامُ أَبُوْ بَكْرٍ الْجَصَّاصُ فِي تَفسِيْرِ الْآيَةِ السَّابِقَةِ:

فِي الْآيَةِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ هَذِهِ الْمَوَاضِعَ الْمَذْكُوْرَةَ لَا يَجُوْزُ أَنْ تُهْدَمَ عَلٰى مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّةٌ أَوْ عَهْدٌ مِنَ الْكُفَّارِ. (۱)

اسی آیت کی تشریح میں امام ابو بکر جصاص مزید فرماتے ہیں: اور آیت میں اس بات پر بھی دلیل موجود ہے کہ مذکورہ جگہوں (یعنی عبادت گاہوں) کا گرانا جائز نہیں اگرچہ وہ غیر مسلم شہریوں ہی کی ہوں۔

اسلامی ریاست کا فریضہ ہے کہ انہیں کامل تحفظ فراہم کرے۔ ہر قوم اپنی اقدار کا تحفظ کرتی ہے، اپنی روایات اور ثقافت کو فروغ دینا اس کا جمہوری حق ہے۔ چنانچہ مذہبی اختلافات کے باوجود مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ کریں۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ ابْنُ الْقَيِّمِ فِي كِتَابِهِ 'أَحْكَامِ أَهْلِ الذِّمَّةِ':

يَدْفَعُ عَنْ مَوَاضِعِ مُتَعَبَّدَاتِهِمْ بِالْمُسْلِمِيْنَ. ...... كَمَا يُحِبُّ الدَّفْعَ عَنْ أَرْبَابِهَا وَإِنْ كَانَ يُبْغِضُهُمْ، وَهٰذَا الْقَوْلُ هُوَ الرَّاجِحُ، وَهُوَ مَذْهَبُ ابْنِ عَبَّاسٍ. (۲)

علامہ ابن القیم 'احکام اہل الذمۃ' میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعہ ان کی عبادت گاہوں کا دفاع فرماتا ہے۔ ...... جیسا کہ وہ ان

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۵/۸۳۔

(۲) ابن القيم في أحكام أهل الذمة، ۳/۱۱٦۹۔

کے معبودوں (یا مالکوں) کا دفاع پسند کرتا ہے گو وہ ان کو ناپسند کرتا ہے۔
یہی قول راجح ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف بھی ہے۔

مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے بلکہ ان کا تحفظ اسلامی ریاست کا آئینی فرض ہے۔ امام جصاص نے 'أحکام القرآن' میں محمد بن الحسن کا یہ قول نقل کیا ہے:

فِيْ أَرْضِ الصُّلْحِ إِذَا صَارَتْ مِصْرًا لِلْمُسْلِمِيْنَ، لَمْ يُهْدَمْ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ بِيْعَةٍ أَوْ كَنِيْسَةٍ أَوْ بَيْتِ نَارٍ.[1]

صلح کی سرزمین پر جب مسلمانوں کا کوئی شہر بن جائے تو اس میں بھی پائے جانے والے گرجے، کلیسے یا آتش کدے ہرگز گرائے نہیں جائیں گے۔

اِس حصہ بحث سے ثابت ہو گیا کہ اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے وطن میں موجود غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا ہر لحاظ سے تحفظ کریں اور انہیں ان کی عبادت گاہوں میں آزادانہ عبادت کا موقع فراہم کریں۔

(۱) الجصاص في أحكام القرآن، ۵/۸۳۔

اَلْعَدْلُ مَعَهُمْ فِي الْحُكْمِ وَالْقَضَاءِ

﴿غیر مسلموں کے ساتھ ہر حکم اور فیصلے میں انصاف﴾

اَلْقُرْآن

(۱) فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرة، ٢/١٩٤)

پس اگر تم پر کوئی زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو مگر اسی قدر جتنی اس نے تم پر کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے○

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللهَ اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (المائدة، ٥/٨)

اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے، اور اللہ سے ڈرا کرو! بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے○

(۳) وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى.

(الأنعام، ٦/١٦٤)

اور ہر شخص جو بھی (گناہ) کرتا ہے (اس کا وبال) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(٤) لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ. (الحديد، ٢٥/٥٧)

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور میزانِ عدل نازل فرمائی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہو سکیں۔

(٥) لَا يَنْهٰكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ط اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ○

(الممتحنة، ٨/٦٠)

اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بے شک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے○

اَلْحَدِيْث

١/٦٠. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَرُفِعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنَا أَحَقُّ مَنْ وَفّٰى بِذِمَّتِهٖ، ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ.

٦٠: أخرجه الشافعي في المسند/٣٤٣، وأيضًا في الأم، ٣٢٠/٧، وأبو نعيم في مسند أبي حنيفة/١٠٤ والبيهقي في السنن الكبرى، ٣٠/٨، الرقم/١٥٦٩٦، والشيباني في المبسوط، ٤٨٨/٤، وأيضًا في الحجة، ٣٤٢/٤-٣٤٤، والقرشي في الخراج/٨٢، الرقم/٢٣٨۔

رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَالشَّيْبَانِيُّ وَالْقُرَشِيُّ.

حضرت عبد الرحمٰن بن بیلمانی ﷺ بیان کرتے ہیں: ایک مسلمان نے اہل کتاب میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا، مقدمہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمے دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (بطورِ قصاص مسلمان قاتل کو قتل کر دینے کا) حکم دیا اور اُسے قتل کر دیا گیا۔

اِسے امام شافعی، بیہقی، محمد الشیبانی اور یحییٰ بن آدم القرشی نے روایت کیا ہے۔

٦١/٢ . وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ أَتٰی رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّا عَاهَدْنَاکَ وَبَايَعْنَاکَ عَلٰی کَذَا وَکَذَا وَقَدْ خَتَرَ بِرَجُلٍ مِنَّا فَقُتِلَ فَقَالَ: أَنَا أَحَقُّ مَنْ أَوْفٰی بِذِمَّتِهٖ فَأَمْکَنَهُ مِنْهُ فَضَرَبْتُ عُنُقَهُ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالشَّافِعِيُّ.

ایک اور روایت میں حضرت عبد الرحمان بن بیلمانی بیان کرتے ہیں کہ ایک ذِمی شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا، ہم نے آپ کے ساتھ ان ان باتوں پر معاہدہ کر رکھا ہے۔ لیکن ہمارے ایک شخص کے ساتھ بدعہدی کی گئی اور اسے قتل کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سب سے زیادہ عہد کی پاسداری کرنے والا ہوں، چنانچہ اس (قاتل) کو گرفتار کیا گیا اور سزائے موت دی گئی۔

اِسے امام بیہقی، دارقطنی اور شافعی نے روایت کیا ہے۔

٦١: أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، ٨/ ٣٠، الرقم/ ١٥٦٩٧، وأيضاً في معرفة السنن والآثار، ٦/ ١٤٩، الرقم/ ٤٨١٤، والدارقطني في السنن، ٣/ ١٣٥، الرقم/ ١٦٧، والشافعي في المسند، ١/ ٣٤٣۔

٣/٦٢. عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ ﷺ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ أُصِيبَ بِقَتْلٍ أَوْ خَبْلٍ، فَإِنَّهُ يَخْتَارُ إِحْدٰى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ يَقْتَصَّ، وَإِمَّا أَنْ يَعْفُوَ، وَإِمَّا أَنْ يَأْخُذَ الدِّيَةَ. فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلٰى يَدَيْهِ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [البقرة، ٢/١٧٨].

رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ.

حضرت ابو شریح الخزاعی ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا کوئی عزیز قتل کر دیا جائے یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے تو اسے تین میں سے ایک چیز کا اختیار ہے: قصاص لے، معاف کر دے یا دیت وصول کر لے۔ اگر وہ کسی چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ’پس جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے‘۔

اسے امام ابو داود اور عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

٤/٦٣. عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ﷺ، إِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهٖ.

رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ.

حضرت علی ﷺ کا قول ہے: اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

اسے امام شافعی نے روایت کیا ہے۔

٦٢: أخرجه أبو داود في السنن، كتاب الدية، باب الإمام يأمر بالعفو فی الدم، ٤/١٦٩، الرقم/٤٤٩٦، وعبد الرزاق في المصنف، ١٠/٨٦، الرقم/ ١٨٤٥٤۔

٦٣: أخرجه الشافعي في الأم، ٧/٣٢٠، والشيبانى في الحجة، ٤/٣٤٧۔

٦٤/٥. عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ﷺ، قَالَ: كَانَ يَقُولُ: دِيَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.

حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کے برابر ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

٦٥/٦. عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَنْ كَانَ لَهُ عَهْدٌ، أَوْ ذِمَّةٌ فَدِيَتُهُ دِيَةُ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ.

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.

قاسم بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ﷺ نے فرمایا: جس غیر مسلم کے ساتھ (اس کے جان و مال کی حفاظت کا) عہد کیا گیا ہو یا ذمہ اٹھایا گیا ہو اس کا خون بہا آزاد مسلمان کے خون بہا کے برابر ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: دِيَةُ الْمُعَاهَدِ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ.(١)

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.

٦٤: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٥/٤٠٦، الرقم/٢٧٤٤٤.

٦٥: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٥/٤٠٦، الرقم/٢٧٤٤٥.

(١) أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٥/٤٠٦، الرقم/٢٧٤٤٦.

حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ فرماتے ہیں: معاہدہ کرنے والے غیر مسلم کا خون بہا مسلمان کے خون بہا کے برابر ہے۔

اسے بھی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَكُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ، قَالَ أَبُوْحَنِيْفَةَ وَهُوَ قَوْلِي. (۱)

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ.

حضرت امام ابو حنیفہ، حکم بن عتیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ نے فرمایا: یہودی، نصرانی اور ہر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: یہی میرا قول ہے۔

اسے امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوْفَةِ. (۲)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ یہودی اور نصرانی کا خون بہا مسلمان کے خون بہا کی مثل ہے، یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

---

(۱) أخرجه عبد الرزاق في المصنف، ۱۰/۹۷، الرقم/۱۸٤۹٤۔

(۲) أخرجه الترمذي في السنن، كتاب الديات، باب ما جاء في دية الكفار، ٤/۲٥، تحت الرقم/۱٤۱۳۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَالْمَجُوْسِيِّ وَكُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ. (۱)

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ.

امام زہری فرماتے ہیں کہ یہودی، عیسائی، آتش پرست، اور ہر غیر مسلم شہری کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔

اسے عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ: إِنَّ دِيَةَ الْمُعَاهَدِ فِيْ عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ ﷺ مِثْلُ دِيَةِ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ. (۲)

رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالشَّيْبَانِيُّ.

امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں: بے شک سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان ﷺ کے اَدوار میں غیر مسلم شہری کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔

اسے امام شافعی اور محمد الشیبانی نے روایت کیا ہے۔

احناف کا موقف یہ ہے کہ مسلمان کو غیر مسلم شہری کے قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور یہ کتاب و سنت کی اُن نصوص کے عموم کی وجہ سے ہے جو قصاص کو واجب کرتی ہیں اور دونوں (مسلمان اور غیر مسلم شہری) دونوں کے خون کی دائمی عصمت دونوں کے برابر حقوق کی وجہ سے بھی ہے۔ اس موقف پر امام نخعی، ابن ابی لیلیٰ، شعبی اور عثمان البتی نے بھی

(۱) أخرجه عبد الرزاق في المصنف، ۱۰/۹۵، الرقم/۱۸٤۹۱۔

(۲) أخرجه الشافعي في الأم، ۷/۳۲۱، والشيباني في الحجة، ٤/۳۵۱۔

احناف کی موافقت اختیار کی ہے۔(۱)

٧/٦٦. عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْحِيْرَةِ، فَكَتَبَ فِيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ أَنْ يَّدْفَعَ إِلٰى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُوْلِ، فَإِنْ شَاؤُوْا قَتَلُوْا وَإِنْ شَاؤُوْا عَفَوْا، فَدَفَعَ الرَّجُلُ إِلٰى وَلِيِّ الْمَقْتُوْلِ إِلٰى رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ: حُنَيْنٌ مِنْ أَهْلِ الْحِيْرَةِ، فَقَتَلَهُ.

رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ.

حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کر دیا، اِس پر حضرت عمر ﷺ نے فیصلہ تحریر فرمایا کہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے

(۱) اگر ہم غیر مسلم کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر قرار دیتے ہیں تو درج ذیل حدیث مبارک سے اشکال وارد ہوسکتا ہے:

وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ. [أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب العلم، باب كتابة العلم، ١/٥٣، الرقم/١١١]

اور غیر مسلم کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

یہ حدیث مبارک بادی النظر میں مذکورہ بالا روایات سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اس تضاد کو کیسے دور کیا جائے گا؟ ائمہ کرام نے اِس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہاں غیر مسلم سے مراد پُر امن شہری نہیں بلکہ صرف حربی (جنگجو) غیر مسلم مراد ہے جو میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے۔ اس حربی کافر کو قتل کرنے پر کوئی قصاص نہیں ہوگا۔ یہ قانون دنیا کے تمام ممالک کے قوانینِ جنگ میں یکساں ہے، اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔

٦٦: أخرجه الشافعي في الأم، ٧/٣٢١، والبيهقي في السنن الكبرى، ٨/٣٢، الرقم/١٥٧٠٦، والشيباني في الحجة، ٤/٣٣٥، والزيلعي في نصب الراية، ٤/٣٣٧۔

حوالہ کیا جائے۔ اگر وہ چاہیں تو قتل کر دیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔ چنانچہ قاتل کو مقتول کے وارث، جس کا نام حُنین تھا، کے حوالے کر دیا گیا اور اُس نے اُسے قتل کر دیا۔

اِسے امام شافعی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

٨/٦٧. عَنْ أَبِي الْجُنُوْبِ الْأَسَدِيِّ قَالَ: أُتِيَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ﷺ بِرَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، قَالَ: فَقَامَتْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ، فَأَمَرَ بِقَتْلِهِ، فَجَاءَ أَخُوْهُ فَقَالَ: إِنِّي قَدْ عَفَوْتُ عَنْهُ، قَالَ: فَلَعَلَّهُمْ هَدَّدُوْكَ أَوْ فَرَّقُوْكَ أَوْ فَزَّعُوْكَ، قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّ قَتْلَهُ لَا يَرُدُّ عَلَيَّ أَخِي، وَعَوَّضُوْنِي فَرَضِيْتُ، قَالَ: أَنْتَ أَعْلَمُ مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا فَدَمُهُ كَدَمِنَا وَدِيَتُهُ كَدِيَتِنَا.

رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَأَبُوْ يُوْسُفَ وَالْبَيْهَقِيُّ.

حضرت ابو جنوب الاسدی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا جس نے ایک ذمی کو قتل کیا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اُس پر قتل ثابت ہوگیا۔ حضرت علی ﷺ نے قصاص میں اُس مسلمان کو قتل کیے جانے کا حکم دے دیا۔ مقتول کا بھائی حضرت علی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اُس کو معاف کر دیا۔ آپ ﷺ نے اُسے فرمایا: شاید اُن لوگوں نے تجھے ڈرایا دھمکایا ہے۔ اُس نے کہا: نہیں بات دراصل یہ ہے کہ (اس قاتل کے) قتل کیے جانے سے میرا بھائی تو واپس آنے سے رہا اور اُنہوں نے مجھے اُس کی دیت بھی دے دی ہے، لہٰذا میں اِس پر راضی ہوگیا ہوں۔ اِس پر حضرت علی ﷺ نے فرمایا: اچھا تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن (ہماری حکومت کا اُصول یہی ہے:) جو ہماری غیر مسلم رعایا میں

٦٧: أخرجه الشافعي في المسند/ ٣٤٤، وأبو يوسف في كتاب الخراج/ ١٨٧، والبيهقي في السنن الكبرى، ٨/٣٤، الرقم/١٥٧١٢، وذكره العسقلاني في الدراية في تخريج أحاديث الهداية، ٢/٢٦٣، والزيلعي في نصب الراية، ٤/٣٣٦۔

سے ہے اُس کا خون ہمارے خون کی طرح ہے اور اُس کی دیت ہماری دیت ہی کی طرح ہے۔

اِسے امام شافعی، ابو یوسف اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

٩/٦٨. وَفِي رِوَايَةِ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مِصْرَ أَتٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، عَائِذٌ بِکَ مِنَ الظُّلْمِ، قَالَ: عُذْتَ مَعَاذًا، قَالَ: سَابَقْتُ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَسَبَقْتُهُ، فَجَعَلَ يَضْرِبُنِي بِالسَّوْطِ وَيَقُوْلُ: أَنَا ابْنُ الْأَکْرَمِيْنَ، فَکَتَبَ عُمَرُ إِلٰى عَمْرٍو يَأْمُرُهُ بِالْقُدُوْمِ وَيَقْدَمُ بِابْنِهِ مَعَهُ، فَقَدِمَ، فَقَالَ عُمَرُ: أَيْنَ الْمِصْرِيُّ خُذِ السَّوْطَ فَاضْرِبْ، فَجَعَلَ يَضْرِبُهُ بِالسَّوْطِ وَيَقُوْلُ عُمَرُ: اضْرِبِ ابْنَ الْأَکْرَمِيْنَ. قَالَ أَنَسٌ: فَضَرَبَ، فَوَاللهِ، لَقَدْ ضَرَبَهُ وَنَحْنُ نُحِبُّ ضَرْبَهُ، فَمَا أَقْلَعَ عَنْهُ حَتّٰى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ يَرْفَعُ عَنْهُ، ثُمَّ قَالَ عُمَرُ لِلْمِصْرِيِّ: ضَعِ السَّوْطَ عَلٰى صُلْعَةِ عَمْرٍو، فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، إِنَّمَا ابْنُهُ الَّذِي ضَرَبَنِي وَقَدِ اسْتَقَدْتُ مِنْهُ، فَقَالَ عُمَرُ لِعَمْرٍو: مُذْ کَمْ تَعَبَّدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَارًا؟ قَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، لَمْ أَعْلَمْ وَلَمْ يَأْتِنِي.

رَوَاهُ ابْنُ عَبْدِ الْحِکَمِ وَذَکَرَهُ الْهِنْدِيُّ.

حضرت انس ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مصری باشندہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین میں ظلم سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: تجھے

٦٨: أخرجه ابن عبد الحكم في فتوح مصر وأخبارها، ذكر حفر خليج أمير المؤمنين/١١٤-١١٥، وذكره الهندي في كنز العمال، ٢٩٤/١٢، الرقم/٣٦٠١٠۔

مکمل طور پر پناہ مل چکی، اس نے کہا: میرا عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کے بیٹے سے دوڑ کا مقابلہ ہوا، میں اس پر سبقت لے گیا تو وہ مجھے یہ کہہ کر کوڑے مارنے لگا کہ میں اَشراف زادہ ہوں، (تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ مجھ پر سبقت کا دعویٰ کرتا پھرے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور انہیں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر آنے کا حکم دیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی اور (مصر سے مدینہ طیبہ) حاضر خدمت ہوگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مصری باشندے کو بلایا اور فرمایا: یہ کوڑا لو اور (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو) مارو۔ وہ اسے کوڑے مارنے لگا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: اشراف زادے کو مارو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: خدا کی قسم! اس نے اسے خوب مارا، اورہم اس کے مارنے کو (عدلِ فاروقی کے حوالے سے) پسند کرتے ہیں۔ وہ مارنے سے رک ہی نہیں رہا تھا یہاں تک کہ ہم محسوس کرنے لگے کہ اسے رک جانا چاہیے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مصری باشندے کو فرمایا کہ یہ کوڑا اٹھا کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھو۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے ان کے بیٹے سے بدلہ لے لیا ہے جس نے مجھے مارا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ’تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا‘؟ حضرت عمرو بن العاص نے جواب دیا: اے امیر المومنین! مجھے اس واقعہ کا علم نہیں اور نہ ہی یہ شخص (اپنی شکایت لے کر) میرے پاس آیا۔

اسے امام ابن عبد الحکم نے روایت کیا ہے اور ہندی نے بیان کیا ہے۔

اَلْبِرُّ وَحُسْنُ التَّعَامُلِ مَعَهُمْ

﴿غیر مسلموں کے ساتھ نیکی اور حسنِ معاملہ﴾

اَلْقُرْآن

(۱) اُدْعُ اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَo (النحل،١٦/١٢٥)

(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجیے جو نہایت حسین ہو، بے شک آپ کا رب اس شخص کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو (بھی) خوب جانتا ہےo

(۲) وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ز اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْکُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَo (العنکبوت، ٢٩/٤٦)

اور (اے مومنو!) اہلِ کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا، اور (ان سے) کہہ دو کہ ہم اس (کتاب) پر ایمان لائے (ہیں) جو ہماری طرف اتاری گئی (ہے) اور جو تمہاری طرف اتاری گئی تھی اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیںo

اَلْحَدِيْث

١/٦٩. عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ ﷺ قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قُلْتُ: وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسماء بنت ابی بکر ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میری والدہ میرے پاس آئیں جب کہ وہ مشرکہ تھیں۔ میں نے آپ ﷺ سے اِس بارے میں فتویٰ پوچھا اور عرض کیا: وہ اسلام کی طرف راغب ہیں (یا مجھ سے کچھ چاہتی ہیں) تو کیا میں اپنی والدہ سے صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

٦٩: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الهبة وفضلها التحريض عليها، باب الهدية للمشركين، ٢/٩٢٤، الرقم/٢٤٧٧، وأيضًا في كتاب الجزية، باب إثم من عاهد ثم غدر، ٣/١١٦٢، الرقم/٣٠١٢، ومسلم في الصحيح، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد والوالدين ولو كانوا مشركين، ٢/٦٩٦، الرقم/١٠٠٣، وأحمد بن حنبل في المسند، ٦/٣٤٧، الرقم/٢٦٩٨٥، وأبو داود في السنن، كتاب الزكاة، باب الصدقة على أهل الذمة، ٢/١٢٧، الرقم/١٦٦٨، والطبراني في المعجم الكبير، ٢٤/٧٨، الرقم/٢٠٣،وعبد الرزاق في المصنف، ٦/٣٨، الرقم/٩٩٣٢۔

۲/۷۰. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ﷺ قَالَ: مَرَّتْ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْنَا لَهُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّهَا جِنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ؟ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْجِنَازَةَ فَقُوْمُوْا.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ ہم عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ تو کسی یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو (خواہ مرنے والے کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو)۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۳/۷۱. وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى ﷺ قَالَ: كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ، فَمَرُّوْا عَلَيْهِمَا بِجِنَازَةٍ، فَقَامَا، فَقِيْلَ

۷۰: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجنائز، باب من قام لجنازة يهودي، ۱/۴۴۱، الرقم/۱۲۴۹، ومسلم في الصحيح، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۲/۶۶۰، الرقم/۹۶۰، وأحمد بن حنبل في المسند، ۳/۳۱۹، الرقم/۱۴۴۶۷، والنسائي في السنن، كتاب الجنائز، باب القيام لجنازة أهل الشرك، ۴/۴۵، الرقم/۱۹۲۲، وأيضًا في السنن الكبرى، ۱/۶۲۶، الرقم/۲۰۴۹۔

۷۱: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجنائز، باب من قام لجنازة يهودي، ۱/۴۴۱، الرقم/۱۲۵۰، ومسلم في الصحيح، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۲/۶۶۱، الرقم/۹۶۱، وأحمد بن حنبل في المسند، ۶/۶، الرقم/۲۳۸۹۳ والنسائي في السنن، كتاب الجنائز، باب القيام لجنازة أهل الشرك، ۴/۴۵، الرقم/۱۹۲۱، وأيضًا في السنن الكبرى، ۱/۶۲۶، الرقم/۲۰۴۸، وابن أبي شيبة في المصنف، ۳/۳۹، الرقم/۱۱۹۱۸، وابن ــــ

لَهُمَا: إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، فَقَالَا: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّتْ بِهِ جِنَازَةٌ، فَقَامَ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّهَا جِنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ، فَقَالَ: أَلَيْسَتْ نَفْسًا.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سہل بن حُنَیف اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ دونوں کھڑے ہو گئے۔ اُن سے کہا گیا کہ یہ تو یہاں کے کافر ذمی شخص کا جنازہ ہے۔ دونوں نے بیان فرمایا: (ایک مرتبہ) حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس سے جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا: یہ تو یہودی کا جنازہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ (انسانی) جان نہیں ہے۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

٤/٧٢. عَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى أُنَاسٍ وَقَدْ أُقِيمُوا فِي الشَّمْسِ وَصُبَّ عَلٰى رُؤُسِهِمُ الزَّيْتُ فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قِيلَ: يُعَذَّبُونَ فِي الْخَرَاجِ فَقَالَ: أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ فِي الدُّنْيَا.

.... الجعد في المسند/ ٢٧، الرقم/ ٧٠، والطبراني في المعجم الكبير، ٦/ ٩٠، الرقم/٥٦٠٦، والبيهقي في السنن الكبرى، ٤/ ٢٧، الرقم/٦٦٧٢۔

٧٢: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب البر والصلة، باب الوعيد الشديد، ٤/ ٢٠١٨، الرقم/٢٦١٣، ٣، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/ ٤٠٣، ٤٠٤، ٤٦٨، وأبو داود في السنن، كتاب الخراج، باب في التشديد، ٣/ ١٠٦، الرقم/٣٠٤٥، والنسائي في السنن الكبرى، ٥/ ٢٣٦، الرقم/ ٨٧٧١۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام ﷺ بیان کرتے ہیں کہ وہ ملک شام میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر روغن زیتون بہایا جا رہا تھا، انہوں نے پوچھا ان کو یہ سزا کیوں مل رہی ہے؟ بتایا گیا کہ ان کو خراج (یعنی سکیورٹی ٹیکس نہ دینے) کی وجہ سے یہ سزا دی جا رہی ہے۔ حضرت حکیم بن حزام نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ (آخرت میں) ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

اِسے امام مسلم، احمد، ابو داود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

۵/۷۳. وَفِي رِوَايَةِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ وَجَدَ رَجُلًا وَهُوَ عَلٰى حِمُصَ يُشَمِّسُ نَاسًا مِنَ النَّبَطِ فِي أَدَاءِ الْجِزْيَةِ فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

ایک روایت میں ہے، عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہشام بن حکیم نے دیکھا کہ حمص کے حاکم نے کچھ نبطیوں (عراق کی ایک قوم) کو ادائے جزیہ کے لیے دھوپ میں کھڑا کر رکھا ہے، پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

۷۳: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب البر والصلة، باب الوعيد الشديد، ٤/٢٠١٨، الرقم/٢٦١٣، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٤٠٤، الرقم/٥٦١٢، وأبوداود في السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب التشديد في جباية الجزية، ٣/١٦٩، الرقم/٣٠٤٥، والنسائي في السنن الكبرىٰ، ٥/٢٣٦، الرقم/٨٧٧١۔

اِسے امام مسلم، احمد، ابو داود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

٦/٧٤. عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ النَّجَاشِيِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ يَخْدُمُهُمْ فَقَالَ أَصْحَابُهُ: نَحْنُ نَكْفِيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوْا لِأَصْحَابٍ مُكْرِمِيْنَ، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُكَافِئَهُمْ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالصَّيْدَاوِيُّ.

حضرت ابو قتادہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ شاہ حبشہ نجاشی کا ایک وفد حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے خود اُن کی خاطر تواضع فرمائی۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی طرف سے (مہمان نوازی کا فریضہ سر انجام دینے کے لیے) کافی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِن لوگوں نے (میرے) اصحاب کی عزت افزائی کی تھی۔ اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں خود اِن کی اُس تکریم کا بدلہ دوں۔

اسے امام بیہقی اور صیداوی نے روایت کیا ہے۔

٧/٧٥. عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ ؓ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ؓ أُتِيَ بِمَالٍ كَثِيْرٍ، قَالَ أَبُوْ عُبَيْدٍ: أَحْسِبُ قَالَ: مِنَ الْجِزْيَةِ، فَقَالَ: إِنِّي لَأَظُنُّكُمْ قَدْ أَهْلَكْتُمُ النَّاسَ، قَالُوْا: لَا، وَاللهِ، مَا أَخَذْنَا إِلَّا عَفْوًا صَفْوًا، قَالَ: بِلَا سَوْطٍ وَلَا نَوْطٍ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: اَلْحَمْدُ ِللهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ ذٰلِكَ عَلٰى يَدَيَّ، وَلَا فِي سُلْطَانِي.

٧٤: أخرجه البيهقي في شعب الإيمان، ٦/٥١٨، الرقم/٩١٢٥، وأيضًا في دلائل النبوة، ٢/٣٠٧، والصيداوي في معجم الشيوخ، ١/٩٧، والحلبي في السيرة الحلبية، ٢/٧٥٨، وابن كثير في السيرة، ٢/٣١۔

٧٥: أخرجه أبو عبيد في الأموال/ ٥٤، الرقم/١١٤، وابن قدامة في المغني، ٩/٢٩٠۔

رَوَاهُ أَبُوْعُبَيْدٍ وَذَكَرَهُ ابْنُ قُدَامَةَ فِي الْمُغْنِي.

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کثیر مال پیش کیا گیا۔ ابو عبید فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ جزیہ کا مال تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ تم نے (بہت سے) لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اُنہوں نے عرض کی: نہیں، بخدا ہم نے لوگوں کی ضرورتوں سے زائد اور حق کے ساتھ مال لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بغیر سختی اور زیادتی کے؟ اُنہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ظلم و زیادتی نہ میرے ہاتھ میں رکھی ہے اور نہ ہی میری حکومت میں۔

اسے امام ابو عبید القاسم بن سلام نے روایت کیا ہے اور امام ابن قدامہ نے 'المغنی' میں بیان کیا ہے۔

مَا رُوِيَ عَنِ الْأَئِمَّةِ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِيْن

وَفِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ: وَيَجِبُ كَفُّ الْأَذٰى عَنْهُ وَتَحْرُمُ غِيبَتُهُ كَالْمُسْلِمِ. (1)

'الدر المختار' میں یہ اصول بیان ہوا ہے کہ: غیر مسلم کو اذیت سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور اس کی غیبت کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی غیبت کرنا۔

قَالَ الْإِمَامُ شِهَابُ الدِّيْنِ الْقُرَافِيُّ الْمَالِكِيُّ فِي كِتَابِهِ 'الْفُرُوْقِ' عَنْ حُقُوْقِ غَيْرِ الْمُسْلِمِيْنَ: إِنَّ عَقْدَ الذِّمَّةِ يُوْجِبُ

(۱) الحصكفي في الدر المختار، ۲/۲۲۳، وابن عابدين الشامي في رد المحتار، ۳/۲۷۳-۲۷۴۔

لَهُمْ حُقُوْقًا عَلَيْنَا، لِأَنَّهُمْ فِي جَوارِنَا وَفِي خِفَارَتِنَا (حِمَايَتِنَا) وَذِمَّتِنَا وَذِمَّةِ اللهِ تَعَالٰى، وَذِمَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَدِيْنِ الإِسْلَامِ، فَمَنْ اعْتَدٰى عَلَيْهِمْ وَلَو بِكَلِمَةِ سُوءٍ أَوْ غِيْبَةٍ، فَقَدْ ضَيَّعَ ذِمَّةَ اللهِ، وَذِمَّةَ رَسُوْلِهِ ﷺ وَذِمَّةَ دِيْنِ الإِسْلَامِ.(۱)

غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے بارے میں مالکی فقیہ امام شہاب الدین القرافی اپنی کتاب ’الفروق‘ میں کہتے ہیں: غیر مسلم شہری کا معاہدہ ہم پر ان کے حقوق ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ ہمارے پڑوس میں، ہماری حفاظت میں، ہمارے ذمہ میں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دینِ اسلام کی امان میں رہتے ہیں۔ پس جس نے ان پر زیادتی کی، چاہے بری بات سے ہو یا غیبت کے ذریعے، تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی ضمانت کو ضائع کیا (یعنی حق اور فرض ادا نہ کیا اور گناہ کا مرتکب ہوا)۔

قَالَ ابْنُ عَابِدِيْنَ الشَّامِيُّ فِي حُقُوْقِ غَيْرِ الْمُسْلِمِيْنَ: لِأَنَّهُ بِعَقْدِ الذِّمَّةِ وَجَبَ لَهُ مَا لَنَا، فَإِذَا حَرُمَتْ غِيْبَةُ الْمُسْلِمِ حَرُمَتْ غِيْبَتُهُ، بَلْ قَالُوْا: إِنَّ ظُلْمَ الذِّمِّيِّ أَشَدُّ.(۲)

علامہ ابن عابدین شامی غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے بارے میں لکھتے ہیں: عقدِ ذمہ کی وجہ سے غیر مسلم کے وہی حقوق لازم ہیں جو ہمارے ہیں۔ جب مسلمان کی غیبت حرام ہے تو غیر مسلم کی غیبت بھی حرام ہے بلکہ علماء نے کہا ہے کہ غیر مسلم اقلیت پر ظلم کرنا مسلمان کے

---

(۱) القرافي في الفروق، ۳/۱٤۔

(۲) ابن عابدين الشامي في رد المحتار، ۳/۲۷۳-۲۷٤۔

مقابلے میں زیادہ سخت گناہ ہے۔

قَدْ حَقَّقَ الْإِمَامُ الْكَاسَانِيُّ فِي كِتَابِهِ 'بَدَائِعُ الصَّنَائِعِ' الْمُسَاوَاةَ فِي الْحُقُوقِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وغَيْرِ الْمُسْلِمِيْنَ:

لَهُمْ مَا لَنَا وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْنَا.(۱)

امام کاسانی نے اپنی کتاب 'بدائع الصنائع' میں مسلموں اور غیر مسلموں کے حقوق کو مساوی قرار دیا ہے:

غیر مسلم شہریوں کو وہی حقوق حاصل ہیں جو ہمیں (مسلمانوں کو) حاصل ہیں اور ان کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو ہماری ہیں۔

---

(۱) الكاساني في بدائع الصنائع، ۷/۱۱۱۔

اَلتَّعَامُلُ مَعَهُمْ بِالصَّبْرِ وَعَدَمُ الْإِنْتِقَامِ مِنْهُمْ

﴿غیر مسلموں کے ساتھ صبر و تحمل پر مشتمل غیر انتقامی سلوک﴾

١/٧٦. عَنْ عَبْدِ اللهِ ﷺ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبد اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں: گویا میں حضور نبی اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ انبیاء کرام میں سے کسی نبی کا ذکر فرما رہے تھے جنہیں اُن کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے فرماتے جاتے تھے: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ لوگ مجھے نہیں پہچانتے۔

٧٦: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الأنبياء، باب حديث الغار، ١٢٨٢/٣، الرقم/٣٢٩٠، وأيضًا في كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إذا عرض الذمي وغيره بسبّ النبي ﷺ، ٢٥٣٩/٦، الرقم/٦٥٣٠، ومسلم في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة أحد، ١٤١٧/٣، الرقم/١٧٩٢، وأحمد بن حنبل في المسند، ٤٥٣/١، الرقم/٤٣٣١، وابن ماجه في السنن، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، ١٣٣٥/٢، الرقم/٤٠٢٥، وابن حبان في الصحيح، ٥٣٧/١٤، الرقم/٦٥٧٦، وأبو يعلى في المسند، ١٣١/٩، الرقم/٥٢٠٥، والبزار في المسند، ١٠٦/٥-١٠٧، الرقم/١٦٨٦، وأبو عوانة في المسند، ٣٢٩/٤، الرقم/٦٨٦٩۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۲/۷۷. وَفِي رِوَايَةِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَلْ أَتٰى عَلَيْکَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ فَقَالَ: لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِکِ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلٰى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِي. فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِي، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ ﷻ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ، وَمَا رَدُّوا عَلَيْکَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْکَ مَلَکَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ. قَالَ: فَنَادَانِي مَلَکُ الْجِبَالِ، وَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ، وَأَنَا مَلَکُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِي رَبُّکَ إِلَيْکَ لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِکَ فَمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِکُ بِهٖ شَيْئًا.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

۷۷: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين والملائكة في السماء فوافقت إحداهما الأخرى غفر له ما تقدّم من ذنبه، ۳/۱۱۸۰، الرقم/۳۰۵۹، ومسلم في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب ما لقي النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين، ۳/۱۴۲۰، الرقم/۱۷۹۵، والنسائي في السنن الكبرى، ۴/۴۰۵، الرقم/۷۷۰۶، والطبراني في المعجم الأوسط، ۸/۳۷۰، الرقم/۸۹۰۲۔

ایک روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ پر کوئی دن جنگِ اُحد سے زیادہ شدید گزرا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہاری قوم سے بہت تکلیف پہنچی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے (طائف میں) یومِ عقبہ کو پہنچی، جب میں نے بذاتِ خود ابنِ عبد یا لیل بن عبد کلال کو دعوتِ اسلام دی مگر اس نے قبول نہیں کی جو میں چاہتا تھا۔ میں افسردہ چہرے سے واپس چلا آیا اور قرنِ ثعالب پر پہنچ کر مجھے افاقہ ہوا، جب میں نے اچانک سر اٹھا کر دیکھا تو ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا تو اس میں جبرائیل تھا، اُس نے مجھے آواز دے کر کہا: آپ کی قوم نے جو کچھ آپ سے کہا اور آپ کو جھٹلایا اُسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے لہٰذا اُس نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو ان کفار کے متعلق جو چاہیں حکم کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا، پھر کہا: اے محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا ہے اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، آپ کے رب نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان دو پہاڑوں (یعنی اَخْشَبَیْن) کو ان پر برابر کر دوں (اور یہ سب آنِ واحد میں غرق ہو جائیں)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: (ایسا نہ کرو) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے اور مذکورہ الفاظ امام مسلم کے ہیں۔

۳/۷۸. وَفِي رِوَايَةِ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ امْرَأَةً يَهُوْدِيَّةً أَتَتْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بِشَاةٍ

۷۸: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب قبول الهدية من المشركين، ۹۲۳/۲، الرقم/۲۴۷۴، ومسلم في الصحيح، كتاب السلام، باب السم، ۱۷۲۱/۴، الرقم/۲۱۹۰، وأحمد بن حنبل في المسند، ۲۱۸/۳، الرقم/۱۳۳۰۹، وأبو داود في السنن، ـــ

مَسْمُوْمَةٍ، فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيئَ بِهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ: أَرَدْتُ لِأَقْتُلَكَ، قَالَ: مَا كَانَ اللهُ لِيُسَلِّطَكِ عَلٰى ذَاكِ، قَالَ: أَوْ قَالَ: عَلَيَّ، قَالَ: قَالُوْا: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

ایک روایت میں حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک زہر آلود پکی ہوئی بکری لے کر آئی، آپ ﷺ نے اُس کے گوشت میں سے تھوڑا سا کھایا (تو وہ گوشت بول پڑا کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے)، پھر اُس عورت کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے اُس عورت سے اِس گوشت کے متعلق پوچھا تو اُس نے کہا: میں نے (معاذ اللہ!) آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے اِس پر قادر نہیں کرے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں: یا آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر قادر نہیں کرے گا۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) کیا ہم اِسے قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ (اور اس یہودی عورت کو معاف فرما دیا۔) راوی کہتے ہیں کہ اُس زہر کا اثر رسول اللہ ﷺ کے منہ میں ہمیشہ پایا گیا۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے اور مذکورہ الفاظ امام مسلم کے ہیں۔

٤/٧٩. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ﷺ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ غَزْوَةً قِبَلَ

.... كتاب الديات، باب فيمن سقى رجلا سمًا أو أطعمه فمات أيقاد منه، ٤/١٧٣، الرقم/٤٥٠٨، والطبراني في المعجم الأوسط، ٣/٤٣، الرقم/٢٤١٧، والبيهقي في السنن الكبرى، ١٠/١١، الرقم/١٩٥٠٠۔

٧٩: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب من علق سيفه بالشجر في السفر عند القائلة، ٣/١٠٦٥-١٠٦٦، الرقم/٢٧٥٣-٢٧٥٦، ـــــ

نَجْدٍ، فَأَدْرَكَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَعَلَّقَ سَيْفَهُ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا، قَالَ: وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْوَادِي يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ رَجُلًا أَتَانِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَأَخَذَ السَّيْفَ، فَاسْتَيْقَظْتُ، وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِي، فَلَمْ أَشْعُرْ، إِلَّا وَالسَّيْفُ صَلْتًا فِي يَدِهٖ، فَقَالَ لِي: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ: قُلْتُ: اَللهُ، ثُمَّ قَالَ فِي الثَّانِيَةِ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ: قُلْتُ: اَللهُ. قَالَ: فَشَامَ السَّيْفَ، فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ، ثُمَّ لَمْ يَعْرِضْ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نجد کی جانب سفرِ جہاد کیا (بیان کرتے ہیں کہ) پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں (اپنے ساتھ) ایک بڑی کانٹے دار درختوں والی وادی میں پایا۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہوئے اور اپنی تلوار اُس درخت کی ایک ٹہنی کے ساتھ لٹکا دی۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ لوگ (آرام کی غرض سے) درختوں کے سائے میں ادھر اُدھر بکھر گئے۔ (پھر جب ہم سب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں سو رہا تھا تو میرے پاس

.... وأيضًا في كتاب المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، ٤/١٥١٥، الرقم/٣٩٠٥، ومسلم في الصحيح، كتاب الفضائل، باب توكله على الله تعالى وعصمة الله تعالى له من الناس، ٤/١٧٨٦، الرقم/٨٤٣، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٣١١، الرقم/١٤٣٧٤، والنسائي في السنن الكبرى، ٥/٢٣٦، ٢٦٧، الرقم/٨٧٧٢، ٨٨٥٢، والبيهقي في السنن الكبرى، ٦/٣١٩، الرقم/١٢٦١٣، والطبراني في مسند الشاميين، ٣/٦٦، الرقم/١٨١٥۔

ایک شخص آیا، اور اُس نے تلوار اُٹھا لی، جب میں بیدار ہوا تو (دیکھا کہ) وہ شخص میرے سر پر کھڑا تھا، میں نے دیکھا کہ سونتی ہوئی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے۔ اُس نے مجھ سے پوچھا: (اے محمد!) اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے جواب دیا: اللہ، پھر اُس نے دوسری مرتبہ کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ۔ فرمایا: پھر اُس نے (خوفزدہ ہو کر) تلوار گرا دی۔ وہ شخص یہ بیٹھا ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اُس سے انتقام بھی نہ لیا۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

۸۰/۵. عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: اَلسَّامُ عَلَيْکَ، فَقُلْتُ: بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ، قُلْتُ: أَوَ لَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا؟ قَالَ: قُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا **بیان کرتی ہیں** کہ کچھ یہودیوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، پھر کہا: (**اَلسَّامُ عَلَيْکَ**) '(معاذ اللہ) تجھے موت آئے'۔ تو میں نے کہا: تمہارے اُوپر موت ہو اور لعنت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور ہر ایک معاملہ میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں عرض گزار ہوئی: (یا

۸۰: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إذا عرض الذمي وغيره بسب النبي ﷺ ولم يصرح نحو قوله: السام عليكم، ۶/۲۵۳۹، الرقم/۶۵۲۸، ومسلم في الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ۴/۲۰۰۳، الرقم/۲۵۹۳، وأحمد بن حنبل في المسند، ۱/۱۱۲، الرقم/۹۰۲، وأبو داود في السنن، كتاب الأدب، باب في الرفق، ۴/۲۵۴، الرقم/۴۸۰۷، وابن ماجه في السنن، كتاب الأدب، باب الرفق، ۲/۱۲۱۶، الرقم/۳۶۸۸۔

رسول اللہ!) جو اُنہوں نے کہا وہ آپ نے نہیں سنا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے وَعَلَيْكُمْ کہہ دیا تھا۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

٦/٨١. وَفِي رِوَايَةِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ، قَالَ: مَرَّ يَهُوْدِيٌّ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: اَلسَّامُ عَلَيْکَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَعَلَيْکَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ؟ قَالَ: اَلسَّامُ عَلَيْکَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلَا نَقْتُلُهُ؟ قَالَ: لَا، إِذَا سَلَّمَ عَلَيْکُمْ أَهْلُ الْکِتَابِ فَقُوْلُوْا: وَعَلَيْکُمْ.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ایک روایت میں حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو اُس نے کہا: **اَلسَّامُ عَلَيْکَ** 'تجھ پر (**معاذ اللہ**) **موت ہو**۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَعَلَيْکَ 'اور تم پر بھی'۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ سے دریافت فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا کہتا ہے؟ اُس نے کہا: تجھ پر موت ہو۔ لوگ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! (اس گستاخی پر) ہم اِسے قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کیا کریں تو تم بھی اُنہیں وَعَلَيْکُمْ کہہ دیا کرو۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

٨١: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إذا عرض الذمي وغيره بسب النبي ﷺ ولم يصرح نحو قوله السام عليكم، ٦/٢٥٣٨، الرقم/٦٥٢٧، ومسلم في الصحيح، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب، بالسلام وكيف يرد، ٤/١٧٠٥، الرقم/٢١٦٣، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/٢١٨، الرقم/١٣٣٠٨، وأبو يعلى في المسند، ٥/٤٤٥، الرقم/٣١٥٣۔

٧/٨٢. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ: أَنَّ ثَمَانِيْنَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ جَبَلِ التَّنْعِيْمِ مُتَسَلِّحِيْنَ، يُرِيْدُوْنَ غِرَّةَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ، فَأَخَذَهُمْ سِلْمًا، فَاسْتَحْيَاهُمْ، فَأَنْزَلَ اللهُ ﷻ: ﴿وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِ يَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِ يَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ [الفتح، ٤٨/ ٢٤].

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) مکہ کے اسّی (۸۰) آدمی رسول اللہ ﷺ کی جانب جبل تنعیم سے مسلح ہو کر اُترے۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کو دھوکہ دے کر غفلت میں حملہ کرنا چاہتے تھے، آپ ﷺ نے انہیں پکڑ کر قید کر لیا اور بعد میں اُنہیں زندہ چھوڑ دیا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **﴿وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِ يَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِ يَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾** ’اور وہی ہے جس نے سرحدِ مکّہ پر (حدیبیہ کے قریب) ان (کافروں) کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ

٨٢: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب قول الله تعالى: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾، ٣/ ١٤٤٢، الرقم/ ١٨٠٨، وأحمد بن حنبل في المسند، ٣/ ١٢٤، ٢٩٠، الرقم/ ١٢٢٧٦، ١٤١٢٢، وأبو داود في السنن، كتاب الجهاد، باب في المن على الأسير بغير فداء، ٣/ ٦١، الرقم/ ٢٦٨٨، والترمذي في السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الفتح، ٥/ ٣٨٦، الرقم/ ٣٢٦٤، والنسائي في السنن الكبرى، ٥/ ٢٠٢، ٦/ ٤٦٤، الرقم/ ٨٦٦٧، ١١٥١٠، وابن أبي شيبة في المصنف، ٧/ ٤٠٥، الرقم/ ٣٦٩١٦، وأبو عوانة في المسند، ٤/ ٢٩١، الرقم/ ٦٧٨٢-٦٧٨٣، وعبد بن حميد في المسند، ١/ ٣٦٣، الرقم/ ١٢٠٨۔

ان سے روک دیے اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان (کے گروہ) پر غلبہ بخش دیا‘۔

اِسے امام مسلم، احمد، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٨/٨٣. وَفِي رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ، قَالَ: إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً.

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ وَأَبُوْ يَعْلٰى وَذَكَرَهُ الْحُسَيْنِيُّ وَابْنُ كَثِيْرٍ.

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: (یا رسول اللہ!) مشرکین کے خلاف بد دعا کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا، مجھے تو صرف (سراپا) رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اِسے امام مسلم نے، بخاری نے ’الادب المفرد‘ میں اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور حسینی اور حافظ ابن کثیر نے بھی بیان کیا ہے۔

٩/٨٤. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ: قَالَ: إِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ أُبْعَثْ عَذَابًا.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرَ.

ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے

٨٣: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، ٢٠٠٦/٤، الرقم/٢٥٩٩، والبخاري في الأدب المفرد/١١٩، الرقم/٣٢١، وأبو يعلى في المسند، ٣٥/١١، الرقم/ ٦١٧٤، والحسيني في البيان والتعريف، ٢٨٣/١، الرقم/٧٥٤، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، ٢٠٢/٣۔

٨٤: أخرجه البيهقي في شعب الإيمان، ١٤٤/٢، الرقم/١٤٠٣، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، ٩٢/٤۔

تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ عذاب بنا کر۔

اسے امام بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

٨٥/١٠. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ: إِنَّمَا بُعِثْتُ نِعْمَةً، وَلَمْ أُبْعَثْ عَذَابًا.

رَوَاهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے ہی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: 'مجھے تو سراپا نعمت بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ عذاب بنا کر'۔

اِسے امام ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

٨٦/١١. وَفِي رِوَايَةِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ.

رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ، وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ: وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ.

ایک روایت میں حضرت سہل بن سعد ساعدی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ لوگ (مجھے) نہیں جانتے۔

٨٥: أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة، ١/٤٠، الرقم/٢۔

٨٦: أخرجه ابن حبان في الصحيح، كتاب الرقائق، باب ذكر ما يجب على المرء الدعاء على أعدائه بما فيه ترك حظ نفسه، ٣/٢٥٤، الرقم/٩٧٣، وابن أبي عاصم في الأحاد والمثاني، ٤/١٢٣، الرقم/٢٠٩٦، والطبراني في المعجم الكبير، ٦/١٢٠، الرقم/٥٦٩٤، والبيهقي في شعب الإيمان، ٢/١٦٤، الرقم/١٤٤٨، والديلمي في مسند الفردوس، ١/٥٠٠، الرقم/٢٠٤٢، وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد، ٦/١١٧۔

اِسے امام ابن حبان، ابن ابی عاصم، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے فرمایا: اس کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

١٢/٨٧. عَنِ الْإِمَامِ أَبِي يُوْسُفَ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَفَا عَنْ مَكَّةَ وَأَهْلِهَا وَقَالَ: مَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ وَمَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ وَنَهٰى عَنِ الْقَتْلِ إِلَّا نَفَرًا قَدْ سَمَّاهُمْ إِلَّا أَنْ يُقَاتِلَ أَحَدًا فَيُقْتَلَ وَقَالَ لَهُمْ: حِيْنَ اجْتَمَعُوْا فِي الْمَسْجِدِ مَا تَرَوْنَ أَنِّي صَانِعٌ بِكُمْ قَالُوْا: خَيْرًا أَخٌ كَرِيْمٌ وَابْنُ أَخٍ كَرِيْمٍ، قَالَ: اذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ.

رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالرَّبِيْعُ.

امام ابو یوسف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ اور اہل مکہ سے درگزر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ امن میں ہے، اور جو مسجد میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے، اور جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو گیا وہ امن میں ہے اور آپ ﷺ نے چند (گستاخ) افراد جن کے نام بیان کر دیئے تھے کے علاوہ قتلِ عام سے منع فرمایا، اور یہ کہ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کے ساتھ جنگ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے اور جب وہ لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہم آپ سے بھلائی کی امید رکھتے ہیں کیونکہ آپ ایک معزز بھائی اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اِسے امام شافعی، ابن حبان اور الربیع نے روایت کیا ہے۔

٨٧: أخرجه الشافعي في الأم، ٧/٣٦١، وابن حبان في الثقات، ٢/٥٦، والربيع في المسند/١٧٠، الرقم/٤١٩، والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/١١٨، الرقم/١٨٠٥٥۔

وَفَاءُ الْعَهْدِ وَالْعَمَلُ بِالْمَوَاثِيْقِ مَعَهُمْ

﴿غیر مسلموں کے ساتھ ایفائے عہد اور میثاق﴾

۱/۸۸. عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ، قَالَ: وَأُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ ﷺ أَنْ يُوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوْا إِلَّا طَاقَتَهُمْ.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْقُرَشِيُّ.

حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے روایت ہے اُنہوں نے (بوقتِ شہادت وصیت کرتے ہوئے) فرمایا: میں اُسے (مسلمانوں کے اگلے خلیفہ کو) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے ساتھ معاہدہ نبھایا جائے اور اُن کے علاوہ دوسروں سے لڑا جائے اور اُن پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔

اِسے امام بخاری، ابن ابی شیبہ، ابن حبان اور قرشی نے روایت کیا ہے۔

۲/۸۹. عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ، يَقُوْلُ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ أَهْلِ الرُّوْمِ عَهْدٌ

۸۸: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب يقاتل عن أهل الذمة ولا يسترقون، ۳/۱۱۱۱، الرقم/۲۸۸۷، وأيضًا في كتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي ﷺ وأبي بكر وعمر، ۱/۴۶۹، الرقم/۱۳۲۸، وابن أبي شيبة في المصنف، ۷/۴۳۶، الرقم/۳۷۰۵۹، وابن حبان في الصحيح، ۱۵/۳۵۴، الرقم/۶۹۱۷، والقرشي في الخراج/۸۰، الرقم/۲۳۲۔

۸۹: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۴/۱۱۱، الرقم/۱۷۰۵۶، والترمذي في السنن، كتاب السير، باب ما جاء في الغدر، ۴/۱۴۳، الرقم/۱۵۸۰، والطيالسي في المسند، ۱/۱۵۷، الرقم/۱۱۵۵۔

وَكَانَ يَسِيرُ فِي بِلَادِهِمْ حَتّٰى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ أَغَارَ عَلَيْهِمْ فَإِذَا رَجُلٌ عَلٰى دَابَّةٍ أَوْ عَلٰى فَرَسٍ وَهُوَ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ وَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَسَأَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهُ حَتّٰى يَمْضِيَ أَمَدُهُ أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ قَالَ: فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ.

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ وَالطَّيَالِسِيُّ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

سلیم بن عامر فرماتے ہیں: حضرت معاویہ ﷛ اور رومیوں کے درمیان ایک معاہدہ تھا، حضرت معاویہ ان کے شہروں کی طرف گئے تاکہ جب معاہدہ ختم ہو تو ان پر غارت گری کریں۔ اچانک ایک آدمی کو چوپائے یا گھوڑے پر دیکھا، وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر! عہد پورا کرو، عہد شکنی نہ کرو۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ شخص عمرو بن عبسہ ہیں۔ حضرت معاویہ ﷛ نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ اس معاہدہ کو نہ توڑے اور نہ باندھے، جب تک کہ اس کی مدت نہ ختم ہو جائے یا وہ برابری کی بنیاد پر اس کی طرف پھینک نہ دے۔ فرماتے ہیں: یہ سن کر حضرت معاویہ ﷛ لوگوں کو لے کر واپس لوٹ گئے۔

اسے امام احمد بن حنبل، ترمذی اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔ مذکورہ الفاظ ترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

إِعَانَةُ شُيُوخِهِمْ وَضُعَفَائِهِمُ الْمَالِيَّةُ

﴿غیر مسلموں کے بوڑھوں ضعیفوں اور کمزوروں کی مالی اعانت﴾

۹۰/۱. عَنْ عَبدِ اللهِ بْنِ حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: لَمَّا قَدِمْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الْجَابِيَةَ، إِذًا هُوَ بِشَيْخٍ مِّنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ يَسْتَطْعِمُ فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقُلْنَا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، هٰذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ كَبُرَ وَضَعُفَ. فَوَضَعَ عَنْهُ عُمَرُ الْجِزْيَةَ الَّتِي فِي رَقَبَتِهِ. وَقَالَ: كَلَّفْتُمُوْهُ الْجِزْيَةَ حَتّٰى إِذَا ضَعُفَ تَرَكْتُمُوْهُ يَسْتَطْعِمُ. فَأَجْرٰى عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ، وَكَانَ لَهُ عِيَالٌ.

رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ.

حضرت عبد اللہ بن حدرد اسلمی بیان کرتے ہیں: جب ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جابیہ آئے تو غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو کھانا مانگ رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو ہم نے عرض کیا: اے امیر المومنین! یہ شخص غیر مسلم شہری ہے جو بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ذمے ٹیکس کو ختم کر دیا اور فرمایا: تم نے (ساری زندگی) اس سے ٹیکس وصول کیا، اب جبکہ وہ کمزور ہو گیا ہے اسے کھانا مانگنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ پھر آپ نے بیت المال سے اس کے لیے دس درہم (ماہانہ وظیفہ) مقرر کر دیا کیونکہ اس کے اہل و عیال بھی تھے۔

اسے امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

۹۰: أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق الكبير، ۲۷/۳۳٤۔

٢/٩١. إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ ﷺ مَرَّ بِشَيْخٍ مِّنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، يَسْأَلُ عَلٰى أَبْوَابِ النَّاسِ. فَقَالَ: مَا أَنْصَفْنَاكَ أَنْ كُنَّا أَخَذْنَا مِنْكَ الْجِزْيَةَ فِي شَبِيْبَتِكَ، ثُمَّ ضَيَّعْنَاكَ فِي كِبْرِكَ. قَالَ: ثُمَّ أَجْرٰى عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ مَا يَصْلُحُهٗ.

رَوَاهُ أَبُوْ عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَامٍ فِي الْأَمْوَالِ.

امیر المومنین حضرت عمر فاروق ﷺ غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگتا تھا۔ آپ نے فرمایا: 'ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تمہاری جوانی میں تم سے ٹیکس وصول کیا، پھر تمہارے بڑھاپے میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا'۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اس کی ضروریات کے لیے بیت المال سے مناسب وظیفہ کی ادائیگی کا حکم جاری فرمایا۔

اسے امام ابو عبید القاسم بن سلام نے 'کتاب الاموال' میں بیان کیا ہے۔

٣/٩٢. **مَرَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ** ﷺ بِبَابِ قَوْمٍ وَعَلَيْهِ سَائِلٌ يَسْأَلُ، شَيْخٌ كَبِيرٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ، فَضَرَبَ عَضُدَهٗ مِنْ خَلْفِهِ، وَقَالَ: مِنْ أَيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ أَنْتَ؟ فَقَالَ: يَهُوْدِيٌّ. قَالَ: فَمَا أَلْجَاكَ إِلٰى مَا أَرٰى؟ قَالَ أَسْأَلُ الْجِزْيَةَ وَالْحَاجَةَ وَالسِّنَّ. قَالَ: فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهٖ وَذَهَبَ إِلٰى مَنْزِلِهٖ فَرَضَخَ لَهٗ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَنْزِلِ. ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى خَازِنِ بَيتِ الْمَالِ، فَقَالَ: انْظُرْ إِلٰى هٰذَا وَضُرَبَائِهٖ، فَوَاللهِ، مَا أَنْصَفْنَاهُ أَنْ أَكَلْنَا شَبِيْبَتَهٗ، ثُمَّ نَخْذُلُهٗ عِنْدَ الْهَرَمِ ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ

٩١: أخرجه أبو عبيد القاسم بن سلام في كتاب الأموال/٥٧، رقم/١١٩۔

٩٢: أخرجه أبو يوسف في كتاب الخراج/١٣٦۔

لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة، ٩/٦٠]، وَالفُقَرآءُ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ، وَهٰذَا مِنَ الْمَسَاكِيْنِ مِن أَهْلِ الْكِتَابِ. وَوَضَعَ عَنْهُ الْجِزْيَةَ وَعَنْ ضُرَبَائِهٖ.

رَوَاهُ أَبُو يُوْسُفَ.

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک قوم کے دروازے کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہاں ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا جو نہایت ضعیف اور نابینا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بازو پر پیچھے سے ہاتھ رکھا اور کہا کہ تم اہلِ کتاب کے کس گروہ سے ہو؟ اس نے کہا کہ یہودی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے اِس اَمر پر کس نے مجبور کیا جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا کہ میں ٹیکس کی ادائیگی اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بڑھاپے (میں کما نہ سکنے) کی وجہ سے بھیک مانگتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے گئے اور اسے اپنے گھر سے کچھ مال دیا۔ پھر اسے بیت المال کے خازن کی طرف بھیجا اور کہا کہ اسے اور اس قبیل کے دوسرے لوگوں کو دیکھو۔ خدا کی قسم! ہم نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ اس کی جوانی سے تو ہم نے فائدہ اٹھایا اور بڑھاپے میں اسے رسوا کر دیا۔ (پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:) ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ ’بے شک صدقات فقراء اور مساکین کے لیے ہیں‘۔ (اور فرمایا:) فقراء سے مراد مسلمان ہیں اور یہ اہلِ کتاب (غیر مسلم شہری) مساکین میں سے ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اور اس جیسے دیگر کمزور لوگوں سے ٹیکس ختم کر دیا۔

اسے امام ابو یوسف نے روایت کیا ہے۔

قَالَ مَالِكٌ: مَضَتِ السُّنَّةُ أَنْ لَا جِزْيَةَ عَلٰى نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ، وَلَا عَلٰى صِبْيَانِهِمْ، وَأَنَّ الْجِزْيَةَ لَا تُؤْخَذُ إِلَّا مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ قَدْ بَلَغُوْا الْحُلُمَ.[1]

(١) مالك في الموطأ، ٢/٢٨٠۔

امام مالک نے فرمایا ہے کہ (مسلمانوں کے ہاں) یہ اصول کارفرما رہا ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں اور بچوں پر جزیہ لازم نہیں، جزیہ صرف بالغ آدمیوں ہی سے وصول کیا جاتا ہے۔

٤/٩٣. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لَا جِزْيَةَ عَلٰى عَبْدٍ وَفِي رَفْعِهٖ نَظَرٌ وَهُوَ ثَابِتٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

ذَكَرَهُ ابْنُ الْقَيِّمِ فِي الْأَحْكَامِ.

حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی بھی گھریلو خدمت گار پر جزیہ واجب نہیں۔ اس حدیث کا مرفوع ہونا محل نظر ہے البتہ یہی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔

اسے علامہ ابن القیم نے **أحكام أهل الذمة** میں بیان کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّهُ لَا جِزْيَةَ عَلَى الْعَبْدِ.(١)

ذَكَرَهُ ابْنُ الْقَيِّمِ فِي الْأَحْكَامِ.

ابن المنذر نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا جن سے ہم نے علم حاصل کیا ہے اس پر اجماع ہے کہ غلام (گھریلو خدمت گار) پر جزیہ واجب نہیں۔

اسے علامہ ابن القیم نے **أحكام أهل الذمة** میں بیان کیا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتحت حکام کو غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کا حکم

٩٣: ذكره ابن القيم في أحكام أهل الذّمة، ١/١٧٢۔

(١) ابن القيم في أحكام أهل الذّمة، ١/١٧٢۔

دینے کے ساتھ ساتھ ان پر ٹیکس عائد کرنے اور اس کی وصولی میں رعایت کے احکامات جاری فرمائے۔

عَنْ أَسْلَمَ مَوْلٰى عُمَرَ إِنَّ عُمَرَ كَتَبَ إِلٰى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ: أَنْ لَّا يَضْرِبُوا الْجِزْيَةَ عَلَى النِّسَاءِ، وَلَا عَلَى الصِّبْيَانِ. (۱)

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالْبَيْهَقِيُّ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم بیان کرتے ہیں:
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاروں کو خط لکھا کہ وہ غیر مسلم عورتوں اور بچوں پر ٹیکس نافذ نہ کریں۔

اسے امام عبد الرزاق اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

---

(۱) أخرجه عبد الرزاق في المصنف، ٦/٨٥، الرقم/١٠٠٩٠، والبيهقي في السنن الكبرى، ٩/١٩٥، الرقم/١٨٤٦٣۔

باب ہفتم

اِسلام میں ممالک کی تقسیم

(معاہدات ومواثیق کے تناظر میں)

دینِ اِسلام کا مقصود ایک متحرک، مربوط اور پُراَمن انسانی معاشرے کا قیام ہے۔ اسلام نے اجتماعی اور ریاستی سطح پر قیامِ امن، نفاذِ عدل، حقوقِ انسانی کی بحالی اور ظلم و عدوان کے خاتمے کے لیے جہاد کا تصور عطا کیا ہے۔ جہاد ایک وسیع اور کثیر المعنٰی لفظ ہے۔ یہ انفرادی زندگی سے لے کر قومی و ملی اور بین الاقوامی زندگی کی اِصلاح کے لیے عملِ پیہم اور جہدِ مسلسل کا نام ہے۔ جہاد کے موضوع پر ہماری ایک ضخیم کتاب بھی زیرِ ترتیب ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بہت سے پہلوؤں پر پہلی مرتبہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ المیہ ہے کہ جہاں ایک طرف غیر مسلم مفکرین اور ذرائع ابلاغ نے اسلامی تصورِ جہاد کو بری طرح مجروح کیا ہے وہیں دہشت گرد اور انتہا پسند عناصر نے بھی لفظِ جہاد کو اپنی دہشت گردی اور قتل و غارت گری کا عنوان بنا کر اسلام کو دنیا بھر میں بد نام کرنے اور اسلامی تعلیمات کے چہرے کو مسخ کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ کتاب ہٰذا کا موضوع چونکہ اَہلِ کتاب ہیں، بنا بریں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت سے متعلق ’بلادِ عالم کی تقسیم‘ کی بحث اِسی کتاب سے یہاں شامل کی جا رہی ہے۔

اِسلامی اَحکام میں بلادِ عالم کو وہاں کے رہنے والے لوگوں اور ان کے مذاہب و حالات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے؛ مثلاً دار الاسلام، دار العھد، دار الصلح، دار الامن اور دار الحرب وغیرہ۔ عصر حاضر میں فہمِ دین کی غلط تعبیر و تشریح کی وجہ سے جہاں دیگر معاملات میں شدت پسندی اور دہشت گردی کے مناظر دیکھے جا رہے ہیں، وہیں ممالک کی تقسیم بھی اپنی مرضی سے ہو رہی ہے۔ مختلف گروہ اپنے مخصوص عقائد و نظریات کے تحت جہاں چاہتے ہیں نام نہاد ’جہاد‘ کے نام پر خانہ جنگی شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ان سے شرعی دلیل پوچھی جائے اور انسانوں کو قتل کرنے سے منع کیا جائے تو کہتے ہیں: ’یہ دار الحرب ہے، اس لیے ہم مخالف مسلمانوں اور غیر مسلم شہریوں کو قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں‘۔ ذیل میں ایسے ہی لوگوں کے لیے ممالک کی تقسیم پر بالتفصیل شرعی حقائق درج کیے جا رہے ہیں۔

ا۔ دار الاسلام (Abode of Islam)

اَئمہ وفقہاء نے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ دار الاسلام کی مختلف تعریفات کی ہیں، جنہیں ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

ا۔ علامہ ابو یعلی حنبلی (۲۱۰-۳۰۷ھ) دار الاسلام کی تعریف میں محض اَحکامِ اسلام کے غلبہ کی بجائے، احکامِ کفر کی نسبت احکامِ اسلام کے اجراء اور غلبہ کو اساس قرار دیتے ہوئے **المعتمد فی أصول الدین** میں لکھتے ہیں:

> **وَكُلُّ دَارٍ كانَتِ الْغَلَبَةُ فِيهَا لِأَحْكَامِ الإِسْلَامِ دُوْنَ أَحْكَامِ الْكُفْرِ، فَهِيَ دَارُ إِسْلَامٍ.** (۱)

ہر وہ ملک جہاں احکامِ کفر کی نسبت احکامِ اسلام کا غلبہ ہو دار الاسلام کے زمرے میں آتا ہے۔

۲۔ علامہ ابنِ مفلح حنبلی (۷۱۷-۷۶۳ھ) بھی دار الاسلام کی تعریف میں اَحکامِ اسلام کے غلبہ کو بنیاد قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **فَكُلُّ دَارٍ غَلَبَ عَلَيْهَا أَحْكَامُ الْمُسْلِمِيْنَ فَدَارُ الإِسْلَامِ.** (۲)

ہر وہ علاقہ جہاں مسلمانوں کے احکام کا غلبہ ہو، دار الاسلام کہلاتا ہے۔

۳۔ علامہ ابن القیم حنبلی (۶۹۱-۷۵۱ھ) **أحکام أهل الذمة** میں بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی مخصوص خطے میں مسلمان آباد ہوں اور وہاں اسلامی احکام کا اجراء بھی ہو تو وہ دار الاسلام ہے۔ وہ جمہور علماء کی رائے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> **قَالَ الْجُمْهُوْرُ: دَارُ الإِسْلَامِ هِيَ الَّتِي نَزَلَهَا الْمُسْلِمُوْنَ وَجَرَتْ عَلَيْهَا**

---

(۱) أبو یعلی حنبلی، المعتمد فی أصول الدین: ۲۷۶

(۲) إبن مفلح، الآداب الشرعیة، ۱: ۲۱۱

أَحْكَامُ الإِسْلَامِ. (۱)

جمہور کا قول ہے کہ دار الاسلام سے مراد وہ ملک ہے جہاں مسلمان آباد ہوں اور وہاں اسلامی اَحکام بھی جاری ہوں۔

۴۔ علامہ شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) دار الاسلام کی تعریف یوں کرتے ہیں:

وَدَارُ الإِسْلَامِ مَا ظَهَرَتْ فِيهِ الشَّهَادَتَانِ وَالصَّلَاةُ، وَلَمْ تَظْهَرْ فِيهَا خَصْلَةٌ كُفْرِيَّةٌ. (۲)

جس ملک میں شہادتِ توحید و رسالت اور نماز کا نظام قائم ہو اور اس میں کفریہ خصلت کا غلبہ نہ ہو تو اسے دار الاسلام کہا جائے گا۔

۵۔ شیخ محمد ابو زہرہ (۱۸۹۸-۱۹۷۴ء) نے دار الاسلام کی تعریف اس طرح ہے:

دَارُ الإِسْلَامِ هِيَ الدَّوْلَةُ الَّتِي تُحْكَمُ بِسُلْطَانِ الْمُسْلِمِينَ وَتَكُونُ الْمَنَعَةُ وَالْقُوَّةُ فِيهَا لِلْمُسْلِمِيْنَ. (۳)

دار الاسلام وہ ملک ہے جس کا نظامِ حکومت مسلم حکمران کے کنٹرول میں ہو اور اس کی فوجی و دفاعی طاقت سب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو۔

(۱) دار الاسلام - دار الکفر اور دار الحرب کیسے بنتا ہے؟

۱۔ شمس الائمۃ امام محمد بن احمد سرخسی (م ۴۸۳ھ) نے دار الاسلام کے دار الحرب میں بدلنے سے متعلق امامِ اعظم ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) اور صاحبین کا تفصیلی موقف بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۲:۷۲۸

(۲) شوكاني، السيل الجرار، ۴:۵۷۵

(۳) أبو زهرة، العلاقات الدولية فى الإسلام:۵٦

عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِنَّمَا تَصِيرُ دَارُهُمْ دَارَ الْحَرْبِ بِثَلَاثِ شَرَائِطَ: أَحَدُهَا: أَنْ تَكُونَ مُتَاخِمَةً أَرْضَ التُّرْكِ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ أَرْضِ الْحَرْبِ دَارٌ لِلْمُسْلِمِينَ، وَالثَّانِي: أَنْ لَا يَبْقٰى فِيهَا مُسْلِمٌ آمِنٌ بِإِيمَانِهِ، وَلَا ذِمِّيٌّ آمِنٌ بِأَمَانِهِ، وَالثَّالِثُ: أَنْ يُظْهِرُوْا أَحْكَامَ الشِّرْكِ فِيهَا، وَعَنْ أَبِي يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ: إِذَا أَظْهَرُوْا أَحْكَامَ الشِّرْكِ فِيهَا فَقَدْ صَارَتْ دَارُهُمْ دَارَ حَرْبٍ. (1)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسلمانوں کا ملک دار الحرب اُس وقت شمار ہوگا جب اس میں تین شرائط پائی جائیں گی:

پہلی یہ کہ دار الاسلام کے پڑوس میں دار الحرب ہو، اس کے اور ارضِ حرب کے درمیان کوئی اور اسلامی ملک نہ ہو۔

دوسری یہ کہ وہاں کوئی بھی مسلمان اپنے ایمان کے ساتھ اور ذمی اپنی اَمان کے ساتھ محفوظ نہ ہو۔

تیسرا یہ کہ غیر مسلم محاربین قبضہ کرکے وہاں احکام کفر و شرک کو غالب کر دیں۔

جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب حربی دار الاسلام پر قبضہ کرکے وہاں شرک کے احکام غالب کر دیں تو وہ دار الحرب میں بدل جائے گا۔

۲۔ دار الاسلام کا دار الکفر میں بدلنے سے متعلق اِمامِ اعظم ابو حنیفہ کا یہی فتویٰ اِمام علاء الدین کاسانی (م ۵۸۷ھ) نے بھی اپنی تصنیف بدائع الصنائع میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ: إِنَّهَا لَا تَصِيْرُ دَارَ الْكُفْرِ إِلَّا بِثَلَاثِ شَرَائِطَ:

(۱) سرخسی، المبسوط، ۱۰:۱۱۴

أَحَدُهَا: ظُهُوْرُ أَحْكَامِ الْكُفْرِ فِيْهَا.

وَالثَّانِي: أَنْ تَكُوْنَ مُتَاخِمَةً لِدَارِ الْكُفْرِ.

وَالثَّالِثُ: أَنْ لَا يَبْقٰى فِيْهَا مُسْلِمٌ وَلَا ذِمِّيٌّ آمِنًا بِالْأَمَانِ الْأَوَّلِ وَهُوَ أَمَانُ الْمُسْلِمِيْنَ.(۱)

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ تین شرائط کے بغیر دار الاسلام، دار الحرب میں تبدیل نہیں ہوسکتا، وہ تین شرائط یہ ہیں:

پہلی شرط یہ کہ اس ملک میں کفر کے اَحکام کا اِجراء ہو جائے۔

دوسری شرط یہ کہ وہ دار الحرب سے متصل ہو، اور

تیسری شرط یہ کہ وہاں کوئی مسلمان یا ذمی پہلی امان یعنی مسلمانوں کی امان کے ساتھ موجود نہ رہے۔

۳۔ علامہ علاء الدین حصکفی (م ۱۰۸۸ھ) نے بھی دار الاسلام کے دار الحرب میں بدلنے سے متعلق امامِ اعظم ابو حنیفہ کے اسی فتویٰ کا ذکر الدّر المختار میں کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

لَا تَصِيْرُ دَارُ الإِسْلَامِ دَارَ حَرْبٍ إِلَّا بِأُمُوْرٍ ثَلَاثَةٍ: بِإِجْرَاءِ أَحْكَامِ أَهْلِ الشِّرْكِ، وَبِاتِّصَالِهَا بِدَارِ الْحَرْبِ، وَبِأَنْ لَا يَبْقٰى فِيْهَا مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ آمِنًا بِالْأَمَانِ الْأَوَّلِ.(۲)

تین اُمور کے بغیر دار الاسلام، دار الحرب نہیں ہوسکتا۔ وہ یہ ہیں:

(۱) وہاں مشرکین کے اَحکام کا اِجراء ہو جائے،

(۲) وہ دار الحرب سے ملا ہوا ہو، اور یہ کہ

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۷:۱۳۰

(۲) حصکفی، الدر المختار، ۴:۱۷۴-۱۷۵

(۳) وہاں کوئی مسلمان یا ذمی پہلی امان کے ساتھ موجود نہ رہے۔

۴۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ کی اِن شرائط کا تذکرہ امام ابنِ قدامہ حنبلی (م ۶۲۰ ھ) نے بھی کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ: لَا تَصِيْرُ دَارَ حَرْبٍ حَتّٰى تَجْمَعَ فِيْهَا ثَـلَاثَةَ أَشْيَاءَ أَنْ تَكُوْنَ مُتَاخِمَةً لِدَارِ الْحَرْبِ لَا شَيْءَ بَيْنَهُمَا مِنْ دَارِ الإِسْلَامِ. الثَّانِي: أَنْ لَا يَبْقٰى فِيْهَا مُسْلِمٌ وَلَا ذِمِّيٌّ آمِنٌ، الثَّالِثُ: أَنْ تُجْرٰى فِيْهَا أَحْكَامُهُمْ. (۱)

امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ دارالاسلام، دارالحرب میں (اُس وقت تک) نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ اپنے اندر تین امور کو جمع نہ کر لے۔

اولاً یہ کہ وہ دارالحرب کے ساتھ متصل ہو اور ان دونوں کے درمیان دارالاسلام کی کوئی بھی چیز نہ ہو،

ثانیاً یہ کہ اس میں کوئی بھی مسلمان اور ذمی حالتِ امن میں نہ ہو، اور

ثالثاً یہ کہ وہاں غیر مسلموں کے احکامات جاری ہوں۔

۵۔ شیخ محمد بن احمد بن عرفہ دسوقی مالکی (م ۱۲۳۰ھ) بیان کرتے ہیں:

بِلَادُ الإِسْلَامِ لَا تَصِيْرُ دَارَ حَرْبٍ بِأَخْذِ الْكُفَّارِ لَهَا بِالْقَهْرِ مَا دَامَتْ شَعَائِرُ الإِسْلَامِ قَائِمَةً فِيْهَا. ......

بِلَادُ الإِسْلَامِ لَا تَصِيْرُ دَارَ حَرْبٍ بِمُجَرَّدِ اسْتِيْلَائِهِمْ عَلَيْهَا بَلْ حَتّٰى تَنْقَطِعَ إِقَامَةُ شَعَائِرِ الإِسْلَامِ عَنْهَا وَأَمَّا مَا دَامَتْ شَعَائِرُ الإِسْلَامِ أَوْ غَالِبُهَا قَائِمَةً فِيْهَا فَلَا تَصِيْرُ دَارَ حَرْبٍ. (۲)

---

(۱) ابن قدامة، المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل، ۹:۲۵-۲۶

(۲) دسوقي، حاشية على الشرح الكبير على مختصر خليل للدردير، ۲:۱۸۸

جب تک اسلامی ممالک میں شعائرِ اسلام کا اِجراء ہوتا رہے اس وقت تک محض کفار کے ان پر غلبہ سے وہ دار الحرب میں نہیں بدل سکتے۔......

اسلامی ممالک میں جب تک شعائرِ اسلام پر عمل پیرا ہونے کا خاتمہ نہ ہو محض کفار کے ان پر تسلط سے وہ دارِ حرب نہیں ہو سکتے، جب تک شعائرِ اسلام کا نفاذ ہوتا رہے گا یا ان کی غالب حیثیت اسلامی ممالک میں برقرار رہے گی، وہ دار الحرب نہیں کہلائیں گے۔

۶۔ شیخ احمد بن محمد الصاوی الخلوتی مالکی (م۱۲۴۱ھ) نے بھی اپنی تصنیف 'بُلْغَةُ السالک لأقرب المسالک علی الشرح الصغیر لأحمد الدردیر (۲:۱۸۷)' میں یہی مالکی نقطۂ نظر بیان کیا ہے۔

۷۔ علامہ شوکانی (م۱۲۵۰ھ) سلفی اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِنْ كَانَتِ الْأَوَامِرُ وَالنَّوَاهِي فِي الدَّارِ لِأَهْلِ الإِسْلَامِ بِحَيْثُ لَا يَسْتَطِيعُ مَنْ فِيهَا مِنَ الْكُفَّارِ أَنْ يَتَظَاهَرَ بِكُفْرِهِ إِلَّا لِكَوْنِهِ مَأْذُوْنًا لَهُ بِذٰلِكَ مِنْ أَهْلِ الإِسْلَامِ فَهٰذِهِ دَارُ إِسْلَامٍ، وَلَا يَضُرُّ ظُهُوْرُ الْخِصَالِ الْكُفْرِيَّةِ فِيهَا لِأَنَّهَا لَمْ تَظْهَرْ بِقُوَّةِ الْكُفَّارِ وَلَا بِصَوْلَتِهِمْ كَمَا هُوَ مُشَاهَدٌ فِي أَهْلِ الذِّمَّةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمُعَاهِدِينَ السَّاكِنِيْنَ فِي الْمَدَائِنِ الإِسْلَامِيَّةِ، وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ الْعَكْسَ فَالدَّارُ بِالْعَكْسِ.[1]

اگر کسی ملک میں اسلامی اَوامر ونواہی (اسلامی احکام) کا نظام رائج ہو اور وہاں کفار اپنے کفر کو ظاہر کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں مگر یہ کہ انہیں اس کے لیے وہاں اہلِ اسلام کی طرف سے اجازت ہو تو وہ ملک دارالاسلام شمار ہوگا، یاد رہے کہ وہاں کفریہ خصلتوں کے ظاہر ہونے سے اسے کچھ نقصان نہیں ہوگا کیونکہ کفار کی قوت اور ان

(۱) شوكاني، السيل الجرار، ۴:۵۷۵

کے اثر سے ان خصلتوں کو وہاں غالب حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ بلادِ اسلامیہ میں رہنے والے غیر مسلم یہود و نصاریٰ اور دیگر معاہدین کے احوال اس پر گواہ ہیں۔ ہاں اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تب 'دار' کی نوعیت بھی اس کے برعکس ہوگی (یعنی وہ دار الکفر ہوگا)۔

(۲) دار الحرب کے لیے کڑی شرائط

امامِ اعظم ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) سمیت دیگر علماء کی مذکورہ بالا بحث سے پتہ چلا کہ کسی بھی اسلامی ملک کو دار الکفر یا دار الحرب میں تبدیل کرنے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

۱۔ دار الاسلام میں شرکیہ و کفریہ احکام کا غلبہ ہو جائے۔ یعنی وہاں توحید کی بجائے بت پرستی غالب ہو، اللہ ﷻ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے احکام کی بجائے غیر مسلموں کے احکام مکمل نافذ ہو جائیں اور مسلمانوں کا عقیدہ اور اَعمال اس سرزمین پر ممنوع ہو جائیں۔

۲۔ وہاں کے رہنے والے کسی بھی مسلم یا غیر مسلم کو پہلی اسلامی حکومت کے دور کی امان اور تحفظ حاصل نہ رہے۔ یعنی وہاں کاملاً کسی غیر مسلم حکومت کا عملی نفاذ ہو جائے۔

۳۔ وہاں سے شعائرِ اسلام اذان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کو مٹا دیا جائے۔

۴۔ مسلم قوم غالب اکثریت میں نہ رہے۔

یاد رہے کہ یہ تمام شرائط بیک وقت جب کسی مسلم ملک میں پائی جائیں تب اس کی اسلامی حیثیت مجروح ہوگی، بصورتِ دیگر کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی بھی اسلامی ملک کو دار الحرب ٹھہرا کر وہاں فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرے۔ ان چار صورتوں میں سے اگر کوئی ایک صورت مفقود ہو تو تب بھی وہ دار الاسلام ہی متصور گا۔ امام ابو جعفر طحاوی (م ۳۲۱ھ) نے امامِ اعظم کے اسی فتویٰ کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ جملہ بھی اضافہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

إِنْ فُقِدَ شَيءٌ مِنْ ذٰلِکَ لَمْ تَکُنْ دَارَ حَرْبٍ. (۱)

اگر اِن میں سے کوئی ایک صورت بھی نہ پائی گئی تو وہ دار الحرب نہیں بنے گا (بلکہ بدستور دار الاسلام ہی رہے گا)۔

(۳) دار الحرب سے متعلق سخت شرائط عائد کرنے میں حکمت

فقہاے اسلام خصوصاً اَحناف نے کسی ملک کو دار الکفر یا دار الحرب قرار دینے کے لیے درج بالا شرائط عائد کی ہیں۔ ان شرائط کے بغیر کوئی شہر یا ملک دار الحرب نہیں کہلائے گا۔ ان شرائط میں بھی دراصل احتیاط اور امن و مصالحتِ عامہ کا پیغام مضمر ہے۔

۱۔ امام سرخسی المبسوط میں بیان کرتے ہیں:

أَبُو حَنِيفَةَ يَعْتَبِرُ تَمَامَ الْقَهْرِ وَالْقُوَّةِ، لِأَنَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ كَانَتْ مِنْ دَارِ الْإِسْلَامِ، مُحْرَزَةً لِلْمُسْلِمِينَ فَلَا يَبْطُلُ ذٰلِکَ الْإِحْرَازُ إِلَّا بِتَمَامِ الْقَهْرِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، وَذٰلِکَ بِاسْتِجْمَاعِ الشَّرَائِطِ الثَّلَاثِ، لِأَنَّهَا إِذَا لَمْ تَكُنْ مُتَّصِلَةً بِالشِّرْکِ فَأَهْلُهَا مَقْهُورُونَ بِإِحَاطَةِ الْمُسْلِمِينَ بِهِمْ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، فَكَذٰلِکَ إِنْ بَقِيَ فِيهَا مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ آمِنٌ فَذٰلِکَ دَلِيلُ عَدَمِ تَمَامِ الْقَهْرِ مِنْهُمْ. (۲)

امام ابو حنیفہ غلبہ اور قوت (یعنی سلطان و اقتدار) کا اِعتبار کرتے ہیں، کیونکہ یہ شہر دارالاسلام میں شامل مسلمانوں کے لیے پناہ گاہ تھا، لہٰذا مشرکین کے مکمل قبضہ سے ہی یہ پناہ گاہ ختم ہوگی اور یہ بیک وقت تینوں شرائط پائے جانے سے ہی ممکن ہوگا (اس سے کم صورت میں نہیں)۔ اگر اس میں احکام کفر و شرک کو فروغ نہ ملا تو مطلب یہ ہوگا کہ ہر جانب سے مسلمانوں کے گھیراؤ کے سبب اہلِ شرک وہاں مغلوب

(۱) طحاوی، مختصر إختلاف العلماء، ۳:۴۶۹

(۲) سرخسی، المبسوط، ۱۰:۱۱۴

ہوں گے، اسی طرح مسلم حکومت میں مسلمان یا ذمی امن میں ہیں تو یہ غیر مسلموں کے عدمِ غلبہ کی دلیل ہے۔

۲۔ امام علاء الدین کاسانی حنفی (م۵۸۷ھ) نے امامِ اعظم کا فتویٰ درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

وَجْهُ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ إِضَافَةِ الدَّارِ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالْكُفْرِ لَيْسَ هُوَ عَيْنَ الْإِسْلَامِ وَالْكُفْرِ، وَإِنَّمَا الْمَقْصُودُ هُوَ الْأَمْنُ وَالْخَوْفُ. وَمَعْنَاهُ أَنَّ الْأَمَانَ إِنْ كَانَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهَا عَلَى الْإِطْلَاقِ، وَالْخَوْفُ لِلْكَفَرَةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ، فَهِيَ دَارُ الْإِسْلَامِ، وَإِنْ كَانَ الْأَمَانُ فِيهَا لِلْكَفَرَةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ، وَالْخَوْفُ لِلْمُسْلِمِينَ عَلَى الْإِطْلَاقِ، فَهِيَ دَارُ الْكُفْرِ. وَالْأَحْكَامُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْأَمَانِ وَالْخَوْفِ لَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْكُفْرِ، فَكَانَ اعْتِبَارُ الْأَمَانِ وَالْخَوْفِ أَوْلٰى، فَمَا لَمْ تَقَعِ الْحَاجَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ إِلَى الْاِسْتِئْمَانِ بَقِيَ الْأَمْنُ الثَّابِتُ فِيْهَا عَلَى الْإِطْلَاقِ، فَلَا تَصِيْرُ دَارَ الْكُفْرِ.(۱)

امام ابو حنیفہ کے قول کی توجیہہ یہ ہے کہ دار کی اسلام اور کفر کے ساتھ اِضافت سے مقصود خود اسلام اور کفر نہیں ہے، بلکہ اس سے مقصود امن اور خوف ہے (یعنی دار الاسلام سے مراد فقط 'دار الامن' ہے اور دار الکفر کا معنٰی 'دار الخوف' ہے)۔ اس کا معنٰی یہ ہے کہ:

اگر کسی ملک میں مسلمانوں کو مطلقاً امان حاصل ہے اور کفار کے لیے اصلاً خوف ہے (تا آنکہ اسلامی حکومت ان کے تحفظ کی ضمانت دے) تو وہ دار الاسلام ہے۔

اور اگر وہاں کفار کو مطلق امان حاصل ہے اور مسلمانوں کے لیے مطلقاً خوف ہے تو وہ

(۱) كاساني، بدائع الصنائع، ۷: ۱۳۱

دارالکفر ہے۔

یعنی احکام کا اِطلاق اَمن اورخوف کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ عقیدۂ اسلام اورعقیدۂ کفر کی بنیاد پر، لہٰذا اَمان اور خوف کا اعتبار کرنا اولیٰ ہے۔ جب تک مسلمانوں کو امان حاصل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور وہاں جو پہلے سے اَمن قائم تھا وہ برقرار ہےتو وہ دارالکفر نہ بنے گا۔

(۴) نافرمانیوں کے غلبہ کی وجہ سے دارالاسلام کو دارالکفر قرار دینا غلط ہے

ماضی قریب کے معروف سلفی عالم دین علامہ شوکانی (م۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

إِلْحَاقُ دَارِ الْإِسْلَامِ بِدَارِ الْكُفْرِ بِمُجَرَّدِ وُقُوعِ الْمَعَاصِي فِيهَا عَلٰى وَجْهِ الظُّهُورِ لَيْسَ بِمُنَاسِبٍ لِعِلْمِ الرِّوَايَةِ وَلَا لِعِلْمِ الدِّرَايَةِ. (۱)

دارالاسلام کومحض اس وجہ سے دارالکفر قرار دینا کہ وہاں نافرمانیوں کا غلبہ ہوگیا ہے علم روایت (قرآن وسنت) اورعلم درایت (عقل و دانش اورفہم وفراست) کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہے۔

(۵) دارالحرب کے لیے تَمَامَ الْقَهْرِ وَالْقُوَّة کا ہونا لازم ہے

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مسلمانوں کے کسی ملک کا دار الاسلام سے دارالحرب میں منتقل ہونے کے لیےمحض دشمن کے جزوی قبضہ یعنی اَلْقَهْر وَالْقُوَّة کا نہیں بلکہ کامل قبضہ یعنی تَمَامَ الْقَهْرِ وَالْقُوَّة کا ہونا لازم ہے۔

امام اعظم کے نزدیک دار کی اسلام اورکفر کی طرف نسبت سے مقصود، خود اسلام اورکفر نہیں ہے، بلکہ اس سے مقصود حالتِ اَمن اورخوف ہے۔

(۱) شوکانی، نیل الأوطار، ۸:۱۷۹

امام علاء الدین کاسانی حنفی (م۵۸۷ھ) نے امامِ اعظم کا فتویٰ درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

وَجْهُ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ إِضَافَةِ الدَّارِ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالْكُفْرِ لَيْسَ هُوَ عَيْنُ الْإِسْلَامِ وَالْكُفْرِ، وَإِنَّمَا الْمَقْصُوْدُ هُوَ الْأَمْنُ وَالْخَوْفُ. (۱)

امام ابو حنیفہ کے قول کی توجیہہ یہ ہے کہ دار کی اسلام اور کفر کے ساتھ اِضافت سے مقصود خود اسلام اور کفر نہیں ہے، بلکہ اس سے مقصود امن اور خوف ہے (یعنی دار الاسلام سے مراد فقط 'دار الامن' ہے اور دار الکفر کا معنٰی 'دار الخوف' ہے)۔

امام ابو حنیفہ مزید فرماتے ہیں کہ احکام کا اِطلاق اَمن اور خوف کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ عقیدۂ اسلام اور عقیدۂ کفر کی بنیاد پر۔ لہٰذا 'اَمان' اور 'خوف' کا اعتبار کرنا اولیٰ ہے۔ جب تک مسلمانوں کو امان حاصل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور وہاں جو پہلے سے اَمن قائم تھا وہ برقرار ہے تو وہ دار الکفر نہ بنے گا۔ (۲)

(٦) دار الحرب کے بارے میں مولانا تھانوی کی رائے

مولانا تھانوی اپنی معروف کتاب **کشاف إصطلاحات الفنون** میں امام جمال الدین بن عماد الدین الحنفی کی **فصول الأحکام فی أصول الأحکام** کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَلَا خِلَافَ فِي أَنَّهُ يَصِيْرُ دَارُ الْحَرْبِ دَارَ الإِسْلَامِ بِإِجْرَاءِ بَعْضِ أَحْكَامِ الإِسْلَامِ فِيْهَا. (۳)

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ دار الحرب اس وقت تک دار الاسلام ہی رہتا ہے جب تک اس میں بعض احکامِ اسلام نافذ ہوں۔

(۱) کاساني، بدائع الصنائع، ۷: ۱۳۱
(۲) کاساني، بدائع الصنائع، ۷: ۱۳۱
(۳) تهانوی، کشاف اصطلاحات الفنون، ۱: ۴٦٦

وہ دار الاسلام کی دار الحرب میں منتقل ہونے کی تیسری شرط نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَثَالِثُهَا زَوَالُ الْأَمَانِ الْأَوَّلِ، أَيْ لَمْ يَبْقَ مُسْلِمٌ وَلَا ذِمِّيٌّ آمِنًا إِلَّا بِأَمَانِ الْكُفَّارِ، وَلَمْ يَبْقَ الْأَمَانُ الَّذِي كَانَ لِلْمُسْلِمِ بِإِسْلَامِهِ.(۱)

اور اس میں سے تیسری بات یہ ہے کہ پہلا والا امان ختم ہو جائے گا، یعنی کوئی مسلمان، ذمی امان میں نہیں رہے گا مگر اس امان میں جو اسلام کے ذریعے مسلمان کو حاصل ہوا۔

مولانا تھانوی، امام علی بن محمد بن اسماعیل الإسبیجابی السمرقندی (۵۳۵ھ) کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

أَنَّ الدَّارَ مَحْكُومَةٌ بِدَارِ الْإِسْلَامِ بِبَقَاءِ حُكْمٍ وَاحِدٍ فِيهَا كَمَا فِي الْعِمَادِي، وَفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةُ، وَفَتَاوٰى قَاضِي خَانَ وَغَيْرِهَا.(۲)

اگر اسلام اور شریعت کا ایک حکم بھی نافذ ہو تو وہ محکوم ملک دار الاسلام ہی ہو گا جیسا کہ عمادی، فتاوی ہندیہ (فتاویٰ عالمگیری) اور فتاوی قاضی خان وغیرہ میں موجود ہے۔

(۷) اِسلامی تعلیمات اور شعائر کے ہوتے ہوئے ملک دار الحرب قرار نہیں دیا جاسکتا

امام ابن قدامہ حنبلی (م۶۲۰ھ) امام اعظم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک دارالاسلام، دارالحرب میں اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک تین شرائط نہ پائی جائیں۔ ان میں سے دوسری شرط یہ ہے: أَنْ لَا يَبْقٰى فِيهَا مُسْلِمٌ وَلَا ذِمِّيٌّ آمِنٌ یعنی اس میں

(۱) تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون، ۱:۴۶۶

(۲) تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون، ۱:۴۶۶

کوئی بھی مسلمان اور ذمی حالتِ امن میں نہ ہو۔ اس کے بعد امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ وَلَنَا، أَنَّهَا دَارُ كُفَّارٍ[1] یعنی وہ دارِ کفار تو ہوگا مگر شرعی اعتبار سے دارالکفر یا دار الحرب نہیں ہوگا۔

شیخ محمد بن احمد بن عرفہ دسوقی مالکی (متوفی ۱۲۳۰ھ) بیان کرتے ہیں کہ بِلادُ الإِسْلَامِ لا تصيرُ دارَ حَرْبٍ بِأَخْذِ الكُفَّارِ لَهَا بِالقَهْرِ مَا دَامَتْ شَعَائِرُ الإِسْلَامِ قَائِمَةً فِيهَا[2] جب تک اسلامی ممالک میں شعائرِ اسلام (Signs of Islam) کا اِجراء ہوتا رہے اس وقت تک محض کفار کے ان پر غلبہ سے وہ دار الحرب میں نہیں بدل سکتے۔

(۸) محض کفار کے غلبہ و تسلط سے کوئی ملک دار الحرب قرار نہیں پاتا

مالکی فقہا کے نزدیک بِلادُ الإِسْلَامِ لَا تصيرُ دارَ حَرْبٍ بِمُجَرَّدِ اسْتِيلَائِهِمْ عَلَيْهَا[3] یعنی اسلامی ممالک میں جب تک شعائرِ اسلام پر عمل پیرا ہونے کا خاتمہ نہ ہو محض کفار کے ان پر تسلط و قہر اور غلبہ و استیلاء سے وہ دارِ حرب نہیں ہو سکتے۔

علامہ ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں:

وَأَمَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْمُمَانَعَةِ وَالْمُقَاتِلَةِ كَالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَالرَّاهِبِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَالْأَعْمٰى وَالزَّمِنِ وَنَحْوِهِمْ فَلَا يُقْتَلُ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ.[4]

وہ تمام لوگ جو غیر محارب ہیں، چاہے وہ فوج سے متعلق ہوں، پادری ہوں، عورتیں ہوں، بچے ہوں، بوڑھے ہوں ان سب غیر محاربین کو جمہور علماء کے نزدیک قتل کرنے

(۱) ابن قدامة، المغنی فی فقه الامام احمد بن حنبل، ۹: ۲۶
(۲) دسوقي، حاشية على الشرح الكبير على مختصر خليل للدردير، ۲:۱۸۸
(۳) دسوقي، حاشية على الشرح الكبير على مختصر خليل للدردير، ۲:۱۸۸
(۴) ابن تيمية، مجموع الفتاوی، ۲۸: ۳۵۴

کی اجازت نہیں ہے۔

علامہ ابن القیم حنبلی (۶۹۱-۷۵۱ھ) نے **أحكام أهل الذمة** میں بیان کیا ہے کہ اگر کسی مخصوص خطے میں مسلمان آباد ہوں اور وہاں اسلامی احکام کا اجراء بھی ہو تو وہ دار الاسلام ہے۔ وہ جمہور کی رائے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

دَارُ الإِسْلَامِ هِيَ الَّتِي نَزَلَهَا الْمُسْلِمُونَ وَجَرَتْ عَلَيْهَا أَحْكَامُ الإِسْلَامِ. (۱)

جمہور کا قول ہے کہ دار الاسلام سے مراد وہ ملک ہے جہاں مسلمان آباد ہوں اور وہاں اسلامی اَحکام بھی جاری ہوں۔

۲۔ دار الصلح (Abode of Reconciliation)

دار الصلح سے مراد وہ غیر اسلامی ملک ہے جس کی حکومت کسی اسلامی ملک کی حکومت کے ساتھ بعض شرائط پر صلح اور امن کا معاہدہ کر لے۔ دوسرے لفظوں میں:

جس غیر اسلامی ملک نے کسی بھی اسلامی ملک کے ساتھ چند شرائط پر صلح کر لی ہو اُسے معاہدے یا صلح کی سرزمین (State of Treaty or Reconciliation) کہتے ہیں۔

(ا) دار العہد اور دار الصلح میں فرق

جمہور ائمہ کرام دار العہد اور دار الصلح میں کوئی فرق نہیں کرتے لیکن امام شافعی ان دونوں میں تھوڑا سا فرق کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک:

دار العہد (Abode of Treaty) سے مراد وہ علاقہ یا ملک ہے جہاں کی غیر اسلامی حکومت اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ امن ہو چکا ہو۔

(۱) ابن القيم، أحكام أهل الذمة، ۲: ۷۲۸

جبکہ دار الصلح (Abode of Reconciliation) سے مراد وہ غیر اِسلامی ملک یا علاقہ ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہو اور پھر حالتِ جنگ سے نکلنے کے لیے ان کے ساتھ بعض شرائط پر صلح طے پا جائے۔ جب تک وہ معاہدۂ صلح قائم رہے اور جنگ رُکی رہے، اس وقت تک وہ علاقہ دار الصلح قرار پائے گا۔

امام شافعی (۱۵۰-۲۰۴ھ) کتاب الأم میں دار الحرب کے دار الصلح میں منتقل ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

إِذَا غَزَا الْإِمَامُ قَوْمًا فَلَمْ يَظْهَرْ عَلَيْهِمْ حَتّٰى عَرَضُوْا عَلَيْهِ الصُّلْحَ عَلٰى شَيْءٍ. ...... فَعَلَيْهِ أَنْ يَقْبَلَهٗ مِنْهُمْ. (۱)

جب اسلامی حکومت کی کسی غیر مسلم قوم سے جنگ ہو اور مسلمانوں کے اُن پر غالب آنے سے پہلے وہاں کے لوگ کسی شرط پر صلح کی پیش کش کر دیں...... تو اس مسلم حکومت پر لازم ہے کہ وہ ان کی طرف سے یہ پیش کش قبول کرے۔

امام شافعی کی اس تصریح کے مطابق اگر مسلم حکومت اس متحارب ریاست (combatant state) سے صلح کر لیتی ہے تو اب وہ حکومت دار الحرب سے دار الصلح میں تبدیل ہو جائے گی۔

ڈاکٹر محمد تاج العروسی دار الصلح کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب **فقه الجهاد والعلاقات الدولية في الإسلام** میں بیان کرتے ہیں:

هِيَ الَّتِي لَمْ يَظْهَرْ عَلَيْهَا الْمُسْلِمُوْنَ وَعَقَدَ أَهْلُهَا الصُّلْحَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى شَيْءٍ. (۲)

وہ علاقہ جس پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہو اور اہلِ علاقہ اور مسلمانوں کے مابین کسی چیز پر

---

(۱) شافعي، الأم، ۴: ۱۸۲

(۲) العروسي، فقه الجهاد والعلاقات الدولية في الإسلام: ۳۳۳

باہم صلح ہو جائے تو ایسے علاقہ کو دارالصلح کہتے ہیں۔

(۲) دارالصلح کے معاہدات کی پاسداری کا حکم

سورۃ النساء میں مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کی پاسداری اور صلح جوئی کی تلقین کرتے ہوے ارشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍۢ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ اَوۡ جَآءُوۡکُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُہُمۡ اَنۡ یُّقَاتِلُوۡکُمۡ اَوۡ یُقَاتِلُوۡا قَوۡمَہُمۡ ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَسَلَّطَہُمۡ عَلَیۡکُمۡ فَلَقٰتَلُوۡکُمۡ ۚ فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡکُمۡ فَلَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ وَ اَلۡقَوۡا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ۝ (۱)

مگر ان لوگوں کو (قتل نہ کرو) جو ایسی قوم سے جا ملے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدۂ (امان ہو چکا) ہو یا وہ (حوصلہ ہار کر) تمہارے پاس اس حال میں آ جائیں کہ ان کے سینے (اس بات سے) تنگ آ چکے ہوں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں، اور اگر اللہ چاہتا تو (ان کے دلوں کو ہمت دیتے ہوئے) یقیناً انہیں تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے، پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی کر لیں اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لیے (بھی صلح جوئی کی صورت میں) ان پر (دست درازی کی) کوئی راہ نہیں بنائی ۝

اِس سے متصل اگلی آیت مبارکہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر بعض فتنہ پرور صلح جوئی کی بجائے ظلم و طغیان اور جبر و تشدد کا ہی راستہ اختیار کریں تو پورے معاشرے کو ان کے شر سے بچانے کے لیے ان کا خاتمہ نہایت ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَاِنۡ لَّمۡ یَعۡتَزِلُوۡکُمۡ وَ یُلۡقُوۡۤا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ وَ یَکُفُّوۡۤا اَیۡدِیَہُمۡ فَخُذُوۡہُمۡ

(۱) النساء، ۴: ۹۰

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ٥(۱)

سو اگر یہ (لوگ) تم سے (لڑنے سے) کنارہ کش نہ ہوں اور (نہ ہی) تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں اور (نہ ہی) اپنے ہاتھ (فتنہ انگیزی سے) روکیں تو تم انہیں پکڑ (کر قید کر) لو اور انہیں قتل کر ڈالو جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ، اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے٥

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اِمام فخر الدین رازی (م۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

وَالْمَعْنٰى ﴿فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ﴾ وَلَمْ يَطْلُبُوا الصُّلْحَ مِنْكُمْ وَلَمْ ﴿يَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ قَالَ الْأَكْثَرُوْنَ: وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُمْ إِذَا اعْتَزَلُوا قِتَالَنَا وَطَلَبُوا الصُّلْحَ مِنَّا وَكَفُّوْا أَيْدِيَهِمْ عَنْ إِيْذَائِنَا لَمْ يَجُزْ لَنَا قِتَالُهُمْ وَلَا قَتْلُهُمْ.(۲)

آیت مذکورہ بالا کے معنٰی کے حوالے سے اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب وہ ہمارے خلاف قتال سے کنارا کشی اختیار کریں اور صلح کی خواہش کریں اور اپنے ہاتھ مسلمانوں کی ایذا رسانی سے روک لیں تو ہمارے لیے ان کے خلاف قتال اور ان کا قتل جائز نہیں۔

اسی طرح سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر۱۲ میں معاہدات و مواثیق کا احترام نہ کرنے والوں اور فتنہ پروروں کو سزا دینے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ٥

(۱) النساء، ۴:۹۱

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۱۰: ۱۷۹

اور اگر وہ (تم سے پُر اَمن باہمی تعلقات کے) اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں، (اَز سرِنو جنگ شروع کر دیں) اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم (فتنہ و فساد اور دہشت گردی کا امکان ختم کرنے کے لیے ان) کفر کے سرغنوں سے (دفاعی) جنگ کرو، بے شک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ (اپنی فتنہ پروری سے) باز آجائیںo

اِس سے اگلی آیت مبارکہ نمبر ۱۳ میں نقضِ عہد کرنے والوں، حضور نبی اکرم ﷺ کو مکہ سے نکالنے والوں اور جنگ و فساد کی ابتداء کرنے والوں کے خلاف قتال کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo

کیا تم ایسی قوم سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں (یعنی معاہدۂ اَمن توڑ کر حالتِ جنگ بحال کر دی) اور رسول (ﷺ) کو جلا وطن کرنے کا اِرادہ کیا حالاں کہ پہلی مرتبہ انہوں نے تم سے (عہد شکنی اور جنگ کی) ابتداء کی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو جب کہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو بشرطیکہ تم مومن ہوo

۱۔ امام واحدی (م ۴۶۸ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَأَرَادَ بِنَكْثِ الْيَمِيْنِ هٰهُنَا أَنَّهُمْ نَقَضُوْا عَهْدَ الصُّلْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَأَعَانُوْا بَنِي بَكْرٍ عَلٰى خُزَاعَةَ، وَهُمْ كَانُوْا حُلَفَاءَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ...... وَقَالَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ(۱): وَأَرَادَ أَنَّهُمْ قَاتَلُوْا حُلَفَاءَكَ خُزَاعَةَ، فَبَدَأُوْا

(۱) ۱۔ بغوی، معالم التنزیل، ۲: ۲۷۲
۲۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۸: ۸۷
۳۔ ابو حیان، البحر المحیط، ۵: ۱۷
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۶۰

بِنَقْضِ الْعَهْدِ. …… قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالسُّدِّيُّ وَمُجَاهِدٌ يَعْنِي بَنِي خُزَاعَةَ وَذٰلِکَ أَنَّ قَرِيْشًا أَعَانَتْ بَنِي بَكْرٍ عَلَيْهِمْ. (۱)

یہاں قسم توڑنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے مقام پر معاہدۂ صلح توڑ دیا، اور بنوخزاعہ کے مقابلے میں بنوبکر کی مدد کی۔ بنوخزاعہ حضور نبی اکرم ﷺ کے حلیف تھے۔مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے آپ کے حلیفوں بنوخزاعہ کے ساتھ قتال کیا، پس انہوں نے نقضِ عہد کا آغاز کیا۔ ابن عباس، سدی اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد بنوخزاعہ ہیں، اور یہ اس لیے ہوا کہ قریش نے اِن کے خلاف بنوبکر کی مدد کی۔

۲۔ حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ هَمُّوْا بِإِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ مِنْ مَكَّةَ. …… وَقَوْلُهُ ﴿وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ قِيْلَ الْمُرَادُ بِذٰلِکَ يَوْمُ بَدْرٍ …… وَقِيْلَ الْمُرَادُ نَقْضُهُمُ الْعَهْدَ وَقِتَالُهُمْ مَعَ حُلَفَائِهِمْ بَنِي بَكْرٍ لِخُزَاعَةَ أَحْلَافِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَتّٰى سَارَ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ. (۲)

جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے جلا وطن کرنے کا ارادہ کیا …… ﴿وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے۔ ……بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد کفار مکہ کی عہد شکنی اور اپنے حلیفوں بنوبکر کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے حلیفوں بنوخزاعہ کے ساتھ جنگ کرنا ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال ان پر چڑھائی کر دی۔

……… ۵۔ شوکانی، فتح القدير، ۲: ۳۴۳

(۱) واحدي، الوسيط في تفسير القرآن المجيد، ۲: ۴۸۱

(۲) ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۲: ۳۴۰

۳۔ دار الصلح کے حوالے سے امام جصاص نے 'أحکام القرآن' میں محمد بن الحسن کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مسلم اکثریتی علاقوں میں واقع غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے اور ان کا تحفظ اسلامی ریاست کا آئینی فرض ہے۔ امام محمد بن الحسن فرماتے ہیں:

فِیْ أَرْضِ الصُّلْحِ إِذَا صَارَتْ مِصْرًا لِلْمُسْلِمِیْنَ، لَمْ یُهْدَمْ مَا کَانَ فِیْهَا مِنْ بِیْعَةٍ أَوْ کَنِیْسَةٍ أَوْ بَیْتِ نَارٍ.(۱)

صلح کی سرزمین پر جب مسلمانوں کا کوئی شہر بن جائے تو اس میں بھی پائے جانے والے گرجے، کلیسے یا آتش کدے ہرگز گرائے نہیں جائیں گے۔

(۳) قیام امن کے لیے صلح جوئی اور مصالحت کو ترجیح

مسلمانوں کو امن و سلامتی کی بحالی کے لیے صلح پر آمادہ کرتے ہوئے سورۃ الانفال میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ○ وَاِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْکَ فَاِنَّ حَسْبَکَ اللهُ.(۲)

اور اگر وہ (کفار) صلح کے لیے جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہوجائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ بے شک وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے○ اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو بے شک آپ کے لیے اللہ کافی ہے۔

اگر فریق مخالف تمام تر مصالحانہ اور صلح جو رویہ کے باوجو معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کھلی دشمنی پر اتر آئے تو برابری کی بنیاد پر معاہدہ ختم کیا جا سکتا ہے۔ جب تک فریقِ مخالف معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کرے، مسلمانوں کو صبر اور تحمل سے کام لینے کی ہدایت کی

(۱) جصاص، أحکام القرآن، ۵: ۸۳
(۲) الأنفال، ۸: ۶۱-۶۲

گئی ہے، اس ضمن میں ارشاد ہے:

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ط اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ○(۱)

اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف برابری کی بنیاد پر پھینک دیں۔ بے شک اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا ○

اسلام کے دینِ اَمن و آشتی اور صلح پسند ہونے کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اگر مشرکوں میں سے بھی کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○(۲)

اور اگر مشرکوں میں سے کوئی بھی آپ سے پناہ کا خواست گار ہو تو اسے پناہ دے دیں تا آنکہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر آپ اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دیں، یہ اس لیے کہ وہ لوگ (حق کا) علم نہیں رکھتے ○

۳۔ دار العہد (Abode of Treaty)

مصری محقق شیخ ابو زہرہ (۱۸۹۸-۱۹۷۴ء) دار العہد کی تعریف کرتے ہوئے **العلاقات الدولية فی الإسلام** میں تحریر کرتے ہیں:

وَهٰذِهِ الْبِلَادُ هِيَ الَّتِي كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَهْدٌ.(۳)

---

(۱) الأنفال، ۸:۵۸

(۲) التوبة، ۹:۶

(۳) أبو زهرة، العلاقات الدولية فی الإسلام:۵۸

(دار العہد سے مراد) وہ بلاد ہیں جہاں غیر مسلموں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی معاہدہ ہو۔

شیخ ابو زہرہ دونوں ریاستوں (یعنی دار الاسلام اور دار الصلح) کی جانب سے باہمی رضا مندی کے ساتھ شرائط کا اختلاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قوت وضعف کے لحاظ سے دونوں ریاستوں کی شرائط مختلف ہوسکتی ہیں۔

فَأَهْلُهَا يَعْقِدُوْنَ صُلْحًا مَعَ الْحَاكِمِ الإِسْلَامِيِّ عَلٰى شُرُوْطٍ تُشْتَرَطُ مِنَ الْفَرِيْقِيْنَ، وَهٰذِهِ الشُّرُوْطُ تَخْتَلِفُ قُوَّةً وَضُعْفًا عَلٰى حَسْبِ مَا يَتَرَاضٰى عَلَيْهِ الطَّرْفَانِ، وَعَلٰى حَسْبِ هٰذِهِ الْقَبَائِلِ وَتِلْكَ الدَّوْلَةِ قُوَّةً وَضَعْفًا، وعَلٰى مِقْدَارِ حَاجَتِهَا إِلٰى مُنَاصَرَةِ الدَّوْلَةِ الْإِسْلَامِيَّةِ.(۱)

اس علاقہ (یعنی محاربین) کے حکمران اسلامی حکومتِ وقت کے ساتھ فریقین کی طرف سے قائم کردہ شرائط پر صلح کرتے ہیں۔ یہ شرائط طرفین کی باہم رضا مندی کے مطابق قوت وضعف کے لحاظ سے مختلف ہوسکتی ہیں اور اُن قبائل وحکومت کی قوت وضعف کے لحاظ سے بھی ان میں فرق آ سکتا ہے، اور اسلامی حکومت کی مدد و اعانت کی ضرورت کے مطابق بھی یہ شرائط مختلف ہوسکتی ہیں۔

ائمہ کی ان تصریحات کی روشنی میں دار العہد کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ:

وہ سارے غیر اسلامی ممالک جن کا اسلامی ممالک کے ساتھ طویل المیعاد یا مستقل (Long Term or Permanent) امن کا معاہدہ ہوگیا ہو، چاہے وہ کسی شرط Immigration or Citizenship وغیرہ کے ساتھ ہو یا بغیر شرط کے، وہ دار العہد شمار ہوتے ہیں۔

اب مسلم ریاست پر دار العہد سے کیے ہوئے تمام معاہدات و مواثیق کی پاس داری

(۱) أبو زهرة، العلاقات الدولية في الإسلام: ۵۹

کرنا ہر حال میں لازم ہے۔

قرآن میں دار العہد سے کیے ہوئے معاہدات کی پاس داری کا حکم

جن مشرک قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی نہیں کی اور ریاست مدینہ کے خلاف کوئی سازش نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے معاہدات (treaties) کو ان کی مقررہ مدت تک ان کے ساتھ پورا کرو۔ سورہ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا الَّذِيۡنَ عٰهَدْتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ثُمَّ لَمۡ يَنۡقُصُوۡكُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَمۡ يُظَاهِرُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَحَدًا فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ اِلٰى مُدَّتِهِمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ۝ [(۱)]

سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا، پھر انہوں نے تمہارے ساتھ (اپنے عہد کو پورا کرنے میں) کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ پر کسی کی مدد (یا پشت پناہی) کی، سوتم ان کے عہد کو ان کی مقررہ مدت تک ان کے ساتھ پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے۝

امام واحدی (م ۴۶۸ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ: ﴿اِلَّا الَّذِيۡنَ عٰهَدْتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾. قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ: اسْتَثْنَى اللهُ طَائِفَةً وَهُمْ بَنُوْ ضَمْرَةَ هِيَ مِنْ كِنَانَةَ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِإِتْمَامِ عُهُوْدِهِمْ، وَكَانَ قَدْ بَقِيَ لَهُمْ مِنْ مُدَّةِ عَهْدِهِمْ تِسْعَةُ أَشْهُرٍ. وَقَوْلُهُ: ﴿ثُمَّ لَمۡ يَنۡقُصُوۡكُمۡ شَيۡـًٔا﴾ أَيْ مِنْ شُرُوْطِ الْعَهْدِ ﴿وَّلَمۡ يُظَاهِرُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَحَدًا﴾ لَمْ يُعَاوِنُوْا عَلَيْكُمْ عَدُوًّا، ﴿فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ اِلٰى مُدَّتِهِمۡ﴾ أَيْ إِلَى

---

(۱) التوبة، ۹: ۴

انْقِضَاءِ مُدَّتِهِمْ.[۱]

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان - ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ 'سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا' - کے بارے میں مفسرین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کا اِستثناء فرمایا اور وہ بنوضمرہ ہیں جو کہ کنانہ کا ایک قبیلہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کے معاہدات کو پورا کرنے کا حکم دیا، کیوں کہ ان کے معاہدہ کی مدت ختم ہونے میں ابھی نو ماہ باقی تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا﴾ 'پھر انہوں نے تمہارے ساتھ (اپنے عہد کو پورا کرنے میں) کوئی کمی نہیں کی' یعنی معاہدہ کی شرائط میں سے ﴿وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا﴾ 'اور نہ تمہارے مقابلہ پر کسی کی مدد (یا پشت پناہی) کی' یعنی انہوں نے آپ کے خلاف کسی (دشمن) کی مدد نہیں کی ﴿فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ﴾ 'سوتم ان کے عہد کو ان کی مقررہ مدت تک ان کے ساتھ پورا کرو' یعنی ان کی مدت کے ختم ہونے تک۔

بعد ازاں دوبارہ اسی سورۃ التوبۃ میں اللہ تعالیٰ نے مسلم حکومت کے غیر اسلامی حکومت کے ساتھ کیے گئے عہد کو پورا کرنے کی تلقین کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ج فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ط اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ○[۲]

(بھلا) مشرکوں کے لیے اللہ کے ہاں اور اس کے رسول (ﷺ) کے ہاں کوئی عہد کیونکر ہوسکتا ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجدِ حرام کے پاس (حدیبیہ میں) معاہدہ کیا ہے سو جب تک وہ تمہارے ساتھ (عہد پر) قائم رہیں تم ان کے ساتھ قائم رہو۔ بے شک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے○

(۱) واحدي، الوسيط في تفسير القرآن المجيد، ۲: ۴۷۹

(۲) التوبة، ۹:۷

اسلام کے دینِ امن و سلامتی ہونے کی اس سے بڑی اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ مدینہ کے مسلمانوں کو اس وقت تک اہل مکہ کے خلاف قوت کے استعمال کی اجازت نہیں دی گئی جب تک ریاست مکہ نے خود معاہدۂ حدیبیہ کو توڑ کر ریاستِ مدینہ کے حلیفوں پر حملہ کر کے قتلِ عام نہیں کیا۔

سیرت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلم قوموں سے دو طرح کے معاہدے کیے تھے:

(۱) موقت معاہدہ (timed treaty)

(۲) مطلق معاہدہ (general treaty)

(۱) موقت اور طویل المیعاد معاہدہ (Timed & long term treaty)

موقت اور طویل المیعاد معاہدہ کی مثال صلح حدیبیہ (Pact of Hudaybiyya) ہے جو ریاست مدینہ اور ریاست مکہ کے درمیان ۶ھ میں طے پایا۔ اس امن معاہدہ کی رُو سے مسلمانوں اور اہلِ مکہ کے مابین دس سال تک کے لیے جنگ بندی (10-year no war pact) کا اعلان کر دیا گیا۔ اس طرح دونوں ریاستوں کو معاہدہ کا پابند کر کے ان کے درمیان حالتِ جنگ (state of war) کو معطل کر دیا گیا۔

۱۔ امام شافعی (۱۵۰-۲۰۴ھ) صلح حدیبیہ کے اس موقت اور طویل المیعاد معاہدہ کے دورانیہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كَانَتِ الْهُدْنَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ عَشْرَ سِنِيْنَ.[1]

آپ ﷺ اور اہلِ مکہ کے درمیان یہ صلح کا معاہدہ دس سال کے لیے تھا۔

سنن ابی داود میں روایت ہے کہ:

(۱) ۱۔ شافعي، الأم، ۴: ۱۸۹

۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۹: ۲۲۱

أَنَّهُمُ اصْطَلَحُوْا عَلٰى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِيْنَ يَأْمَنُ فِيْهِنَّ النَّاسُ وَعَلٰى أَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوْفَةً وَأَنَّهُ لَا إِسْلَالَ وَلَا إِغْلَالَ.(۱)

انہوں (یعنی قریش) نے صلح کی کہ دس سال تک لڑائی بند رکھیں گے۔ لوگ اس مدت میں امن سے رہیں گے اور فریقین کے دل صاف رہیں گے اور نہ چھپ کر بدخواہی کی جائے گی اور نہ علی الاعلان کی جائے گی۔

۲۔ علامہ ابن القیم حنبلی (۶۹۱-۷۵۱ھ) نے بھی مسلمانانِ مدینہ اور اہلیانِ مکہ کے مابین جنگ بندی (ceasefire) کے اس معاہدہ کے متعلق **زاد المعاد فی هدیه خیر العباد** میں لکھا ہے:

وَجَرَى الصُّلْحُ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وأَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِيْنَ.(۲)

مسلمانوں اور اہلِ مکہ کے درمیان جنگ بندی کا یہ معاہدہ دس سال کے لیے موثر قرار پایا۔

اس معاہدہ کی رو سے ریاست مدینہ دار الاسلام (Abode of Islam) اور ریاست مکہ دار العہد (Abode of Treaty) قرار پائے۔ اس معاہدہ کی ریاست مدینہ نے پابندی کی تا آنکہ قریش نے خود اِس کو توڑ دیا۔

۳۔ ریاستِ مکہ کی طرف سے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی (violation) کی تفصیل امام عبد الملک بن ہشام (م۲۱۸ھ) سیرت ابن ہشام میں امام ابن اسحاق (م۱۵۱ھ) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

---

(۱) أبو داود، السنن، کتاب الجهاد، باب في الصلح العدو، ۳: ۸۶، الرقم: ۲۷۶۶

(۲) ابن القیم، زاد المعاد فی هدی خیر العباد، ۳:۲۹۹

فَلَمَّا تَظَاهَرَتْ بَنُو بَكْرٍ وَقُرَيْشٍ عَلٰى خُزَاعَةَ، وأَصَابُوا مِنْهُمْ مَا أَصَابُوا، ونَقَضُوا مَا كَانَ بَيْنَهُمْ وبَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ بِمَا اسْتَحَلُّوا مِنْ خُزَاعَةَ، وَكَانُوْا فِي عَقْدِهٖ وَعَهْدِهٖ.(۱)

جب بنو بکر (مشرکینِ مکہ کے حلیف) اور قریش نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قتل و غارت گری کی اور انہوں نے بنو خزاعہ جو کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے حلیف تھے، پر حملہ کر کے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان قائم تھا۔

۴۔ اِمام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ) نے بھی مشرکینِ مکہ کی طرف سے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی کا تذکرہ اپنی تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن میں کیا ہے کہ اہلیان مکہ معاہدہ پر قائم نہ رہے اور انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے حلیف بنوخزاعہ کے خلاف قریش کے حلیف قبیلے بنو بکر کی مدد کر کے معاہدہ توڑ دیا۔(۲)

۵۔ امام ابو حسن علی بن احمد واحدی (م ۴۶۸ھ) سورۃ التوبۃ کی آئت نمبر ۸ - لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ○ ’نہ وہ کسی مسلمان کے حق میں قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ عہد کا، اور وہی لوگ (سرکشی میں) حد سے بڑھنے والے ہیں○‘ - کی تفسیر میں مشرکین کی عہد شکنی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

﴿وَتَأْبٰى قُلُوْبُهُمْ﴾ الْوَفَاءَ بِهٖ، ﴿وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ غَادِرُوْنَ نَاقِضُوْنَ لِلْعَهْدِ.(۳)

ان کے دل اس معاہدہ کو نبھانے سے گریزاں ہیں اور ان کی اکثریت قانون شکنی کرنے والوں، خیانت کرنے والوں اور معاہدہ توڑنے والوں کی ہے۔

---

(۱) ابن ہشام، السيرة النبوية، ۵: ۴۸

(۲) طبری، جامع البيان فی تفسير القرآن، ۱۰: ۸۲

(۳) واحدي، الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، ۱: ۴۵۴-۴۵۵

(۲) مطلق معاہداتِ امن و صلح (General Treaty)

i۔ میثاقِ مدینہ (Pact of Medina) کی اَہم ترین خصوصیات

ذیل میں میثاقِ مدینہ کی چند شقیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ کائناتِ انسانی کے پہلے تحریری دستور (first written constitution) کے امتیازات و خصائص واضح ہوسکیں:

۱۔ ریاستی سطح پر تمام طبقاتِ مدینہ کا اتحاد قائم کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیگر تمام لوگوں کے مقابل ان کی الگ ایک سیاسی وحدت (political unity) ہوگی۔

إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ.(۱)

تمام (دنیا کے دیگر) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (قومیت) ہوگی۔

۲۔ مسلمانوں کے الگ سیاسی تشخص (political unity) اور مواخات (brotherhood) کو قائم کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

وَأَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْضُهُمْ مَوَالِي بَعْضٍ دُوْنَ النَّاسِ.(۲)

اور اِیمان والے بقیہ لوگوں کے مقابل باہم بھائی بھائی ہیں۔

۳۔ ریاستِ مدینہ کے نظم اور writ کو تسلیم کرنے والے یہود کو مدد و اعانت اور عدل و مساوات کی ضمانت دیتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَبِعَنَا مِنْ يَهُوْدٍ فَإِنَّ لَهُ النَّصْرَ وَالْأُسْوَةَ غَيْرَ مَظْلُوْمِيْنَ وَلَا مُتَنَاصِرِيْنَ

---

(۱) ۱۔ ابن هشام، السيرة النبوية، ۳: ۳۲
۲۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳: ۲۲۴

(۲) ۱۔ ابن هشام، السيرة النبوية، ۳: ۳۳
۲۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳: ۲۲۵

عَلَيْهِمْ. (۱)

اہلِ یہود میں سے جو کوئی ہماری حکومت تسلیم کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی، ان پر ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف (کسی گروہ کی) کوئی مدد کی جائے گی۔

۴۔ میثاقِ مدینہ کے پہلے آرٹیکل میں مسلمانوں اور یہود کو ایک دوسرے کا حلیف کہا گیا ہے، جبکہ آرٹیکل ۲۸ میں یہودیوں اور دیگر تمام قبائل کو جداگانہ تشخص اور **لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِينَ دِيْنُهُمْ** فرما کر دینی و مذہبی آزادیاں (religious freedom) عطا کی گئیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

إِنَّ يَهُوْدَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ، لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ مَوَالِيهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ أَوْ أَثِمَ فَإِنَّهُ لَا يُوْتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ. (۲)

بنوعوف کے یہودی، اہلِ ایمان کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں، یہودیوں کے لیے ان کا دین اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین، موالی ہوں یا اصل، ہاں جو ظلم یا گناہ کرے گا تو وہ اپنے نفس اور اپنے اہل خانہ کے علاوہ کسی کو ہلاک نہیں کرے گا۔

اِستحکامِ ریاست اور قیامِ امن کے لیے سیاسی وحدت (Political unity) کی تشکیل

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) ۱۔ ابن هشام، السيرة النبوية، ۳: ۳۳
۲۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳: ۲۲۵

(۲) ۱۔ ابن هشام، السيرة النبوية، ۳: ۳۴
۲۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳: ۲۲۵

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى. (۱)

کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، نہ کسی سرخ کو سیاہ پر اور نہ کسی سیاہ کو سرخ پر فضیلت حاصل ہے، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

آپ ﷺ نے تمام طبقات کی سماجی اور سیاسی آزادیوں (socio-political freedom) اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت واضح کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ. (۲)

اور ہر گروہ اپنے قیدی کو مسلمانوں کے درمیان میں عدل و انصاف کے ساتھ فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

حضور ﷺ نظریہ وحدت (Concept of Integration) کے بانی ہیں

آپ ﷺ نے مذہبی، لسانی اور نسلی اختلافات کے باوجود تمام طبقات کو الگ الگ جماعتوں کی بجائے ایک اُمتِ واحدہ میں متحد کردیا۔ اس طرح آپ نظریہ وحدت (concept of integration) کے بانی ہیں۔ ہم آج ہر طبقے کے لیے مذہبی، سماجی، معاشرتی اور ثقافتی

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۱۱، الرقم: ۲۳۵۳۶
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۸۶، الرقم: ۴۷۴۹
۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۴: ۲۸۹، الرقم: ۵۱۳۷

(۲) ۱۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۳:۳۲
۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۱۰۶، الرقم: ۱۶۱۴۷-۱۶۱۴۸
۳۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۳:۲۲۴
۴۔ ڈاکٹر حميد الله، الوثائق السياسية: ۴۲

آزادی کی بات کر رہے ہیں جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے چودہ صدیاں قبل نہ صرف یہود سمیت تمام قبائل کو مذہبی آزادی عطا کی بلکہ ساتھ ہی انہیں إِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (۱) فرما کر مسلمانوں کے ساتھ ایک اُمتِ واحدہ میں پرو بھی دیا۔

بین المذاہب رواداری کی تشکیل میں میثاق مدینہ کا کردار

حضور نبی اکرم ﷺ نے میثاقِ مدینہ (Pact of Medina) کی صورت میں ایک ایسی آئینی دستاویز (constitutional document) عطا فرمائی جسے تاریخ انسانی میں سب سے پہلے لکھے جانے والے آئین کا درجہ حاصل ہے۔ اسے 'صحیفہ' کا نام دیا گیا۔ اس آئینی دستاویز کو کتاب الموادعہ کا ٹائٹل بھی دیا گیا ہے۔ اس کا معنٰی ہے: 'معاہدہ امن'، 'معاہد عدم جارحیت'، 'پرامن بقائے باہمی کا معاہدہ'، 'معاہدہ دوستی'، 'معاہدہ مذمتِ تشدد'، 'معاہدہ ضمانت باہمی سلامتی'۔ مختصر یہ کہ ثقہ علماء نے جتنے مطالب بھی بیان کیے ہیں ان کا مرکزی مفہوم امن و سلامتی، تحفظ اور عدم تشدد ہے۔ میثاق مدینہ کے اس پہلے تحریری دستور سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی مدنی زندگی کا آغاز معاہدۂ عدمِ تشدّد سے فرمایا۔

ii۔ معاہدۂ نجران (Pact of Najran)

حضور نبی اکرم ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے ایک معاہدہ کیا تھا جس میں ان کی جان اور مال کے حفاظت کی ذمہ داری لی گئی تھی۔ عہدِ نبوی میں اہلِ نجران سے ہونے والا معاہدہ مذہبی تحفظ اور آزادی کے ساتھ ساتھ جملہ حقوق کی حفاظت کے تصور کی عملی وضاحت کرتا ہے۔ اِس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ تحریری فرمان جاری فرمایا تھا:

وَلِنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهَا ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللهِ، عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَرَهْبَانِيَّتِهِمْ وَأَسَاقِفَتِهِمْ وَغَائِبِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَيْرِهِمْ وَبَعْثِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُغَيَّرُ مَا كَانُوْا عَلَيْهِ، وَلَا يُغَيَّرُ

(۱) ابن هشام، السيرة النبوية، ۳: ۳۴

حَقٌّ مِنْ حُقُوقِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُغَيَّرُ أُسْقُفٌ مِنْ أُسْقُفِيَّتِهِ، وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَّتِهِ، وَلَا وَاقِفٌ مِنْ وَقَافِيَتِهِ، عَلٰى مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ، وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ رَهَقٌ.(۱)

اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ، اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اُن کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور اُن کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔ جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور اُن کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو - خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا - اس سے نہیں ہٹایا جائے گا، اور ان کو کوئی خوف و خطرہ نہ ہوگا۔

حضور ﷺ نے اپنے مواثیق، معاہدات اور فرامین کے ذریعے معاہدین کے تحفظ کو آئینی اور قانونی حیثیت (constitutional & legal status) عطا فرمائی۔(۲)

مذکورہ بالا تفصیلات سے واضح ہوا کہ صلح اور امن کے معاہدوں کے ہوتے ہوئے بہت سے غیر اسلامی ممالک کو دار الحرب قرار دینا کسی صورت بھی جائز نہیں۔ ایسے ممالک دار العہد (Abode of Treaty) میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ملک و ریاست کی اجازت کے بغیر

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۲۸۸، ۳۵۸
۲۔ أبو يوسف، كتاب الخراج: ۷۸
۳۔ أبو عبيد قاسم، كتاب الأموال: ۲۴۴-۲۴۵، رقم: ۵۰۳
۴۔ ابن زنجويه، كتاب الأموال: ۴۴۹-۴۵۰، رقم: ۷۳۲
۵۔ بلاذري، فتوح البلدان: ۷۶

(۲) ابن زنجويه، كتاب الأموال: ۴۵۰-۴۵۱، رقم: ۷۳۲

خروج و بغاوت، افرادِ معاشرہ کو بلاامتیاز قتل کرنے والوں اور دار العہد سے کیے ہوئے معاہدات کو توڑنے والوں کو مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِيَّةً کہہ کر گمراہ (misguided) قرار دیا اور فَلَيْسَ مِنِّی فرما کر اُمتِ مسلمہ سے خارج کر دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسے فتنہ پروروں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً، وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ أَوْ يَدْعُوْ إِلٰى عَصَبَةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبَةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ، وَمَنْ خَرَجَ عَلٰى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَحَاشٰى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ. (۱)

جو شخص مسلم ریاست کے نظم اجتماعی سے نکل جائے (یعنی اس کی اتھارٹی کو چیلنج کرے) اور اجتماعیت کو چھوڑ کر الگ گروہ بنالے۔ پھر وہ مر جائے تو (سمجھ لیجیے کہ) وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کی زیرِ قیادت جنگ کرے یا کسی عصبیت کی بناء پر غضب ناک ہو یا عصبیت کی طرف دعوت دے یا عصبیت کی خاطر جنگ کرے اور مارا جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور جس شخص نے میری اُمت پر خروج کیا اور (ریاست سے بغاوت کر کے الگ لشکر اور جتھے بنا کر بلا اِمتیاز) نیک اور برے سب لوگوں کو قتل کیا، کسی مومن کا لحاظ کیا نہ کسی سے کیا ہوا عہد پورا کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میرا اُس سے کوئی تعلق ہے (یعنی وہ

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، ۳: ۱۴۷۶-۱۴۷۷، رقم: ۱۸۴۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۹۶، ۴۸۸

۳۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب التغليظ فيمن قاتل تحت راية عميه، ۷: ۱۲۳، رقم: ۴۱۱۴

میری اُمت سے نہیں اور نہ ہی میں اس کے لیے رحیم و شفیع ہوں گا)۔

فرمانِ نبوی - وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ - واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ نے اَمن و صلح کے معاہدات کے ہوتے ہوئے دار العہد (Abode of Treaty) کے خلاف مسلح کارروائی کرنے والے کو اپنی امت سے خارج کر دیا ہے۔

۴۔ دار الامن (Abode of Peace)

موجودہ عصری تناظر میں ہمارے نزدیک دار الامن کی تعریف یہ ہے:

وہ غیر اسلامی ممالک جن کے ساتھ کبھی نہ معاندانہ (hostile) تعلق رہا نہ محاربانہ، نہ کبھی کوئی معاہدۂ امن (treaty of peace) ہوا نہ دشمنی، اور نہ کبھی کسی معاہدے کی نوبت آئی تو ایسے غیر جانبدار ممالک دارالامن (abode of peace) شمار ہوں گے۔

یہ اَمر ذہن نشین رہے کہ دار الحرب (abode of war) صرف وہ ملک کہلاتا ہے جس کے ساتھ براہِ راست کسی ملک کی جنگ ہو رہی ہو۔ اس کے علاوہ باقی جتنے ممالک ہیں وہ اَقوامِ متحدہ (UN) کے معاہدۂ اَمن (treaty of peace) کے ذریعے دار الحرب نہیں بلکہ دار العہد اور دار الامن ہیں۔ موجودہ زمانے میں اَقوامِ متحدہ کے تحت تمام ممالک بشمول امریکہ، برطانیہ اور دیگر غیر مسلم ممالک، دار الامن اور دار العہد ہیں۔

ائمہ احناف کے نزدیک دار الاسلام کا اطلاق

ائمہ احناف نے تو ایسے غیر اسلامی حربی یا غیر حربی ممالک کو بھی مجازاً دار الاسلام سے تعبیر کیا ہے جہاں مسلمانوں کو شعائرِ اسلام (Signs of Islam) پر عمل کرنے کی عام اجازت ہو۔ ان کے نزدیک کوئی بھی غیر اِسلامی ملک اس وقت دار الاسلام بن جاتا ہے جب وہاں اسلامی اَحکام ظاہر ہو جائیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک دار الاسلام کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ جہاں مسلمان رہتے ہوں اور نہ ہی دار الکفر کا مفہوم یہ ہے کہ جہاں کافر رہتے ہوں۔ ائمہ احناف کے نزدیک دار کی اسلام اور کفر کی طرف نسبت سے مقصود، خود اسلام اور کفر نہیں ہے، بلکہ اس سے مقصود حالتِ امن اور خوف ہے۔ یعنی احکام کا اطلاق اَمن اور خوف کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ اسلام اور کفر کی بنیاد پر۔ اس حوالے سے امام کاسانی کی بدائع الصنائع کی مطلوبہ عبارت ملاحظہ کریں:

وَجْهُ قَوْلِ أَبِي حَنِيْفَةَ أَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ إِضَافَةِ الدَّارِ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالْكُفْرِ لَيْسَ هُوَ عَيْنَ الْإِسْلَامِ وَالْكُفْرِ، وَإِنَّمَا الْمَقْصُوْدُ هُوَ الْأَمْنُ وَالْخَوْفُ.(۱)

امام ابو حنیفہ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ دار کی اسلام اور کفر کے ساتھ اِضافت سے مقصود خود اسلام اور کفر نہیں ہے، بلکہ اس سے مقصود امن اور خوف ہے (یعنی دار الاسلام سے مراد فقط 'دار الامن' ہے اور دار الکفر کا معنٰی 'دار الخوف' ہے)۔

امام اعظم کے نزدیک یہ تقسیم کہ یہ دار الاسلام یا اسلام کا گھر ہے اور یہ کفر کا گھر ہے، سے مراد ہرگز مذہبِ اسلام یا کفر نہیں ہے، بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہر وہ ملک جہاں مسلمانوں کو امن و سلامتی میسر ہو اسے دار الاسلام کہتے ہیں اور ہر وہ ملک جہاں مسلمانوں یا غیر مسلموں کو امن و سلامتی کی ضمانت نہیں ملتی اسے دار الکفر کہا جاتا ہے۔ یعنی دار الاسلام اور دار الکفر کا امتیاز مذہب کی بنیاد پر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا انحصار اس پر ہے کہ وہاں رہنے والے لوگوں کو امن و سلامتی اور تحفظ و آزادی حاصل ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا:

وَالْأَحْكَامُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْأَمَانِ وَالْخَوْفِ لَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْكُفْرِ.(۲)

احکام کا اِطلاق اَمن اور خوف کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ عقیدۂ اسلام اور عقیدۂ کفر کی بنیاد پر۔

(۱) كاساني، بدائع الصنائع، ۷: ۱۳۱

(۲) كاساني، بدائع الصنائع، ۷: ۱۳۱

لہٰذا 'اَمان' اور 'خوف' کا اعتبار کرنا اولیٰ ہے۔ جب تک مسلمانوں کو امان حاصل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور وہاں جو پہلے سے اَمن قائم تھا وہ برقرار ہے تو وہ دار الکفر نہ بنے گا۔

نفس مسئلہ پر چند ائمہ احناف کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام علاء الدین کاسانی حنفی (م۵۸۷ھ) اسلامی احکام کے ظہور (یعنی تعلیمات اور شعائر اسلامی پر عمل کی آزادی) کی بنیاد پر غیر اسلامی ملک کو دار الاسلام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَنَقُوْلُ لَا خِلَافَ بَيْنَ أَصْحَابِنَا فِي أَنَّ دَارَ الْكُفْرِ تَصِيْرُ دَارَ إِسْلَامٍ بِظُهُوْرِ أَحْكَامِ الْإِسْلَامِ فِيْهَا. (۱)

ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے درمیان اس امر پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کوئی بھی غیر اِسلامی ملک اس وقت دار الاسلام بن جاتا ہے جب وہاں اسلامی اَحکام ظاہر ہو جائیں۔

۲۔ علامہ علاء الدین حصکفی (م۱۰۸۸ھ) کے نزدیک بھی اگر کسی ملک میں اصلاً غیر مسلموں کی اکثریت ہو اور وہ علاقہ کسی مسلم ملک سے ملا ہوا بھی نہ ہو، تب بھی اگر کسی ایسے غیر اسلامی ملک میں اسلامی اَحکام کا اظہار ہو جائے تو وہ ملک دار الاسلام (abode of Islam) ہو جاتا ہے۔

دَارُ الْحَرْبِ تَصِيْرُ دَارَ الْإِسْلَامِ بِإِجْرَاءِ أَحْكَامِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ فِيْهَا كَجُمُعَةٍ وَعِيْدٍ، وإِنْ بَقِيَ فِيْهَا كَافِرٌ أَصْلِيٌّ وَإِنْ لَمْ تَتَّصِلْ بِدَارِ الْإِسْلَامِ. (۲)

کسی غیر اسلامی غیر حربی ملک میں اگر اسلامی اَحکام مثلاً جمعہ اور عیدین کا اِجراء ہو

(۱) كاساني، بدائع الصنائع، ۷: ۱۳۰

(۲) حصكفي، الدر المختار، ۴: ۱۷۵

جائے تو وہ دار الاسلام ہو جاتا ہے، اگرچہ وہاں اصلاً غیر مسلم باقی رہیں اور وہ علاقہ کسی مسلم ملک سے بھی نہ ملا ہو۔

۳۔ بعینہٖ یہی تعریف علامہ عبد الرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان المعروف شیخ زادہ (م۱۰۷۸ھ) نے 'مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر (۲:۴۵۵)' میں کی ہے۔

۴۔ موجودہ دور کی صورتحال کے تناظر میں اسی نقطۂ نظر کو شیخ ابو زہرہ (۱۸۹۸-۱۹۷۴ء) نے بھی العلاقات الدولية فى الإسلام میں بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک موجود دور میں ساری دنیا ایک بین الاقوامی نظام کے تحت مجتمع ہے۔ اس عالمی قانون پر عمل پیرا ہونا دراصل اسلام کے اُصولِ ایفائے عہد کے مطابق ہے۔ لہٰذا UN سے وابستہ تمام غیر اسلامی ممالک کو ابتداء ہی سے دارِ حرب شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں دار العہد گردانا جائے گا، سوائے اس ملک سے جس کے ساتھ مسلم ریاست کی براہ راست جنگ ہو رہی ہو، وہ لکھتے ہیں:

إِنَّهُ يَجِبُ أَنْ يُلَاحَظَ أَنَّ الْعَالِمَ الْآنَ تَجْمَعُهُ مُنَظَّمَةٌ وَاحِدَةٌ قَدِ الْتَزَمَ كُلُّ أَعْضَائِهَا بِقَانُوْنِهَا وَنَظُمِهَا، وَحُكْمِ الْإِسْلَامِ فِي هٰذِهِ: أَنَّهُ يَجِبُ الْوَفَاءُ بِكُلِّ الْعُهُوْدِ وَالْالْتِزَامَاتِ الَّتِي تَلْتَزِمُهَا الدُّوَلُ الْإِسْلَامِيَّةُ عَمَلًا بِقَانُوْنِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ الَّذِي قَرَّرَهُ الْقُرْآنُ الْكَرِيْمُ، وَعَلٰى ذٰلِكَ لَا تُعَدُّ دِيَارُ الْمُخَالِفِيْنَ الَّتِي تَنْتَمِي لِهٰذِهِ الْمُؤَسِّسَةِ الْعَالَمِيَّةِ دَارَ حَرْبٍ ابْتِدَاءً، بَلْ تُعْتَبَرُ دَارَ عَهْدٍ. (۱)

(بلاد کے) اس قانون میں غور و خوض کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ موجودہ دور میں ساری دنیا ایک عالمی نظام کے تحت مجتمع ہے اس کے تمام اراکین اس نظام کے قانون اور نظم و ضبط کے پابند ہیں۔ اس متحدہ نظم میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ جن معاہدات اور پابندیوں میں اسلامی ممالک نے اپنے آپ کو پابند کیا ہے، عملاً ان کو ہر حال میں پورا کریں۔ اس قانون پر عمل پیرا ہونا دراصل اُس عہد کو پورا کرنا ہے جس کو قرآن کریم

(۱) أبو زهرة، العلاقات الدولية في الإسلام: ۶۰

نے مقرر کیا ہے۔ اس صورت حال کے پیشِ نظر وہ تمام غیر اسلامی ممالک جو اس عالمی تنظیم (UN) سے وابستہ ہیں، کو ابتداء ہی سے دارِ حرب شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں دار العہد گردانا جائے گا۔

ان کی مراد قرآن حکیم کی درج ذیل آیت ہے:

اِلَّا الَّذِيۡنَ عٰهَدْتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ثُمَّ لَمۡ يَنۡقُصُوۡكُمۡ شَيۡـًٔـا وَّلَمۡ يُظَاهِرُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَحَدًا فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ اِلٰى مُدَّتِهِمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ○(۱)

سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ (اپنے عہد کو پورا کرنے میں) کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ پر کسی کی مدد (یا پشت پناہی) کی سو تم ان کے عہد کو ان کی مقررہ مدت تک ان کے ساتھ پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے○

ہمارے ہاں آج کل علم سے کتنی غفلت ہے کہ اکابر فقہاے اسلام کسی غیر اسلامی ملک کو اسلامی ملک شمار کرنے کے لیے اتنی چھوٹ دیتے ہیں جبکہ چند دہشت گرد اپنی کم فہمی اور شریعتِ اسلامیہ سے دوری کے باعث وہاں خونریزی اور قتل و غارت گری کے فتاویٰ جاری کرتے ہیں۔ اگر ان غیر اسلامی ممالک امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ کو دار العہد یا دار الامن کی بجائے دار الحرب قرار دے دیا جائے گا تو وہاں لاکھوں مسلمانوں کا رہنا جائز نہیں ہوگا، ان کے لیے ان ممالک سے شرعی طور پر ہجرت واجب ہو جائے گی۔

۵۔ دار الحرب (Abode of War)

غیر اسلامی ممالک میں سے کسی ملک کا دار الحرب ہونا ایک استثنائی صورت ہے۔ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ دار الحرب صرف وہ ملک کہلاتا ہے جس کے ساتھ براہِ راست کسی

(۱) التوبۃ، ۹:۴

مسلم ملک کی جنگ ہو رہی ہو۔ اس کے علاوہ باقی جتنے ممالک ہیں وہ اَقوامِ متحدہ (UN) کے معاہدۂ اَمن (international treaty of peace) کے ذریعے دار الحرب نہیں بلکہ دار العہد اور دار الامن ہیں۔

شوافع کے نزدیک دار الحرب کی تعریف کرتے ہوئے سعدی ابو حبیب **القاموس الفقهي** میں نقل کرتے ہیں:

دَارُ الْحَرْبِ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ: بِلَادُ الْكُفَّارِ الَّذِينَ لَا صُلْحَ لَهُمْ مَعَ الْمُسْلِمِينَ. (۱)

شوافع کے نزدیک دار الحرب سے مراد وہ غیر اسلامی ممالک (non-Muslim countries) ہیں جن کی مسلمانوں کے ساتھ صلح نہ ہو (بلکہ جنگ ہو)۔

(۱) غیر محاربین کے لیے اسلام کا حکم

اسلام دورانِ جنگ بھی غیر محارب (non-combatant) لوگوں کے قتلِ عام کی اجازت نہیں دیتا اور ہر حالت میں خونِ ناحق کی مذمت کرتا ہے۔ امام مسلم (م۲۶۱ھ) حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فتحِ مکہ کے دن حضور نبی اکرم ﷺ نے غیر محاربین کو عام امان دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ. (۲)

---

(۱) سعدي أبو حبيب، القاموس الفقهي: ۸۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب فتح مكة، ۳: ۱۴۰۷، رقم: ۱۷۸۰

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب ما جاء في خبر مكة، ۳: ۱۶۲، رقم: ۳۰۲۱

←

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اُسے امان ہے، جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے امان ہے اور جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اُسے بھی امان ہے۔

i۔ حکمِ قرآنی اور غیر محاربین سے حسن سلوک

قرآن و حدیث میں غیر محاربین کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کی کثرت سے تلقین موجود ہے۔۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ○ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○(۱)

اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بے شک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے○ اللہ تو محض تمہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں (یعنی وطن) سے نکالا اور تمہارے باہر نکالے جانے پر (تمہارے دشمنوں کی) مدد کی۔ اور جو شخص اُن سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں○

.... ۳۔ بزار، المسند، ۴:۱۲۲، رقم:۱۲۹۲

(۱) الممتحنۃ، ۶۰:۸-۹

۱۔ علامہ ابن الجوزی (۵۱۰-۵۷۹ھ) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ: هٰذِهِ الْآيَةُ رُخْصَةٌ فِي صِلَةِ الَّذِيْنَ لَمْ يَنْصَبُوا الْحَرْبَ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَجَوَازُ بِرِّهِمْ وَإِنْ كَانَتِ الْمُوَالَاةُ مُنْقَطِعَةً مِنْهُمْ.(۱)

مفسرین نے کہا ہے: جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں یہ آیتِ مبارکہ ان کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرنے پر رخصت اور جواز فراہم کرتی ہے اگرچہ ان سے ترکِ موالاۃ ہو چکا ہو۔

۲۔ امام قرطبی (۲۸۴-۳۸۰ھ) اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور قتال نہ کریں یہ آیت ان سے بھلائی کی تلقین کرتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ رُخْصَةٌ مِنَ اللهِ تَعَالٰى فِي صِلَةِ الَّذِيْنَ لَمْ يُعَادُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَمْ يُقَاتِلُوْهُمْ.(۲)

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور قتال نہ کریں ان سے بھلائی کی جائے۔

۳۔ حافظ ابنِ کثیر (م۷۷۴ھ) اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

أَيْ لَا يَنْهَاكُمْ عَنِ الْإِحْسَانِ إِلَى الْكَفَرَةِ الَّذِيْنَ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُظَاهِرُوْا أَيْ يُعَاوِنُوْا عَلٰى إِخْرَاجِكُمْ كَالنِّسَاءِ وَالضَّعَفَةِ مِنْهُمْ.(۳)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اُن غیر مسلموں سے بھلائی کرنے سے منع نہیں فرماتا جو تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کرتے اور نہ وہ تمہاری خواتین وضعیف اَفراد کو ان

---

(۱) ابن جوزي، زاد المسير، ۸: ۲۳۷

(۲) قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۱۸: ۵۹

(۳) ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۴: ۳۵۰

کے ملک سے نکالنے میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔

ii۔ غیر محاربین کے ساتھ ریاست مدینہ کا مشفقانہ طرزِ عمل

نفسِ مسئلہ کے درست فہم کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے ایک واقعہ قارئین کی نظر کرنا ضروری ہے۔ یہ اُس دور کا واقعہ ہے جب آپ ﷺ ریاستِ مدینہ کے حکمران (head of state) تھے اور مکہ دار العہد تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے جود و کرم اور لطف و احسان کے ذریعے اہلیانِ مکہ کے سینوں میں موجود پتھر کی سِلوں کو حساس دلوں میں بدل کر رکھ دیا۔

۱۔ نام ور مؤرخ امام یعقوبی (م۲۷۴ھ) اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ بِشَعِيْرِ ذَهَبٍ وَقِيْلَ نَوٰى ذَهَبٍ مَعَ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلٰى أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ وَصَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ خَلْفٍ وَسَهْلِ بْنِ عَمْرٍو وَيُفَرِّقُهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. فَامْتَنَعَ صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ وَسَهْلُ بْنُ عَمْرٍو مِنْ أَخْذِهِ، وَأَخَذَهُ أَبُوْ سُفْيَانَ كُلَّهُ وَفَرَّقَهُ عَلٰى فُقَرَاءِ قُرَيْشٍ.(۱)

آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمری کے ہاتھ اُنہیں سونے کی ڈلیاں بھجوائیں اور اسے حکم دیا کہ یہ سارا مال ابو سفیان بن حرب، صفوان بن امیہ بن خلف اور سہل بن عمرو کے حوالے کر دینا اور اسے ایک ایک تہائی (تینوں میں) بانٹ دینا۔ صفوان بن امیہ اور سہل بن عمرو نے اسے لینے سے انکار کیا تو ابو سفیان نے یہ سارا مال لے کر فقراءِ قریش میں تقسیم کر دیا۔

۲۔ شمس الائمۃ محمد بن احمد سرخسی (م۴۸۳ھ) نے بھی اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں یوں درج کیا ہے:

بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَمْسَ مِائَةِ دِينَارٍ إِلٰى مَكَّةَ حِيْنَ قُحِطُوْا، وَأَمَرَ بِدَفْعِ

(۱) يعقوبي، التاريخ، ۲: ۵٦

ذٰلِکَ إِلٰى أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ وَصَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ؛ لِيُفَرِّقَا عَلٰى فُقَرَاءِ أَهْلِ مَكَّةَ. فَقَبِلَ ذٰلِكَ أَبُوْ سُفْيَانَ، وَأَبٰى صَفْوَانُ.(۱)

جس وقت مکہ میں قحط پڑا تو رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں پانچ سو دینار بھیجے اور یہ مال ابو سفیان بن حرب اور صفوان بن اُمیہ کو دینے کا حکم دیا تاکہ وہ دونوں اسے اہلِ مکہ کے فقراء میں تقسیم کر دیں، پس اس اِمداد کو ابو سفیان نے قبول کر لیا جبکہ صفوان نے انکار کر دیا۔

یہ پہلی اِسلامی سلطنت کے پہلے حاکم (The first Head of the first Islamic State) اللہ کے رسول ﷺ کا اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ عمل تھا۔ آپ نے غیر مسلموں کی پُراَمن آبادی (civilian population) کی مشکلات میں اُن کی معاشی مدد کی، قحط میں اُن کا ساتھ دیا۔

(۲) مغربی ممالک اور بعض مسلم ممالک میں انسانی حقوق کا جائزہ

جو لوگ ممالک کی تقسیم کرتے ہوئے غیر مسلم ممالک کو دار الکفر اور اسلامی ممالک کو دار الاسلام قرار دیتے ہوئے فتوی بازی کرتے ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر آپ مبنی برحقیقت تجزیہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ جو مذہبی و معاشرتی اور معاشی و سماجی آزادی مسلمانوں کو مغربی ممالک میں حاصل ہے ان میں سے اکثر benefits اور آزادیاں مسلمانوں کو عالمِ اسلام کے اکثر ممالک خصوصاً عرب ممالک میں میسر نہیں ہیں۔ اس کے برعکس مغربی دنیا میں آپ کو ہر آزادی حاصل ہے۔ آپ کو سوشل اور معاشی benefits حاصل ہیں۔ اپنے تعلیمی ادارے بنانے کے علاوہ آپ کو مساجد اور اسلامک سنٹرز تعمیر کرنے کی بھی اجازت ہے۔ آپ کو گرانٹس اور دیگر سہولیات بھی میسر ہیں۔ یہ جو کچھ آپ کو میسر ہے یہی تو اسلام ہے۔ فقہاے اسلام کی تعریفات کی روشنی میں یہ سوسائٹی دار السلام ہے۔ لہٰذا کوئی کلمہ گو مسلمان جو پیغمبر اسلام

---

(۱) سرخسی، شرح کتاب السیر الکبیر، ۱: ۷۰

کی تعلیمات کو دل سے مانتا ہے اسے دنیا کے کسی کونے میں بھی از خود کسی 'پرائیویٹ جہاد' اور جنگ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(۳) اسلام اور عالمی انسانی معاشرہ (human global society) کی تشکیل

عالمی امن اور باہمی رواداری کے بارے میں اسلام کا پیغام بہت واضح ہے۔ اسلام قیامِ امن اور عدل و انصاف کا سب سے بڑا داعی ہے۔ لہٰذا ہمیں انتہا پسندی اور مذہبی جنونیت (religious fanaticism) کے خلاف متحد ہونا ہوگا اور دہشت گردی کی بیخ کنی کرنی ہوگی۔ یہ وہ وقت ہے کہ ہر مسلمان کو امن و آشتی اور محبت و پیار کا علمبردار بننا ہوگا۔ ایک مسلمان سراپا امن ہے، اسے رسول اکرم ﷺ کے پیغام کے ساتھ اٹھنا ہوگا جو کہ عالمی امن کا پیغام ہے۔

اس وقت ہمیں پیغمبر اسلام کی تعلیمات کے مطابق بقائے باہمی کی بنیاد پر ایک عالمی انسانی معاشرہ (global human society) تشکیل دینا ہے ۔ ایک ایسا عالمی انسانی معاشرہ جہاں ہم امن، محبت اور رواداری سے رہ سکیں اور باہمی عزت و احترام سے پیش آئیں۔ جہاں پر مذہب، عقیدے اور سماجی نقطۂ نظر اور طرزِ زندگی کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے اور اس کو تحفظ حاصل ہو۔

(۴) غیر محاربین کے بارے میں ائمہ و محدّثین کا موقف

۱۔ علامہ ابن القیم حنبلی (۶۹۱-۷۵۱ھ) أحکام أهل الذمة میں غیر محاربین کے بارے میں صحابہ کرام کے طرزِ عمل بیان کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

فَإِنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ لَمْ يَقْتُلُوْهُمْ حِيْنَ فَتَحُوا الْبِلَادَ، وَلِأَنَّهُمْ لَا يُقَاتِلُوْنَ، فَاشْبَهُوا الشُّيُوخَ وَالرُّهْبَانَ.[1]

(۱) ۱۔ ابن قدامة، المغنی، ۹: ۲۵۱

—

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ وہ کسی علاقے کو فتح کر لینے کے بعد ان (زراعت پیشہ) افراد کو قتل نہ کرتے کیونکہ وہ براہِ راست جنگ میں شریک نہ ہوتے تھے، پس وہ بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کے حکم میں ہوتے تھے۔

۲۔ مفتوحہ علاقے کے غیر مسلم افراد کے گھروں میں کام کاج کرنے والے غیر مسلم ملازمین کو نہ تو قتل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان پر کسی قسم کا ٹیکس عائد کیا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کے معاملہ میں یہی شرعی حکم ہے۔ اسی بات کو علامہ ابن القیم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ مَحْقُوْنُ الدَّمِ فَأَشْبَهَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ.[(۱)]

گھروں میں کام کاج کرنے والے خدمت گار بھی عورتوں اور بچوں کی طرح محفوظ الدم ہیں۔

۳۔ امام اوزاعی (۸۸-۱۵۷ھ) جنگ میں شریک نہ ہونے والوں کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

لَا يُقْتَلُ الْحُرَّاثُ إِذَا عُلِمَ أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْمُقَاتِلَةِ.[(۲)]

دورانِ جنگ زراعت پیشہ افراد کو قتل نہیں کیا جائے گا، اگر یہ معلوم ہو کہ وہ جنگ میں عملاً شریک نہیں۔

۴۔ امام ابنِ قدامہ حنبلی (م۶۲۰ھ) نے المغنی فی فقه الامام أحمد بن حنبل الشیبانی میں جنگ میں شریک نہ ہونے والے کسانوں اور مزارعین کے بارے میں نقل کیا ہے:

.... ۲۔ ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۱۶۵

(۱) ابن القیم، احکام أهل الذّمة، ۱: ۱۷۲-۱۷۳

(۲) ۱۔ ابن قدامه، المغنی، ۹: ۲۵۱

۲۔ ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۱۶۵

فَأَمَّا الْفَلَّاحُ الَّذِي لَا يُقَاتِلُ فَيَنبَغِي أَنْ لَا يُقْتَلَ، لِمَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: اتَّقُوا اللهَ فِي الْفَلَّاحِيْنَ، الَّذِيْنَ لَا يَنْصَبُوْنَ لَكُمْ فِي الْحَرْبِ.(۱)

ان کسانوں اور مزارعوں کو قتل کرنا جائز نہیں جو جنگ میں عملاً شریک نہ ہوں، کیونکہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ان کسانوں اور مزارعوں کی نسبت اللہ سے ڈرو جو دورانِ جنگ تمہارے خلاف لڑتے نہیں۔

جب دو ممالک حالت جنگ میں ہیں اور جنگ جاری ہے تو دوران جنگ غیر متحارب اور پر امن شہریوں کا قتل اسلام میں حرام ہے کجا یہ بات کہ حالت امن میں ان کا خون کیا جائے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوجائے جبکہ وہ کسی طرح بھی جنگ میں ملوث نہیں۔

تعلیماتِ قرآن و حدیث، عملِ صحابہ کرام ﷺ اور تصریحاتِ ائمہ و محدثین سے یہ اَمر واضح ہوتا ہے کہ اسلامی ملک کو دار الحرب کے صرف اُن اَفراد اور افواج کے ساتھ لڑنے کی اجازت ہے جو براہ راست جنگ میں شریک (combatant) ہوں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق غیر محارب لوگ (non-combatant) اور سویلین آبادی حالت جنگ میں بھی محفوظ رہیں گے۔ موجودہ زمانے میں اَقوامِ متحدہ کے تحت تمام ممالک بشمول امریکہ، برطانیہ یہاں تک کہ اُن کے تمام شہری، ریاستیں اور ممالک دارالعہد، دارالامن اور دار الاسلام میں شمار ہوتے ہیں۔ ہاں اگر کسی کی اُن کے ساتھ براہ راست جنگ ہو رہی ہے تو وہ الگ معاملہ ہے۔

(۵) مہاجرینِ حبشہ کی ریاستِ حبشہ کے ساتھ وفاداری کی مثال

حضور نبی اکرم ﷺ کے عمل اور تعلیمات پر غور کریں کہ جب آپ ﷺ نے اپنے بعض

---

(۱) ۱۔ ابن قدامة، المغني، ۹: ۲۵۱
۲۔ امام بیہقی نے بھی حضرت عمر ﷺ کا قول 'السنن الکبری (۹: ۹۱، رقم: ۱۷۹۳۸)' میں روایت کیا ہے۔

صحابہ کو مکہ سے ایک عیسائی ریاست حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو اس وقت حبشہ کا بادشاہ عیسائی تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ حبشہ کی طرف چلے جاؤ وہاں تمھارے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی۔ وہاں تم اپنے حقوق کا بہترین طریقے سے تحفظ کر سکتے ہو۔ ابن اسحاق نے حضور نبی اکرم ﷺ کے الفاظ یوں روایت کیے ہیں:

لَوْ خَرَجْتُمْ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، فَإِنَّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ أَحَدٌ، وَهِيَ أَرْضُ صِدْقٍ، حَتّٰى يَجْعَلَ اللهُ لَكُمْ فَرَجًا مِمَّا أَنْتُمْ. فَخَرَجَ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، مَخَافَةَ الْفِتْنَةِ وَفِرَارًا إِلَى اللهِ بِدِينِهِمْ، فَكَانَتْ أَوَّلَ هِجْرَةٍ كَانَتْ فِي الْإِسْلَامِ.(۱)

اگر تم لوگ ملک حبشہ چلے جاؤ تو بہتر ہے، کیوں کہ وہاں کے بادشاہ کی سلطنت میں کسی پر بھی ظلم نہیں ہوتا اور وہ سچائی اور راستی کی سرزمین ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی فرما دے۔ چنانچہ اِس حکمِ نبوی کو سن کر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتنہ سے بچنے اور اپنے دین کی حفاظت کی خاطر حبشہ کی طرف روانہ ہوگئے، اور یہ تاریخِ اِسلام میں پہلی ہجرت تھی۔

یہی کلمات سرزمینِ حبشہ اور نجاشی کے بارے میں امام طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ) نے 'تاریخ الأمم والملوک' میں نقل کیے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَإِنّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ أَحَدٌ، وَهِيَ أَرْضُ صِدْقٍ.(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۲:۱۶۴
۲۔ کلاعی، الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله ﷺ، ۱:۲۴۰
۳۔ ذہبی، تاریخ الإسلام، ۱:۱۸۴
۴۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۳:۶۶

(۲) ۱۔ طبری، تاريخ الأمم والملوك، ۱:۵۴۷
۲۔ بدر الدين العيني، عمدة القاري، ۷:۲۶۸

اس ملک کا بادشاہ ایسا ہے کہ اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور یہ سچائی کی سرزمین ہے۔

یہ حدیث اس امر کو واضح کر رہی ہے کہ کس طرح حضور ﷺ ایک عیسائی ریاست اور عیسائی حکمران کی اس کے امن و سلامتی کے رویے کی تحسین فرما رہے ہیں۔ دوسری طرف مہاجرینِ حبشہ کی ریاستِ حبشہ کے ساتھ وفاداری کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب کچھ شر پسندوں نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی تو حبشہ میں مقیم مہاجرین نے ریاستی نظم میں حصہ لیتے ہوئے باغیوں کے خلاف بادشاہ کی مدد کی، ریاست کے ساتھ وفاداری نہ صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کا حکم بھی ہے۔

اسلام کی تعلیمات تمام خواتین و حضرات سے چاہے وہ برطانوی، امریکن، فرانسیسی، اطالوی، یورپین، ڈینش ہوں یا مہاجر اور تارکین وطن ہوں یہی ہیں کہ وہ سنت رسول پر عمل کریں اور اپنے ملک کے وفادار شہری رہیں۔ اپنے معاشرے کی جائز اور مستحسن کاموں میں مدد و حمایت کریں، قانون کی پاس داری کریں۔ جس ملک سے آپ ملازمت، تنخواہ، مراعات، سماجی و اقتصادی فوائد، پنشن اور میڈیکل سپورٹ جیسے فوائد حاصل کرتے ہیں؛ جہاں آپ کو اپنی زندگی، ذات، کاروبار، عقیدہ و مذہب اور اپنی تہذیبی اور ثقافتی روایات کی آزادی حاصل ہے۔ جہاں آپ بآسانی اور آزادی کے ساتھ اپنی مساجد بناتے ہیں۔ جہاں سے آپ فریضہ حج کی ادائیگی پر جا سکتے ہیں۔ جہاں پر آپ صیام و قیام کر سکتے ہیں، جہاں پر اذان دے سکتے ہیں حتیٰ کہ اپنے اسلامی چینلز چلا سکتے ہیں۔ الغرض ہر وہ کام جو آپ کا دل چاہے کر سکتے ہیں، جہاں آپ اپنے ملک سے زیادہ حقوق و مراعات لے سکتے ہیں، میں ایسے تمام ممالک کے بارے میں پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ تمام ممالک دار الاسلام (land of Islam) کی طرح ہیں۔

خلاصہ کلام

قارئین کرام! کتاب ہٰذا کے مندرجات کو بغور پڑھنے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی

طرح واضح ہوگئی کہ اِسلام بلا شبہ محبت و رافت اور جذبہ خیر سگالی کو فروغ دینے کی تعلیم دیتا ہے۔ چونکہ یہ دینِ امن و سلامتی ہے اور تمام طبقاتِ اِنسانی اِس کے دائرۂ دعوت میں شامل ہیں، اِس لیے اِنسان خواہ کسی بھی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو اس کی دنیوی خیر خواہی اور اُخروی فوز و فلاح اِسلامی تعلیمات کے خمیر کا بنیادی عنصر ہیں۔ اِسی پس منظر میں اَہلِ کتاب کے ساتھ خصوصی اَحکام اور بعض معاملات میں حلّت و جواز کا قاعدہ بھی انہیں اعتماد دینے اور اُنس و قربت کا احساس دلانے کی اُلوہی حکمت ہے تاکہ وہ بقیہ اعتقادات پر بھی نظرِ ثانی کرسکیں۔ یہودِ مدینہ کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے تعلقات اور ان سے دیگر معاملاتِ زندگی میں معاہدات اور روابط اِسی جذبہ خیر سگالی کی عملی شکل تھی۔

اسلام کی پوری تاریخ اِسی جذبہ رحمت و رافت اور خیر سگالی سے بھری پڑی ہے۔ آج عیسائی اور یہودی دانش ور بلا جھجک یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ صلیبی جنگوں کے دوران بھی یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کے علاقوں میں اَہلِ کتاب جس قدر کسی اِسلامی ریاست میں پراَمن اور بحفاظت رہتے تھے وہ سکون اور تحفظ انہیں عیسائی ریاستوں میں بھی میسر نہیں تھا۔ یہ تو اُس دور کی بات ہے جب اِسلام ایک غالب ثقافتی اور سیاسی قوت کے طور پر دنیا میں حکومت کر رہا تھا۔ آج تو صورتِ حال اِس کے بالکل برعکس ہے۔ گزشتہ دو تین صدیوں سے مسلمان بالعموم زوال کا شکار ہیں۔ بے شمار مسلمان پوری دنیا میں غیر اِسلامی حکومتوں، تہذیبوں اور معاشروں میں اَقلیت کے طور پر رہ رہے ہیں۔ مسلمان حکومتوں کو دوسری حکومتوں کے ساتھ اور مسلمان مرد و زن کو دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ ہزار طرح کے معاملات کرنے پڑتے ہیں۔ اگر دینِ حق کے ترجمان اِس عالمی گاؤں (global village) میں کفار و مشرکین اور اَہلِ کتاب کے ساتھ حقارت و نفرت کا رویہ اِختیار کریں گے تو لامحالہ ردِعمل کے طور پر مغلوب قوم کی حیثیت سے ان مسلمانوں کو کئی گنا زیادہ نفرت و حقارت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لہٰذا دینِ حق کے مبلغین و داعیین کو یہ بات بطور خاص سمجھنی چاہیے کہ اِسلام کی شان و شوکت اور سطوت کے دور میں جب اِسلام کو عالمگیر عزت و اِحترام بھی حاصل تھا اور مسلمان غالب بھی تھے تو منہجِ تبلیغ اور تھا؛ لیکن آج معاملہ ہی الٹ ہے۔ اسلام کو پہلے ہی تنقید و تعصب کا

سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ہمارے غیر دانش مندانہ رویے سے رہی سہی خیرسگالی بھی ختم ہو جائے گی۔ ان سے میل ملاپ یا آنا جانا ختم کر دیا جائے تو فہم دین کے ذرائع مسدود ہوجانے کے ساتھ ساتھ دین کا پھیلاؤ رُک جائے گا اور مخالفین کا اسلام مخالف پروپیگنڈہ بھی سچا ثابت ہوگا۔

مصادر و مراجع

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

۲۔ **ابن اثیر**، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵-۶۳۰ھ/۱۱۶۰-۱۲۳۳ء)۔ **الكامل في التاريخ**۔ بیروت، لبنان: دار صادر، ۱۹۷۹ء

۳۔ **ابن اثیر**، ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری (۵۴۴-۶۰۶ھ/۱۱۴۹-۱۲۱۰ء)۔ **منال الطالب فی شرح طوال الغرائب**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار المامون للتراث۔

۴۔ **ابن اثیر**، ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری (۵۴۴-۶۰۶ھ/۱۱۴۹-۱۲۱۰ء)۔ **النهاية فی غريب الحديث والأثر**۔ قم، ایران: مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۶۴ھ۔

۵۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/۷۸۰-۸۵۵ء) ۔**المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۶۔ **احمد رضا**، محدثِ ہند ابنِ نقی علی خاں قادری (۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ/۱۸۵۶-۱۹۲۱ء)۔ **العطايا النبوية في الفتاویٰ الرضوية**۔ لاہور، پاکستان: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ۔

۷۔ **ابن اسحاق**، محمد بن اسحاق بن یسار (۸۵-۱۵۱ھ)۔ **السيرة النبوية**۔ معہد الدراسات والابحاث للتعریف۔

۸۔ **ابو اسحاق ثعلبی**، احمد بن محمد بن ابراہیم النیسابوری (م ۴۲۷ھ)۔ **الكشف والبيان (المعروف تفسير الثعلبی)**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء۔

۹۔ **اعزاز علی۔** حاشیة علی کنز الدقائق۔

۱۰۔ **انبیٹھوی**، ملا احمد جیون۔ **تفسیرات احمدیہ**۔ لاہور، پاکستان: قرآن کمپنی لمیٹڈ۔

۱۱۔ **انور شاہ کشمیری**، محمد انور بن مولانا محمد معظم شاہ کشمیری (۱۲۹۲-۱۳۵۲ھ)۔ **فیض الباری علی صحیح البخاری**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۱۲۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۳۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **التاریخ الکبیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۴۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۱۵۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰-۲۹۲ھ/ ۸۲۵-۹۰۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

۱۶۔ **بغوی**، ابو محمد بن فراء حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶-۵۱۶ھ/ ۱۰۴۴-۱۱۲۲ء)۔ **معالم التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۱۷۔ **بلاذری**، احمد بن یحییٰ بن جابر (م ۲۷۹ھ)۔ **فتوح البلدان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۱۸۔ **بیضاوی**، ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (م ۷۹۱ھ)۔ **أنوار التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۱۹۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **شعب الإیمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۲۰۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/

۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ السنن الكبرى۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۲۱۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

۲۲۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ معرفۃ السنن والآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۲۳۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰-۲۷۹ھ/ ۸۲۵-۸۹۲ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۲۴۔ تكملة المجموع شرح المهذب للإمام أبى إسحاق إبراهيم بن على بن يوسف الشيرازى۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۲۵۔ تھانوی، محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمد صابر الفاروقی حنفی (م۱۱۵۸ء)۔ كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم۔ بیروت، لبنان: مکتبہ لبنان ناشرون، ۱۹۹۶ء۔

۲۶۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱-۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳-۱۳۲۸ء)۔ المحرر في الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبہ المعارف، ۱۴۰۴ھ۔

۲۷۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱-۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳-۱۳۲۸ء)۔ مجموع الفتاوى۔ مکتبہ ابن تیمیہ۔

۲۸۔ ابن جارود، ابو محمد عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری (م۳۰۷ھ)۔ المنتقى من السنن المسندة۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۲۹۔ جصاص، احمد بن علی الرازی ابو بکر (۳۰۵-۳۷۰ھ)۔ أحكام القرآن۔ بیروت،

لبنان: دار إحياء التراث، ۱۴۰۵ھ۔

۳۰۔ **جصاص**، احمد بن علی الرازی ابو بکر (۳۰۵-۳۷۰ھ)۔ **أحكام القرآن**۔ لاہور، پاکستان: سہیل اکیڈمی۔

۳۱۔ **ابن جعد**، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳-۲۳۰ھ/۷۵۰-۸۴۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۳۲۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ **زاد المسير في علم التفسير**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۳۳۔ **ابن ابی حاتم**، عبد الرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس ابو محمد الرازی تمیمی (۲۴۰-۳۲۷ھ/۸۵۴-۹۳۸ء)۔ **تفسير القرآن العظيم**۔ سعودی عرب: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۳۴۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: مکتبہ اسلامی، ۱۳۹۸ھ

۳۵۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/۸۸۴-۹۶۵ء)۔ **الثقات**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۳۶۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/۸۸۴-۹۶۵ء)۔ **الصحيح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۳۷۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ **الدراية في تخريج أحاديث الهداية**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۳۸۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباري شرح صحيح البخاري**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر

الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۳۹۔ **ابن حزم**، علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (۳۸۴-۴۵۶ھ/۹۹۴-۱۰۶۴ء)۔ **الفصل في الملل والأهواء والنحل۔ بیروت، لبنان**: دار الجیل، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۴۰۔ **ابن حزم**، علی بن احمد بن سعید بن حزم أندلسی (۳۸۴-۴۵۶ھ/۹۹۴-۱۰۶۴ء)۔ **المحلیٰ۔ بیروت، لبنان**: دار الآفاق الجدیدۃ۔

۴۱۔ **حسام الدین ہندی**، علاء الدین علی متقی (م۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال۔ بیروت، لبنان**: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹/ ۱۹۷۹ء۔

۴۲۔ **حسینی**، ابراہیم بن محمد (۱۰۵۴-۱۱۲۰ھ)۔ **البیان والتعریف۔ بیروت، لبنان**: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۱ھ۔

۴۳۔ **حصکفی**، علاء الدین محمد بن علی بن محمد حنفی (۱۰۸۸ھ/ ۱۶۷۷ء)۔ **الدر المختار علی ہامش الرد۔ بیروت، لبنان**: دار الفکر، ۱۳۸۶ھ۔

۴۴۔ **ابو حفص الحنبلی**، سراج الدین عمر بن علی بن عادل دمشقی۔ **اللباب في علوم الکتاب۔ بیروت، لبنان**: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۴۵۔ **حلبی**، علی بن برہان الدین (م۱۴۰۴ھ)۔ **السیرۃ الحلبیۃ۔ بیروت، لبنان**، دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۴۶۔ **حمید اللہ**، ڈاکٹر محمد۔ **مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ۔ بیروت، لبنان**: دار الارشاد۔

۴۷۔ **ابو حیان**، محمد بن یوسف (۶۵۴-۷۴۵ھ)۔ **البحر المحیط۔ بیروت، لبنان**: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۴۸۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳-۳۱۱ھ/ ۸۳۸-۹۲۴ء)۔ **الصحیح۔ بیروت، لبنان**: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۴۹۔ **ابن خلال**، احمد بن محمد بن ہارون بن یزید، ابو بکر (۳۱۱-۳۳۴ھ)۔ **أحكام أهل الملل من الجامع لمسائل الإمام أحمد بن حنبل**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۵۰۔ **دارقطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰٦-۳۸۵ھ/ ۹۱۸-۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸٦ھ/ ۱۹٦٦ء۔

۵۱۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸٦۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۵۲۔ **ابو داود**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ/ ۸۱۷-۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۵۳۔ **دسوقی**، محمد بن احمد بن عرفہ مالکی (م۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء)۔ **حاشية الدسوقي على الشرح الكبير**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۵۴۔ **ابن ابی دنیا**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ **الأهوال**۔ مصر: مکتبۃ آل یاسر، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء۔

۵۵۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ **مسند الفردوس**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸٦ء۔

۵٦۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (٦۷۳-۷۴۸ھ/۱۲۷۴-۱۳۴۸ء)۔ **تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۵۷۔ **رازی**، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (۵۴۳-٦۰٦ھ/ ۱۱۴۹-۱۲۱۰ء)۔ **التفسير الكبير**۔ تہران، ایران: دار الکتب العلمیہ۔

۵۸۔ **ابن راہویہ**، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ (۱٦۱-

۲۳۷ھ/۸۷۷-۸۵۱ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مكتبة الایمان، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء۔

۵۹۔ ربیع، ابنِ حبیب بن عمر اَزدی بصری۔ الجامع الصحیح مسند الإمام الربیع بن حبیب۔ بیروت، لبنان، دار الحکمۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۶۰۔ ابن رشد، ابو ولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی (م۵۹۵ھ)۔ بدایة المجتهد و نهایة المقتصد۔ بیروت، لبنان: دارالفکر۔

۶۱۔ زرقانی، ابوعبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵-۱۱۲۲ھ/۱۶۴۵-۱۷۱۰ء)۔ شرح المواهب اللدنية۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔

۶۲۔ زمخشری، ابو القاسم محمد بن عمر خوارزمی (م۵۳۸ھ)۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۶۳۔ زمخشری، ابو القاسم محمد بن عمر خوارزمی (م۵۳۸ھ)۔ الفائق فی غریب الحدیث۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۶۴۔ ابن زنجویہ، حمید (م۲۵۱ھ)۔ کتاب الأموال۔ ریاض، سعودی عرب: مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

۶۵۔ ابو زہرہ، محمد۔ العلاقات الدولية فی الاسلام۔ القاہرہ، مصر: دار الفکر العربی، ۱۹۹۵ء۔

۶۶۔ زیلعی، فخر الدین عثمان بن علی بن محجن بارعی حنفی (م۷۴۳ھ)۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۔ قاہرہ، مصر: دار الکتب الاسلامی، ۱۳۱۳ھ۔

۶۷۔ سرخسی، امام شمس الدین السرخسی (م۴۸۳ھ)۔ کتاب المبسوط۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

٦٨۔ **سرخسی**، امام محمد بن احمد السرخسی (م۴۹۰ھ)۔ **شرح کتاب السیر الکبیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

٦۹۔ **ابن سعد**، ابو عبد اللہ محمد (۱٦۸-۲۳۰ھ/ ۷۸۴-۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ و النشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۷۰۔ **ابن سعد**، ابو عبد اللہ محمد (۱٦۸-۲۳۰ھ/ ۷۸۴-۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۷۱۔ **سعدی**، ابو حبیب۔ **القاموس الفقھی**۔ کراچی، پاکستان: ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیہ۔

۷۲۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور في التفسیر بالمأثور**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۷۳۔ **شافعی**، ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰-۲۰۴ھ/ ۷٦۷-۸۱۹ء)۔ **الأم**۔ بیروت لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۳ھ۔

۷۴۔ **شافعی**، ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰-۲۰۴ھ/ ۷٦۷-۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۷۵۔ **شاطبی**، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ لخمی غرناطی مالکی (م۷۹۰ھ)۔ **الموافقات في أصول الشریعة**۔ بیروت لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۳ھ۔

۷٦۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ/ ۱۷٦۰-۱۸۳۴ء)۔ **السیل الجرار**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ۔

۷۷۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ/ ۱۷٦۰-۱۸۳۴ء)۔ **فتح القدیر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

۷۸۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰-۱۸۳۴ء)۔ **نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۷۹۔ **شیبانی**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الآحاد والمثاني**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۸۰۔ **شیبانی**، ابوعبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد (۱۳۲-۱۸۹ھ)۔ **كتاب الحجة على أهل المدينة**۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ۔

۸۱۔ **شیبانی**، ابوعبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد ابوعبد اللہ (۱۳۲-۱۸۹ھ)۔ **المبسوط**۔ کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔

۸۲۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن إبراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/۷۷۶-۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۸۳۔ **صالحی**، ابوعبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (م۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء)۔ **سبل الهدى والرشاد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۸۴۔ **صیداوی**، محمد بن احمد بن جمیع، ابو الحسین (م۳۰۵-۴۰۲ھ)۔ **معجم الشيوخ**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ۔

۸۵۔ **ابن ضویان**، ابراہیم بن محمد بن سالم (۱۲۷۵-۱۳۵۳ھ)۔ **منار السبیل**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ۔

۸۶۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الكبير**۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۸۷۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الكبير**۔ موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ۔

۸۸۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/

۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۸۹۔ **طبرانی**،سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الاوسط**. قاہرہ،مصر: دارالحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۹۰۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **مسند الشاميين**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء۔

۹۱۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ **تاريخ الأمم والملوک**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۹۲۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ **جامع البيان فی تفسير القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۹۳۔ **طحاوی**، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/ ۸۵۳-۹۳۳ء)۔ **شرح معاني الآثار**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۹۴۔ **طحاوی**، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/ ۸۵۳-۹۳۳ء)۔ **شرح مشكل الآثار**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۹۵۔ **طحاوی**، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/ ۸۵۳-۹۳۳ء)۔ **مختصر اختلاف العلماء**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۹۶۔ **طیالسی**، ابو داود سلیمان بن داود جارود (۱۳۳-۲۰۴ھ/۷۵۱-۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۹۷۔ **ابن عابدین شامی**، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز دمشقی (۱۲۴۴-۱۳۰۶ھ)۔ **رد المختار علی الدر المختار**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ ماجدیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۹۸۔ **ابن ابی عاصم**، ابو بکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الآحاد والمثاني**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۹۹۔ **ابن ابی عاصم**، ابوبکر بن عمرو بن ضحّاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الدیات**۔ کراچی، پاکستان: ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۰۰۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸-۴۶۳ھ/ ۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔ **الاستذکار**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء۔

۱۰۱۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸-۴۶۳ھ/ ۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔ **التمهید**۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۱۰۲۔ **عبد الرزاق صنعانی**، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/ ۷۴۴-۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۱۰۳۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۱۰۴۔ **ابن عبد الحکم**، ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ عبد الحکم بن اعین قرشی مصری (۱۸۷-۲۵۷ھ/۸۰۳-۸۷۱ء)۔ **فتوح مصر وأخبارها**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۱۰۵۔ **ابو عبید**، قاسم بن سلام (م۲۲۴ھ)۔ **کتاب الأموال**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۸ھ۔

۱۰۶۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷-۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶-۱۷۴۹ء)۔ **کشف الخفا ومزیل الألباس**۔ بیروت، لبنان: مؤسسة

الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۱۰۷۔ **ابن عربی**، ابو بکر محمد بن عبد اللہ معافری اندلسی اشبیلی (۴۶۸-۵۴۳ھ/ ۱۰۷۶-۱۱۴۸ء)۔ أحکام القرآن۔ لبنان: دار الفکر للطباعہ والنشر۔

۱۰۸۔ **عروسی**، ڈاکٹر محمد تاج شیخ عبد الرحمٰن۔ فقه الجهاد والعلاقات الدولية في الإسلام۔ اسلام آباد، پاکستان: انسٹنٹ پرنٹ سسٹم، ۱۹۹۹ء۔

۱۰۹۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاريخ دمشق الكبير (المعروف بـ: تاريخ ابن عساكر)۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۱۱۰۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاريخ مدينة دمشق۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۱۱۱۔ **ابن عطیہ الاندلسی**، ابو محمد عبد الحق بن غالب بن عطیہ (م۵۴۶ھ)۔ المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۱۱۲۔ **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن إبراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰-۳۱۶ھ/ ۸۴۵-۹۲۸ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۱۱۳۔ **عینی**، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲-۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱-۱۴۵۱ء)۔ عمدة القاري شرح على صحيح البخاري۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۱۱۴۔ **ابن فارس**، ابو الحسین احمد بن فارس بن زکریا (م۳۹۵ھ)۔ مقاييس اللغة، بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۱۱۵۔ الفتاوی الهندية۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۱۶۔ الفتاوی الهندية۔ بیروت، لبنان: دار المعرفة، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء۔

۱۱۷۔ **قاضی ثناء اللہ**، محمد پانی پتی (م۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)۔ التفسیر المظهری۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۱۸۔ **قاضی ثناء اللہ**، محمد پانی پتی (م۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)۔ التفسیر المظهری۔ کوئٹہ، پاکستان: بلوچستان بک ڈپو۔

۱۱۹۔ **قاضی خان**، فخر الدین ابو المحاسن حسن بن منصور (م۵۹۲ھ)۔ فتاوی قاضیخان فی مذهب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیة۔

۱۲۰۔ **ابن قدامہ**، عبد الرحمان بن محمد بن احمد مقدسی حنبلی (م۶۸۲ھ)۔ الشرح الکبیر علی متن المقنع۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیة۔

۱۲۱۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد مقدسی حنبلی (م۶۲۰ھ)۔ المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۱۲۲۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد مقدسی حنبلی (م۶۲۰ھ)۔ المغني على مختصر الخرقي۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیة۔

۱۲۳۔ **قرافی**، ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس مالکی (م۶۸۴ھ)۔ الفروق/أنوار البروق في أنواع الفروق۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۲۴۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴-۳۸۰ھ/ ۸۹۷-۹۹۰ء)۔ الجامع لأحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۲۵۔ **قسطلانی**، ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱-۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸-۱۵۱۷ء)۔ المواهب اللدنية بالمنح المحمدية۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۲۶۔ **ابن قیم**، ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر ایوب الزرعی (۶۹۱-۷۵۱ھ)۔ **أحكام أهل الذمة**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۱۲۷۔ **ابن قیم**، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی (۶۹۱-۷۵۱ھ)۔ **زاد المعاد في هدي خير العباد**۔ بیروت، لبنان: موسسہ الرسالۃ، ۱۴۰۷ء/ ۱۹۸۶ء۔

۱۲۸۔ **ابن قیم**، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی (۶۹۱-۷۵۱ھ)۔ **زاد المعاد في هدي خير العباد**۔ کویت: مکتبۃ المنار الاسلامیہ، ۱۹۸۶ء۔

۱۲۹۔ **کاسانی**، علاء الدین ابو بکر بن مسعود حنفی (م ۵۸۷ھ)۔ **بدائع الصنائع**۔ بیروت، لبنان، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء۔

۱۳۰۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **البداية والنهاية**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۳۱۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **تفسير القرآن العظيم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۳۲۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **السيرة النبوية**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۱۳۳۔ **کلاعی**، ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الأندلسی (۵۶۵-۶۳۴ھ)۔ **الاكتفاء في مغازي رسول الله ﷺ والثلاثة الخلفاء**۔ بیروت، لبنان، مکتبۃ الھلال، ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۸ء۔

۱۳۴۔ **ابو اللیث سمرقندی**، نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم (م ۳۷۵ھ)۔ **بحر العلوم**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۱۳۵۔ **ابو اللیث سمرقندی**، نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم (م۳۷۵ھ)۔ **بحر العلوم**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۱۳۶۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹-۲۷۳ھ/۸۲۴-۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۱۳۷۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اَصبحی (۹۳-۱۷۹ھ/ ۷۱۲-۷۹۵ء)۔ **المدونۃ الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱۳۸۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اَصبحی (۹۳-۱۷۹ھ/ ۷۱۲-۷۹۵ء)۔ **المدونۃ الکبری**۔ قاہرہ، مصر: دار الحدیث۔

۱۳۹۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اَصبحی (۹۳-۱۷۹ھ/ ۷۱۲-۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۴۰۔ **ابن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸-۱۸۱ھ/ ۷۳۶-۷۹۸ء)۔ **المسند**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۷ھ۔

۱۴۱۔ **مرغینانی**، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر۔ **الهدایۃ شرح بدایۃ المبتدی**۔ بیروت، لبنان: دار ارقم، ۱۹۹۷ء۔

۱۴۲۔ **مرغینانی**، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر۔ **الهدایۃ شرح بدایۃ المبتدی**۔ کراچی، پاکستان: محمد علی کارخانہ اسلامی کتب۔

۱۴۳۔ **مسلم**، ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (۲۰۶-۲۶۱ھ/ ۸۲۱-۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۴۴۔ **ابن مفلح مقدسی**، شمس الدین محمد ابو عبد اللہ حنبلی (۷۱۷-۷۶۲ھ)۔ **الفروع**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ۔

۱۴۵۔ **ابن مفلح مقدسی**، شمس الدین محمد ابو عبد اللہ حنبلی (۷۱۷-۷۶۲ھ)۔ **الآداب**

الشرعية۔ بیروت، لبنان: موسسہ الرسالہ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔

۱۴۶۔ **مقاتل بن سلیمان،** ابو الحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی البلخی (م۱۵۰ھ)۔ **تفسیر القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۱۴۷۔ **مقدسی،** ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن اسماعیل بن منصوری سعدی حنبلی (۵۶۹-۶۴۳ھ/۱۱۷۳-۱۲۴۵ء)۔ **الأحاديث المختارة**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۴۸۔ **مکی بن ابی طالب المقری،** ابو محمد (م۴۳۷ھ)۔ **الهداية إلى بلوغ النهاية**۔ شارجہ: یونی ورسٹی آف شارجہ۔

۱۴۹۔ **ملا علی قاری،** علی بن سلطان محمد نور الدین حنفی (م۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء)۔ **فتح باب العناية في شرح كتاب النقاية في الفقه الحنفي**۔ بیروت، لبنان: دار ارقم، ۱۹۹۷ء۔

۱۵۰۔ **منذری،** ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱-۶۵۶ھ/۱۱۸۵-۱۲۵۸ء)۔ **الترغيب والترهيب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۱۵۱۔ **ابو منصور ماتریدی،** محمد بن محمد بن منصور الحنفی (م۳۳۳ھ)۔ **تأويلات أهل السنة**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۵۲۔ **ابن منظور،** محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن ابی قاسم بن حبقہ افریقی (۶۳۰-۷۱۱ھ/۱۲۳۲-۱۳۱۱ء)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱۵۳۔ **نسائی،** ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵-۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن الكبرى**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۱۵۴۔ **ابن نجیم،** زین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن بکر الحنفی (م۹۷۰ھ)۔ **البحر الرائق**

شرح کنز الدقائق۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۱۵۵۔ **نسائی**، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمٰن (۲۱۵-۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۱۵۶۔ **نسائی**، ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۱۵۷۔ **نسفی**، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود (م۷۱۰ھ)۔ **کنز الدقائق**۔ کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ۔

۱۵۸۔ **ابونعیم**، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ **حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۵۹۔ **ابونعیم**، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ **حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

۱۶۰۔ **ابونعیم**، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ **دلائل النبوۃ**۔ حیدر آباد، بھارت: مجلس دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء۔

۱۶۱۔ **ابونعیم**، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ **مسند الإمام أبي حنیفة**۔ ریاض، سعودی عرب، مکتبۃ الکوثر، ۱۴۱۵ھ۔

۱۶۲۔ **نووی**، ابو زکریا، یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱-۶۷۷ھ/۱۲۳۳-۱۲۷۸ء)۔ **شرح صحیح مسلم**۔ بیروت، لبنان: دار

احیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ۔

۱۶۳۔ **نووی**، ابو زکریا، یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱-۶۷۷ھ/۱۲۳۳-۱۲۷۸ء)۔ **المجموع شرح المهذب للإمام أبی إسحاق إبراهيم بن علی بن يوسف الشيرازی**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۱۶۴۔ **نیشاپوری**، نظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی۔ **تفسير غرائب القرآن ورغائب القرآن**۔ مصر: مطبعۃ الکبری الامیریۃ، ۱۳۲۳ھ۔

۱۶۵۔ **واحدی**، ابو الحسن علی بن احمد بن محمد بن علی (م۴۶۸ھ)۔ **الوسيط فی تفسير القرآن المجيد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۶۶۔ **ہروی**، ابو عبید احمد بن محمد (م۴۰۱ھ)۔ **الغريبين فی القرآن والحديث**۔ بیروت، لبنان: مکتبہ عصریہ، ۱۹۹۹ء۔

۱۶۷۔ **ابن ہشام**، ابو محمد عبد الملک حمیری (۲۱۳ھ/۸۲۸ء)۔ **السيرة النبوية**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۱۶۸۔ **ابن ہشام**، ابو محمد عبد الملک ہشام حمیری (م۲۱۳ھ/۸۲۸ء)۔ **السيرة النبويه**۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء۔

۱۶۹۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوئد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۱۷۰۔ **یحییٰ بن آدم**، ابو زکریا ابن سلیمان قرشی (م۲۰۳ھ)۔ **كتاب الخراج**۔ لاہور، پاکستان: المکتبۃ الاسلامیۃ، ۱۹۷۴ء۔

۱۷۱۔ **یعقوبی**، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح الکاتب العباسی

(م۲۸۷ھ/ ۸۹۷ء)۔ تاریخ الیعقوبی۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱۷۲۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۱۷۳۔ **ابو یعلی حنبلی**، محمد بن حسین بن محمد بن خلف بن احمد بن الفراء (م۴۵۸ھ/ ۱۰۶۶ء)۔ المعتمد فی أصول الدین۔ بیروت، لبنان: دار المشرق، ۱۹۷۴ھ۔

۱۷۴۔ **ابو یوسف**، یعقوب بن ابراہیم انصاری (م۱۸۲ھ)۔ کتاب الخراج۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔